یا اللہ جل جلالہٗ

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل ۴۳)
اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم علم نہیں رکھتے

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سینکڑوں مسائلِ شرعیہ کے حل کا بیش بہا خزانہ

العطایا السیفیۃ فی الفتاویٰ النقشبندیۃ

المجلد الاثنا عشرۃ

تصنیف

فخر المتاخرین العالم العارف باللّٰہ
مفسر کلام اللّٰہ تعالیٰ وخادم حدیث رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
الشیخ السید احمد علی شاہ
الحنفی الترمذی الماتریدی السیفی
النقشبندی الجشتی القادری السہروردی

ناشر

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ
فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن نمبر ۱۰ کراچی غربی

نام کتاب: العطایا السیفیۃ فی الفتاوی النقشبندیۃ، المجلد الاثنا عشرۃ

تصنیف و تالیف: پیر طریقت رہبر شریعت آفتاب ہدایت حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

تعلیق و ترتیب: پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ صاحبزادہ سید عبد الحق شاہ ترمذی سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

طباعت اول: اپریل ۲۰۲۴ء بمطابق شوال المکرم ۱۴۴۵ھ

طباعت ثانی:

کمپوزر: صوفی سید فرحان الحسن سیفی

ناشر: جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

فہرست

فہرست

فہرست

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

(۱) باب نمبر ایک: اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا سب کچھ حضور ﷺ کیلئے پیدا ہوا کے بیان میں

جیسا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خان افغانی قندھاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو — جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

محدث خیر الامم امیر المومنین خلیفۃ المسلمین غیظ المنافقین مراد رسول ﷺ، تاجدار عدالت حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم رسول محتشم نور مجسم شفیع معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ :

۱۔لما اقترف آدم الخطیئۃ، فقال یا رب اسئلک بحق محمد لما غفرت لی۔

جب حضرت آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی تو انہوں نے عرض کیا اے رب کریم میں تجھ سے محمد کریم ﷺ کے وسیلے سے تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما اس پر اللہ تعالیٰ کریم نے فرمایا کہ اے آدم علیہ السلام کہ تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا ابھی تک تو ان کی تخلیق بھی نہیں ہوئی آدم علیہ السلام نے عرض کیا مولا جب تو نے مجھ اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا اپنی روح مجھ میں پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے ستون پر لکھا ہوا دیکھا۔ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ۔پس میں نے جان لیا کہ تیرے نام کے ساتھ اس کا نام ہو سکتا ہے جو تجھے مخلوق میں سب سے محبوب ہے۔ **وقال اللہ تعالیٰ صدقت یا آدم** ۔اللہ کریم نے فرمایا کہ اے آدم علیہ السلام تو نے سچ کہا کہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا وہی محبوب ہے۔اب جب کہ تو نے اس کے وسیلے سے دعا کی ہے تو **فقد غفرت لک**۔پس تحقیق میں تمہیں معاف فرما دیا ہے۔اور (سن لو) **ولو لا محمد ما خلقتک** اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔[1]

---

[1] (مستدرک علی الصحیحین ج ۲ ص ۶۷۲ رقم الحدیث ۴۲۲۸، تفسیر روح البیان تحت سورۃ البقرۃ الآیۃ ۳۷ ج ۱ ص ۱۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، تفسیر درمنثور تحت الآیۃ سورۃ البقرۃ ۳۷ ج ۱ ص ۱۶۰ ضیاءالقرآن پبلی کیشن لاہور، ھکذافی تفسیر روح المعانی، المعجم الاوسط من اسمہ محمد ج ۵ ص ۳۶ رقم الحدیث ۶۵۰۲ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۱۳ھ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد کتاب علامات النبوۃ باب عظیم قدرہ ج ۸ ص ۳۲۳ رقم الحدیث ۱۳۹۱۷ دارالکتب العلمیہ بیروت، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال کتاب الفضائل سیدنا محمد ﷺ ج ۱۱ ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۳۲۱۳۵ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، تاریخ دمشق الکبیر ذکر من اسمہ ادریس ج ۷ ص ۳۰۹ رقم الحدیث ۱۹۷۸ دارالاحیاء التراث العربی بیروت، تہذیب تاریخ دمشق ج ۲ ص ۳۶۰ دارالمسیرۃ بیروت لبنان، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ الباب الثالث الفصل الاول فیما ورد من ذکر مکانتہ ج ۱ ص ۱۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت، کفایۃ الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب باب خصوصیتہ ﷺ بکتابۃ اسمہ ج ۱ ص ۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت، الریاض الانیقۃ فی شرح اسماء خیر الخلیقۃ ص ۵۴ شبیر برادرز لاہور پاکستان، نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض الباب الثالث فصل فی تعظیم النبی ﷺ وتوقیرہ وجلالہ ج ۴ ص ۴۸۶ دارالعلمیہ بیروت لبنان ۲۰۰۱ء، دلائل النبوۃ ومعرفۃ الاحوال صاحب الشریعۃ ج ۵ ص ۴۸۹ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۰۸ھ، جامع الآثار فی مولد النبی المختار ﷺ ج ۱ ص ۱۳۹ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۰۹ء، تفسیر الروح البیان تحت سورۃ البقرۃ الآیۃ ۳۷ ج ۱ ص ۱۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، تفسیر درمنثور تحت سورۃ البقرۃ الآیۃ ۳۷ ج ۱ ص ۱۶۰ ضیاءالقرآن پبلی کیشن لاہور، تفسیر روح المعانی تحت سورۃ البقرۃ الآیۃ ۳۷ ج ۱ ص ۳۲۰ مکتبۃ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان، تفسیر فتح العزیز تحت سورۃ البقرۃ الآیۃ ۳۷ ص ۳۷۴ نوریۃ رضویہ پبلی کیشنز لاہور، المواھب اللدنیۃ المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو:

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے پاک پیغمبر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ: **یعیسیٰ !آمن بمحمد و أمر من ادر که من امتک أن یؤ منو ابه۔** یعنی اے عیسیٰ علیہ السلام !تم بھی ایمان لاؤ محمد کریم ﷺ پر اور امت کو بھی حکم دو جو بھی ان کا زمانہ پائے تو ضرور ان پر ایمان لائے۔

فلو لا محمد ﷺ ما خلقت آدم۔ اگر سیدنا محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آدم علیہ السلام کو بھی پیدا نہ کرتا۔

و لو لا محمد ﷺ ما خلقت الجنة و لا النار۔ اور اگر سیدنا محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ دوزخ۔

و لقد خلقت العرش علی المآء فاضطرب فکتبت لا اله الا الله محمد رسول الله فسکن۔

اور جب میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو مضطرب ہوا تو میں نے اس پر **لا اله الا الله محمد رسول الله** لکھا تو وہ ٹھہر گیا۔[1]

ج ۱ ص ۵۲ فریدبک اسٹال لاہور پاکستان، المواھب اللدنیہ المقصد العاشر فصل فی زیارۃ قبرہ الشریف ج۳ ص ۶۲۰ فریدبک اسٹال لاہور پاکستان، مصابیح السیرۃ المحمدیۃ ج ۲ ص ۲۲۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۲۰۱۲ء، الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ الباب الاول ج ۱ ص ۳۳ مکتبۃ نوریۃ رضویۃ فیصل آباد پاکستان ،البدایۃ و النھایۃ ج ۱ ص ۱۳۱ دار الفکر بیروت لبنان، انسان العیون فی سیرۃ امین المامون باب ماجاء من امر رسول اللہ عن اخبار الیھود ج ۱ ص ۳۱۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، سبل الھدیٰ و الرشاد فی سیرۃ خیر العباد جامع ابواب التوسل الباب الثانی ج ۱۲ ص ۴۰۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۴ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور پاکستان، جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۱۲۷۷ کبربک سیلرز لاہور پاکستان، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ﷺ، الباب الثامن الفصل الاول ج ۴ ص ۱۹۳ مکتبۃ الحقانیۃ پشاور پاکستان، جواھر المعظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم ص ۲۱۲ مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور پاکستان، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام ص ۱۸۹ ادارہ مصباح القرآن ساھیوال پاکستان، الفتاویٰ الحدیثیہ مطلب فی ان الادلۃ المعتبرۃ قامت علی تفصیل نبیناص ۳۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزات سید المرسلین ص ۲۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت، مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۲۱۹-۴۶۵ نوریۃ رضویۃ پبلی کیشنز لاہور، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ من جواھر شیخ اسماعیل حقی ج۲ ص ۲۹۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، مولد رسول اللہ ﷺ ص ۱۹ مرکز تحقیقات اسلامیۃ لاہور پاکستان، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ص ۸۶ ج ۲ ۳ جواھر البحار فی فضائل النبی المختار من جواھر ابن حجر ج ۲ ص ۱۳۷ ، حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزاۃ الباب الثانی الفصل الثالث القسم الرابع ص ۵۷۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الانوار المحمدیۃ من المواھب اللدنیہ المقصد الاول ص ۱۴ حقیقت کتابوی ترکی استنبول ۲۰۱۱ء، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۴ ص ۴۷ من جواھر السمودی دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۹۸ء، مصباح الظلام باب ماجآء فی استغاثۃ سیدنا آدم ابی البشر بالنبی ﷺ ص ۶۰ مکتبۃ قادریۃ لاہور پاکستان، شواھد الحق فی استغاثۃ بسید الخلق ص ۲۱۷ حامد اینڈ کمپنی لاہور پاکستان، شفاء النواد بزیارۃ خیر العباد ص ۲۸۲ کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور پاکستان، السیرۃ النبویۃ للدحلان مکی ج ۱ ص ۱۵ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور پاکستان، (یھی حدیث شریف دیو بندیوں اور غیر مقلدین کی درج ذیل کتابوں میں موجود ھے۔) شیخ ابن تیمیہ کتاب الوسیلۃ ص ۹۰ اسلامی اکیڈمی لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی نشر الطیب ص ۱۳ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور، شیخ زکریا کاندھلوی فضائل درود شریف ص ۱۵۶ کتب خانہ اشرف کراچی پاکستان، شیخ عنایت شاہ باغ جنت ص ۱۳۶ مکتبۃ الحسن لاہور، مفتی حبیب دیوبندی تحقیق مسئلہ توسل ص ۲۸ سرگودھا پاکستان، عابد میاں رحمۃ اللعلمین ص ۳۹۷، ۱۵۹، ۱۳۶، ۹۲ محمد دین اینڈ سنز کراچی پاکستان، ھدیۃ المھدی ص ۴۸ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

نوٹ: امام حاکم، علامہ سمھودی، علامہ خفاجی، علامہ زرقانی، علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیھم اجمعین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ھے۔

[1] (مستدرک علی الصحیحین کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء باب ذکر سید المرسلین ج ۲ ص ۶۷۲ رقم الحدیث ۴۲۲۷ دار الکتب العلمیہ لبنان، مصابیح السیرۃ المحمدیۃ ج ۱ ص ۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت، کفایۃ الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب باب خصوصیتہ ﷺ ج ۱ ص ۱۴ دار الکتب العلمیہ لبنان، حاشیہ شھزادہ علی الخرپوتی ص ۱۷ نور محمد اصح المطابع کراچی، الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ باب الاول ص ۴۸ حامد اینڈ کمپنی لاہور پاکستان، تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۲۰ الفتاویٰ الشھاب الدین الرملی ص ۲۹۴ سورۃ الفرقان الآیۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت، شواھد الحق فی الاستغاثۃ فی سید الخلق ﷺ ص ۲۶۵ حامد اینڈ کمپنی لاہور پاکستان، الفتاویٰ الحدیثیۃ مطلب فی ان الادلۃ المعترۃ ص ۳۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، اس حدیث شریف کے متعلق امام حاکم لکھتے ہیں: **ھذا حدیث صحیح الاسناد** یعنی اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

نہ جنت ہوتی نہ دوزخ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور شہنشاہ حسینان عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اتانی جبریل فقال یامحمد ﷺ لو لاک ماخلقت الجنۃ و لو لاک ماخلقت النار۔

جبریل علیہ السلام میرے پاس حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ اگر آپ نہ ہوتے تو نہ جنت کو پیدا کیا جاتا اور نہ دوزخ کو۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی حدیث قدسی مروی ہے کہ حضور جان کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یقول اللہ عزوجل وعزتی وجلالی لو لاک ماخلقت الجنۃ و لو لا ماخلقت الدنیا۔

یعنی اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم، اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ دنیا کو پیدا کرتا۔[2]

یہاں ہم قارئین کی ضیافت طبع اور حدیث شریف کی وضاحت کیلئے مناظر اہلسنت، منبع علم و حکمت، عالم باعمل، شیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمد عنایت اللہ قادری رضوی حامدی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۸۱ کا ایک ملفوظ درج کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو نہ جنت ہوتی اور نہ دوزخ۔ ارے جنت جنت کرنے والو! جنت بھی مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میں بنی ہے بلکہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ جس طرح کوئی اپنے محبوب کے سر کا صدقہ دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی شان کے لائق اپنے محبوب و حبیب ﷺ کے سر کا صدقہ بنادی۔ (اپنی مخلوق کیلئے)۔

نہ زمین و آسمان ہوتے:

الامام، المحدث، سیف الدین ابی جعفر ابن طغربک رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الدرالنظیم فی مولد النبی الکریم، میں لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کو الہام فرمایا کہ وہ بارگاہ خداوندی میں یوں عرض گزار ہوں:

یارب لم کنیتنی ابامحمد۔

یعنی اے میرے رب عزوجل! میری کنیت ابو محمد کیوں ہے؟

---

[1] (الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ ص ۱۹۴ قدیمی کتب خانہ کراچی، کنز العمال کتاب فضائل نبینا محمد ﷺ ج ۱۱ ص ۱۹۴ رقم الحدیث ۳۲۰۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ مصابیح السیرۃ المحمدیۃ ج ۱ ص ۸۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[2] (مسند الفردوس، بماثور الخطاب، باب الیاء، ج۵، ص۲۲۷، رقم الحدیث ۸۰۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت، الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعۃ رقم الحدیث ۷۵۵ ص ۱۹۴ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان، سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱ ص ۷۵ الباب الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

قال اللہ تعالیٰ: یاآدم ارفع رأسک۔

اللہ کریم جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: اے آدم اپنا سر اٹھاؤ۔

فرفع رأسه فرای نور محمد علی سرادق العرش۔

پس انہوں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ نور محمد عرش کے ارد گرد چھایا ہوا ہے۔

فقال یارب ماهذاالنور؟ عرض کیا یااللہ یہ نور کیسا ہے؟ **قال هذانور نبی من ذریتک اسمه فی السماء احمد وفی الارض محمد۔** ارشاد ہوا کہ یہ نور اس نبی کا ہے جو تیری اولاد میں سے ہوگا اس کا نام آسمانوں میں احمد ہوگا اور زمین میں محمد ﷺ۔

لولاه ماخلقتک ولاخلقت سماءولاارضا۔

اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ زمین وآسمان کو پیدا کرتا۔[1]

نہ جن ہوتے نہ فرشتے:

علامہ صاوی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث قدسی لکھتے ہیں کہ **لولاک ماخلقت سمآءولاارضاًولاجناولاملکا۔** اے پیارے محبوب ﷺ اگر تم نہ ہوتے تو نہ میں آسمانوں کو پیدا کرتا اور نہ زمین کو جنات کو اور نہ ہی فرشتوں کو پیدا فرماتا۔[2]

نہ عرش ہوتا نہ کرسی نہ لوح و قلم:

علامہ شیخ محمد المغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث قدسی لکھتے ہیں کہ **فبینماآدم یسیرفی الجنة۔** آدم علیہ السلام جنت میں سیر کررہے تھے کہ (کیا دیکھا) **اذرای نورسیدنامحمدفی سرادق العرش ۔** انہوں نے دیکھا کہ نور محمد ﷺ عرش کے کناروں پر **واسمه مکتوباعلیه ومقروناباسم الرب جل جلاله** اور محمد ﷺ کا نام نامی اسم گرامی عرش پر لکھا ہے اور وہ رب تعالیٰ جل جلالہ کے نام مبارک کے ساتھ تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا **یارب من هذاالذی قرن اسمه باسمک** اے میرے رب عزوجل یہ کون ہے جس کا نام تیرے نام کے ساتھ لکھا ہے **قال هذانبی من ذریتک اسمه فی السماءاحمدوفی الارض محمد** (ﷺ)۔ ارشاد ہوا کہ یہ آپ کی اولاد میں سے نبی ہیں جن کا نام آسمانوں پر احمد اور زمین

---

[1] (مواهب اللدنیه مع زرقانی باب فی تشریف اللہ تعالیٰ، ج ۱ ص ۸۶-۸۵ دارالکتب العلمیه بیروت لبنان، الانوار المحمدیة من المواهب اللدنیه المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ...ص ۱۲-۱۳ حقیقت کتابوی ترکی، جواهر البحار فی فضائل النبی المختار، من جواهر سیدعبداللہ مرغنی، ج ۴ ص ۱۲۱ دارالکتب العلمیه بیروت استنبول)

[2] (جواهر البحار فی فضائل النبی المختار من جواهر الصماوی ج ۴ ص ۴۹ دارالکتب العلمیه بیروت لبنان، ۱۹۹۸ء)

پر محمد (ﷺ) ہے۔ **فلو لاہ ما خلقتک و لا خلقت عرشا و لا کرسیا و لا لوحا و لا قلما و لا سماء و لا ارضا و لا جنۃ و لا نارا و لا دنیا و لا اخری۔** اے آدم! اگر یہ نہ ہوتے تو میں نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ عرش و کرسی کو پیدا کرتا نہ لوح و قلم کو پیدا کرتا نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتا نہ جنت و دوزخ کو پیدا کرتا اور نہ دنیا کو پیدا کرتا اور نہ آخرت کو پیدا کرتا۔[1]

معلوم ہوا کہ ساری کائنات رب کائنات نے اپنے محبوب علیہ السلام کی محبت و وجاہت و عزت کی خاطر پیدا فرمائی۔

کیا خوب قلم اٹھایا بریلی کے تاجدار علیہ رحمۃ الغفار والستار نے:

زمین و ماں تمہارے لئے، مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے، بنے دو جہاں تمہارے لئے

وہ کنز نہاں یہ نور فشاں وہ کن سے عیاں یہ بزم فکاں
یہ تن و جاں یہ باغ جناں یہ سارا ساماں تمہارے لئے

یہ شمس و قمر یہ شام و سحر یہ برگ و شجر یہ باغ و ثمر
یہ تیغ و سپر یہ تاج و کمر یہ حکم رواں تمہارے لئے

نہ روح امیں نہ عرش بریں نہ لوح مبیں کوئی بھی نہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لئے[2]

نہ سورج ہوتا نہ چاند:

ایک روایت میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اگر سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چاند نہ ہوتا تو آسمان کا چاند بھی نہ ہوتا اور اگر یہ نبوت و رسالت کا سورج طلوع نہ ہوتا تو آسمانوں کا سورج بھی نہ ہوتا۔ اگر یہ نور ہے آفتاب کا تو صدقہ اسی عالی جناب کا اگر وجود کا ماہتاب کا تو بھی وسیلہ ہے رسالت مآب کا، پڑھیئے علامہ نبہانی علیہ رحمۃ الوہاب کا۔ **و لا الطول و لا العرض۔** اور نہ لمبائی کو نہ چوڑائی کو **و لا وضع ثواب و لا عقاب۔** اور نہ ثواب، عذاب کا تقرر ہونا **و لا خلقت جنۃ و لا نارا۔** اور نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ دوزخ کو پیدا۔ **و لا شمسا و لا قمرا۔** اور نہ سورج کو پیدا کرتا اور نہ چاند کو پیدا کرتا۔[3]

باعث تخلیق کائنات:

صحابیٔ رسول حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام حضور جان کائنات ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کا رب عزوجل فرماتا ہے کہ اگر میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے تو آپ (ﷺ) کو اپنا حبیب بنایا ہے، میری مخلوق میں آپ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی بھی عزت والا نہیں۔ **و لقد خلقت الدنیا و اھلھا لا عرفھم کرامتک و منزلتک عندی۔** یعنی میں نے دنیا اور دنیا والوں

[1](کاروان قمر جنوری ۲۰۱۶ ص ۳۱، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۳ ص ۳۷۷ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)
[2](حدائق بخشش حصہ دوم ص ۷۲-۷۳ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)
[3](جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ج ۲ ص ۴۴۶ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، من جواھر ابن حجر ج ۲ ص ۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت)

کو اس لئے پیدا کیا کہ ان کو آپ (ﷺ) کے مقام و مرتبہ کی پہچان کراؤں اور بتاؤں کہ میرے نزدیک آپ کا کیا مرتبہ اور مقام ہے۔ **ولولاک ماخلقت الدنیا**۔ اور اگر آپ (ﷺ) نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔[1]

کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر:

مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ہجری ۱۱۲۷ حدیث قدسی لکھتے ہیں کہ: خالق مصطفیٰ جل وعلا نے اپنے پیارے مصطفیٰ ﷺ سے ارشاد فرمایا: **لولاک یامحمدماخلقت الکائنات**۔ یعنی اے محمد ﷺ! اگر تم نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا ہی نہ کرتا۔[2]

دوسرے الفاظ یوں ہیں:

لولاک لماخلقت الافلاک۔ محبوب پیارے (ﷺ)! اگر تو نہ ہوتا میں ہفت افلاک کو بھی پیدا نہ کرتا۔[3]

نوٹ: دیوبندی علماء کی بھی ایک کثیر تعداد نے حدیث لولاک یعنی مندرجہ بالا حدیث لکھی ہے چند ایک حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔[4]

---

[1] (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲ ص ۲۳۶ دارالفکر بیروت/تہذیب تاریخ دمشق ج ۱ ص ۳۲۳ دارالمہرہ، سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۷۵ دارالکتب العلمیہ، المواھب اللدنیہ ج ۱ ص ۵۳ مقصدالاول فی تشریف اللہ تعالیٰ...فریدبک سٹال لاھور، مصابیح السیرۃ المحمدیۃ ص ۱۲۱-۱۲۰ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۴۶۵ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاھور، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۲ ص ۲۶۹ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، الانوار المحمدیۃ من المواھب اللدنیہ المقصدالاول ص ۱۴-۱۵ حقیقت کتابوی ترکی استنبول)

[2] (جواھر البحار ج ۲ ص ۳۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت، تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۲۰۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

[3] (کاروان قمر جنوری ۲۰۱۶ء ص ۳۱، روح البیان فی تفسیر القرآن ج ۹ ص ۴۹۴ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، روح البیان فی تفسیر القرآن ج ۶ ص ۱۶۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، مکتوبات امام ربانی ج ۲ دفتر ۳ رقم المکتوب ۱۲۲ ص ۵۶۰ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاھور، روح البیان فی تفسیر القرآن ج ۵ ص ۵۳۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، شرح شفاء ج ۱ ص ۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، انیس الجلیس ص ۱۳۵ اویسی بک سٹال گوجرانوالہ پاکستان، مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۲۱۹ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاھور، عصیدۃ الشھدۃ شرح قصیدۃ البردۃ ص ۱۷ نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب کراچی، الزبدۃ شرح قصیدۃ بردہ ص ۸۳ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاھور شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین ص ۱۸۶ دارالاشاعت کراچی، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۱ ص ۳۴۸ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۲ روح البیان ص ۳۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۳ ص ۴۳۳ من جواھر سیداحمدعابدین دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۴ ص ۲۱۰ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۱ ص ۲۷۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، کشف الخفاء، تحت حرف اللام ج ۲ ص ۱۹۴ قدیمی کتب خانہ کراچی، مجموعہ رسائل لکھنوی الآثار المرفوعہ ج ۵ ص ۳۳ انتشارات شیخ الاسلام احمدو جام)

[4] (فتاویٰ رشیدیہ حصہ ۲ ص ۱۳۴ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی پاکستان، الشھاب الثاقب ص ۴۷ کتب خانہ رحیمیہ یوبندسھارن پور بھارت، براھین القاطعہ افادات شاہ عبدالغنی پھولی نوری مرتب حکیم محمداختر ص ۱۱۰ کتب خانہ مظھری کراچی، صدائے محراب ج ۱ ص ۳۳۴ ادارہ تالیفات ختم نبوت لاھور، ۶۳ نکات میلادالنبی ص ۳۵ ادارۃ نشریات اھلسنۃ جامعہ ابی صدیق عمر کالونی کبیروالا، شرف المصطفیٰ ص ۲۳ شعبہ نشرواشاعت مجلس صیانۃ مسلمین ھارون آباد بھاولنگر، تقاریر اسعدمحمود مکی ص ۱ مرکز الشیخ زکریا فیصل آباد، مضامین ومقالات عبدالحکیم سکھروی ص ۳۴۲ ادارۃ المعارف کراچی، احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۴ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ملفوظات محدث کشمیری ص ۱۸۴ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، باادب بانصیب ص ۳۷ مکتبہ الفقیر فیصل آباد، فضل الرحمٰن دھرم کوٹی بھارستان شرح اردو بوستان ص ۲۵ مکتبۃ المصباح لاھور)

حضرت شیخ الحدیث محمد نصر اللہ خان نوراللہ مرقدہ جعل الجنۃ مثواہ بحرمۃ سید الانبیاء والمرسلین مقدمہ عید میلا دالنبی ﷺ میں لکھتے ہیں کہ:

اسعدک اللہ تعالیٰ بدانکہ آن صاحب تاج لولاک سید الارض والافلاک وما فیھن شہنشاہ کونین سرور دارین وہ ذات ہے جو ہر ذات سے برتر۔ اس کی ہر ہر صفت کونین کی تمام صفات سے اعلیٰ اور ہر عیب و شین سے منزہ ومبراء ہے کائنات کے کل فضائل اعلیٰ وکمالات بالا کا منبع و سرچشمہ ساری خدائی کا مرجع ومنشاء ہے ہر زین سے مزین وپیراستہ اور تمام اخلاق جمیلہ سے آراستہ وشائستہ ہے آپ ہی وہ انسان کامل ہیں جس کو خالق عالم اپنی جمال ذات واپنی تمام صفات جلال وجمال کا مظہر اتم بلکہ شفاف آئینۂ اُفحم گردانا ہے۔ پوری خدائی کو آپ ﷺ ہی کی خاطر ہستی پر ظاہر فرمادیا ہے۔ پس فیض وہدایت عرفان ودلالت میں ہر ایک شیئے آپ ﷺ کی محتاج رہی کہ خالق عالم نے جس کو جو بھی عطا کیا یا جو بھی جس سے لے لیا یہ سب آپ ﷺ ہی کیلئے کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حضرت ﷺ سے نبیوں کو نبوت ملی آپ ﷺ کی خاطر ولیوں کو ولایت سے نوازا گیا آپ ﷺ کی خاطر ثواب وعقاب کی خاطر۔

غرض کہ مقصود ذات اوست دیگر جملگی طفیل، منظور نور اوست دیگر جملگی ظلام۔

کہ **لولاک لولاک لما اظھرت الربوبیۃ**۔ اے حبیب ﷺ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے اور اگر نہ ہوتے تو میں ہرگز ہرگز اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ فرماتا اور ظاہر کہ اگر ربوبیت کا ظہور نہ ہوتا تو یقیناً مربویۃ نہ ہوتی کوئی شیئے نہ ہوتی کہ ماسوی اللہ، اللہ کے مربوب ہیں خدائی کا ظہور اسی نور کی خاطر رہا ہے۔[1]

مولانا فقیر ابو الفیض ابو محمد حبیب الرحیم **"الدولۃ المدنیۃ بالمادۃ الغیبیۃ"** میں لکھتے ہیں کہ:

لولاک لما خلقت الدنیا۔

یعنی اے حبیب ﷺ اگر آپ ﷺ کو پیدا نہ کرتا تو دنیا کو بھی پیدا نہ کرتا۔

دنیا میں تحت الثریٰ تک جو کچھ بھی ہے تمام آپ ﷺ کی خاطر اور آپ ﷺ کیلئے پیدا فرمایا گیا ہے اور آپ ﷺ تمام اشیاء کی اصل اور منبع ہیں۔

---

[1] (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۸ وکذا جآء فی الحدیث القدسی حدیث الاسراء لولاک لما خلقت الافلاک) (ص ۴)

جیسے خود حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

انامن نور اللہ و کل شئی من نوری۔

میرا نور اللہ کے نور سے مخلوق ہے اور تمام اشیاء (عرش معلیٰ سے تحت الثریٰ تک) میرے نور مطہر سے ظہور میں آئے ہیں۔

یعنی تمام اشیاء میرے نور مطہر میں ودیعت رکھی ہوئی تھیں یکے بعد دیگرے ظہور میں آئیں اور جیسے حدیث قدسی میں ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: لو لاک لماخلقت الافلاک یعنی اے حبیب ﷺ اگر آپ ﷺ کو ظہور میں نہ لاتا تو آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا اور لو لاک لمااظھر ربوبیة۔ یعنی اور اے حبیب ﷺ اگر آپ ﷺ کو پیدا نہ فرماتا تو اپنی خدائی کو ظہور میں نہ لاتا۔

علمائے دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد ﷺ کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔[1]

لو لاک لماخلقت الافلاک حدیث قدسی ہے کہ اے محبوب ﷺ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ فرماتا اس حدیث شریف کو عظیم المرتبت محدثین کرام علیہم الرحمۃ کے علاوہ دیوبندیوں کے نہایت ہی مستند مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب عطر الوردة میں درج کیا ہے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ ہی باعث ایجاد خلق ہیں کہ اول ماخلق اللہ نوری وقال اللہ تعالیٰ مخاطبا لآدم علیہ السلام لولاہ ماخلقتک وورد ایضاً لو لاک لماخلقت الافلاک۔[2]

مولوی ذوالفقار علی دیوبندی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اگر وہ حضور پر نور ﷺ نہ ہوتے تو دنیا خود عدم سے وجود کی طرف نہ آتی اور موجود نہ ہوتی خلاصہ یہ ہے کہ خود دنیا کا وجود رسول پاک ﷺ کے طفیل سے ہے۔

ہے انہیں کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار
گر وہ نہ ہوں عالم نہ ہو گر وہ نہ تھے عالم نہ تھا

شیخ الامام قدوۃ الانام شیخ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی لئے عرض کیا ہے:

وکیف تدع الی الدنیا ضرورۃ من
لو لاہ لم تخرج الدنیا من العدم

[1] (نشر الطیب ص ۱۰ مطبوعہ دیوبند)
[2] (عطر الوردہ ص ۲۴ دیوبند)

حضرت علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا ترجمہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں ۔اور کیوں کر دنیا کی طرف ضرورتیں ایسے نفس زکی کو بلاسکتی ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے اور دنیا میں جلوہ افروزی نہ فرماتے تو دنیا عدم سے منصۂ شہود پر ظاہر نہ ہوتی۔

محمد (ﷺ) کی جلوہ نمائی نہ ہوتی   تو دارین میں روشنائی نہ ہوتی

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ لولاہ لما خلق اللہ سبحانہ الخلق ولما اظہر الربوبیۃ۔ اگر حضور پرنور ﷺ کی ذات بابرکات نے اس عالم دنیا میں ظہور نہ فرمانا ہوتا تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا ہی نہ فرماتا اور نہ ہی اپنی ربوبیت کا اظہار فرماتا۔

مولوی ذوالفقار علی دیوبندی جو کہ طائفہ دیوبندیہ کے جید عالم اور مدرسہ دیوبند کے چشم وچراغ ہیں نے بھی حدیث قدسی اس طرح درج کی ہے۔لولاک لماخلقت الافلاک ولولاک لمااظہرت الربوبیۃ ۔یعنی اے میرے محبوب ﷺ !اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا ہی نہ فرماتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہ فرماتا۔

گر ارض وسما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو   یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

مولوی رشید احمد صاحب دیوبندی احسن الفتاویٰ میں لکھتے ہیں، امام شہاب الدین احمد قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شارح بخاری نے کتاب مواہب اللدنیہ میں نقل کیا ہے:

قال اللہ تعالی: یا آدم ارفع رأسک، فرفع رأسہ فرأی نور محمد-صلی اللہ علیہ وسلم-فی سرادق العرش، فقال: یارب، ما ھذا النور؟ قال: ھذا نور نبی من ذریتک اسمہ فی السماء أحمد، وفی الأرض محمد، لولاہ ما خلقتک ولا خلقت سماء ولا أرضا۔[1]

یہ روایت حضرت شیخ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی انوار محمدیہ میں لائے ہیں۔ مذکورہ دونوں کتابوں (مواہب اللدنیہ اورانوار محمدیہ) میں حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تابعی کا قول منقول ہے۔ حضرت کعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تورات و انجیل کے بھی بڑے عالم تھے اور قرآن وحدیث کے بھی بڑے ماہر تھے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

ان آدم وجمیع المخلوقات خلقوا لاجل محمد ﷺ رواہ البیہقی۔

---

[1] (احسن الفتاوی ص ۴۸۵، المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ ج ۱ ص ۴۷ المکتبۃ التوفیقیۃ، القاھرۃ-مصر)

حق تعالیٰ حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے: لولاک لما اظہرت الربوبیۃ۔

(دیوبند کے) حضرت حکیم الامت الشاہ اشرف علی تھانوی نشر الطیب میں تحریر کرتے ہیں:

عن عمر الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی ﷺ قال اللہ تعالیٰ لآدم یاآدم لولا محمد ما خلقتک رواہ حاکم وصححہ البیہقی والطبرانی۔ قال اللہ تعالیٰ یاآدم لولا محمد ﷺ ما خلقتک وھو آخر الانبیاء۔[1]

علامہ امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مواہب اللدنیہ ج ا میں لکھتے ہیں:

عن ابی الشیخ والحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اوحی اللہ تعالیٰ الی عیسی بن مریم علیہ السلام ۔یاعیسیٰ! لولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنۃ ولا النار وروی الحاکم مثلہ وصححہ ورواہ السبکی والبلقینی، قال اللہ تعالیٰ وعزتی وجلالی لولا محمد ما خلقت عرشا ولا کرسیا ولا سمآء ولا ارضا ولا جنۃ ولا نار اولا لیلا ولا نہار او ما خلقت جمیع الاشیاء الا اکراما للذی سمیتہ محمدا ﷺ۔ (مولد النبی ﷺ للقطب الربانی الشیخ عبدالرحیم البرعی) ھذا ما ظہر لی فی ھذا الباب۔[2]

حدیث لولاک کی تحقیق:

حدیث لولاک لما خلقت الافلاک اگرچہ اس حدیث کے الفاظ کے بارے میں محدثین حضرات نے کلام کیا ہے لیکن معنیٰ و مضمون کے اعتبار سے یہ ثابت ہے اور ایک حقیقت نفس الامر ہے جو کہ دوسری روایات سے ثابت ہے اور جن علماء سے انکار منقول ہے وہ بھی الفاظ ہی کے بارے میں ہے معنیٰ کے بارے میں نہیں ہے چنانچہ خود ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ اگرچہ علامہ صنعانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے موضوع کہا ہے لیکن معنیٰ کے اعتبار سے ثابت ہے حدیث لولاک لما خلقت الافلاک قال الصنعانی انہ موضوع کذا فی الخلاصۃ لکن معناہ صحیح فقدروی الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعا اتانی جبریل فقال یا محمد لولاک ما خلقت الجنۃ ولولاک ما خلقت النار وفی روایۃ ابن عساکر لولاک ما خلقت الدنیا۔[3]

وفی حدیث سلمان عند ابن عساکر قال: «ھبط جبریل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم- فقال: إن ربک یقول: إن کنت اتخذت إبراھیم خلیلا، فقد اتخذتک حبیبا، وما خلقت خلقا أکرم علی منک، ولقد خلقت الدنیا وأھلھا لأعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی، ولولاک ما خلقت الدنیا۔[4]

---

[1] (الدرر النظیم فی مولد النبی الکریم ﷺ)

[2] (احسن الفتاویٰ ص ۴۸۶)

[3] (موضوعات کبیر ص ۵۹ حرف اللام)

[4] (مواھب اللدنیا ج ا ص ۸۳ بحوالہ فتاویٰ حقانیۃ اکوڑہ خٹک ج ۲ ص ۲۰۳)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَوْحَى اللّٰهُ إِلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا عِيسَى آمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَأْمُرْ مَنْ أَدْرَكَهُ مِنْ أُمَّتِكَ أَنْ يُؤْمِنُوا بِهِ فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ فَسَكَنَ۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی اے عیسیٰ علیہ السلام !ایمان لا محمد ﷺ پر اور تیری امت سے جو لوگ ان کا زمانہ پائیں انہیں حکم کر کہ ان پر ایمان لائیں کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا نہ جنت دوزخ بناتا جب میں نے عرش کو پانی پر بنایا اسے جنبش تھی میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا پس ٹھہر گیا۔[1]

شیخ المشائخ استاذ العلماء والمجاہدین بقیۃ السلف مناظر اسلام محمد لعل الرحمٰن صاحب نے اپنی کتاب التجلیات الرحمانیۃ فی معادن الحقائق الاسلامیہ میں بہت زیادہ تحقیق فرمائی ہے۔ اس کا مطالعہ کریں تاکہ سب شکوک و شبہات ختم ہو جائیں۔[2]

حقیقت محمدی ﷺ اور تعین اول "حب"

فقیر صدیق احمد القریشی الہاشمی الدیوبندی شفاء القلوب میں لکھتے ہیں کہ سلوک کی کتابوں میں تعین حبی کا لفظ کثرت سے استعمال ہوا ہے چنانچہ سالکین کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ تعین حبی کے کیا معنی ہیں۔ اگر سالکین تعین حبی کو سمجھ لیں تو یہ بات بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ حقائق انبیاء علیہم الصلاۃ والتسلیمات کے ان اسباق کا تعلق حب سے کیوں ہے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ نے دفتر اول مکتوب نمبر ۸۵ میں فرمایا ہے کہ ان چیزوں میں سے جن کا جاننا ضروری ہے یہ ہیں کہ ہمارے نزدیک تعین کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حق تعالیٰ عزوجل نیچے اتر آیا۔ پس وہ حب یا وجود ہو گیا بلکہ تعین کے معنی صدور (ظہور) کے ہیں کیونکہ وہ تنزیہ کے زیادہ لائق ہے اور انبیاء کرام کی زبان کے زیادہ مناسب ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ دفتر سوم مکتوب ۲۲ میں فرماتے ہیں کہ حقیقت محمدی ﷺ جو کہ حقیقۃ الحقائق ہے، اس کے متعلق مراتب ظلال طے کرنے کے بعد اس فقیر پر منکشف ہوا ہے کہ وہ تعین اور ظہور حبی ہے جو مبداء ظہورات اور تمام مخلوقات کی پیدائش کا منشاء ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہے:

کنت کنز امخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔

یعنی میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔[3]

---

[1] (المستدرک للحاکم کتاب التاریخ کان رسول اللہ ﷺ اجود الناس بالخیر دار الفکر بیروت ج ۲ ص ۶۱۵)

[2] (ص ۲۶۸) التجلیات الرحمانیۃ فی معادن الحقائق الاسلامیہ

[3] (کشف الخفاء ص ۱۲۶)

سب سے پہلی چیز جو اس پوشیدہ خزانے سے ظہور کے میدان میں جلوہ گر ہوئی وہی حب ہے جو مخلوق کی پیدائش کا سبب بنی اگر یہ حب نہ ہوتا تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں راسخ اور مستقر رہتا حدیث قدسی لو لاک لما خلقت الافلاک۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں زمین وآسمان کو پیدا نہ کرتا (کشف الخفاء ص ۲۱۴۳) کے راز کو جو کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوۃ والتسلیمات کی شان میں واقع ہے اس جگہ تلاش کرنا چاہیئے۔ اور لو لاک لما اظهرت الربوبية۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا[1] کی حقیقت اس مقام میں طلب کرنی چاہیے تمام تعینات کے مبادی اعتبارات ہوتے ہیں ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سب سے پہلا اعتبار کون سا ظاہر ہوا۔ چنانچہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ خدا کا پہلی بار مخلوق کو پیدا کرنے کا علم تعین اول ہے۔ دیگر حضرات نے فرمایا کہ ارادۂ تخلیق تعین اول ہے لیکن امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ عجیب بات فرماتے ہیں کہ حب یعنی یہ چاہنا کہ میں پہچانا جاؤں تعین اول ہے اور یہ سب سے پہلا اعتبار ہے جو ظاہر ہوا اب جب اللہ تعالیٰ نے ظہور فرمایا تو سب سے پہلے نور محمدی ﷺ کی تخلیق ہوئی۔ شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ہے حب ذاتیہ تمام کمالات کا سبب وآغاز ہے۔ پھر دوسرا اعتبار جب اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا وہ وجودی ہے جو ایجاد کا مقدمہ ہے اس لئے تعین وجودی تعین حبی کا ظل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا (الاحزاب۷)

ترجمہ: اور جب ہم نے تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والتسلیمات سے عہد لیا اور آپ ﷺ سے اور اس طرح نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے۔" اس آیت کریمہ میں عالم ارواح کی ترتیب میں آپ ﷺ کو سب پر مقدم کیا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش سب سے پہلے ہوئی ہے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کنت اولا النبيين فى الخلق وآخرهم فى البعث۔ تخلیق کے اعتبار سے میں سب سے اول ہوں اور بعثت کے اعتبار سے میں سب سے آخری نبی ہوں۔[2]

ایک اور حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا:

لو لاک لما خلقت الافلاک ولما اظهرت الربوبية۔

[1] (کشف الخفاء ص ۴۱-۴۳)

[2] (کشف الخفاء ص ۲۰۹)

"اے محمد ﷺ! اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں یعنی عالم کو پیدا نہ کرتا اور ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا"۔[1]

اعتراض:

یہ حدیث تو موضوع ہے صنعانی نے اسے موضوع قرار دیا ہے اور علامہ علی قاری نے لکھا ہے۔

جواب :

ہمارے پاس علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری کی کتاب کے تین نسخے ہیں ایک عربی، ایک دیوبندی، ایک غیر مقلدین کا ترجمہ۔ آیئے ہم اصل عبارات و ترجمہ نقل کرتے ہیں جس سے حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔

چنانچہ عظیم حنفی محدث علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری لکھتے ہیں:

لولاک لما خلقت الافلاک....قال الصنعانی انہ موضوع کذا فی (الخلاصۃ) لکن معناہ صحیح۔[2]

دیوبندی ترجمہ: علامہ صنعانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے البتہ اس کا مضمون صحیح ہے۔[3]

اہلحدیث ترجمہ: صنعانی کہتے ہیں کہ یہ موضوع ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے لیکن اس کا معنیٰ صحیح ہے۔[4]

دیکھئے ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب کی مکمل عبارت مع ترجمہ آپ کے سامنے ہے اس میں صرف ایک علامہ صنعانی جن کا نام بھی ذکر نہیں کیا کے حوالے سے لکھا کہ وہ موضوع کہتے ہیں۔ ملا علی قاری نہیں، بلکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو اس کا دفاع کیا اور کہا کہ معنًا یہ صحیح ہے علامہ علی قاری نے اپنی دوسری کتابوں میں علامہ صنعانی کا قول ذکر کے اس کی حدیث کو معنًا صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو علامہ علی قاری، شرح شفاء اور الزبدۃ العمدۃ۔

بلکہ علامہ علی قاری نے تو موضوعات کبیر میں اس کو معنوی طور پر صحیح قرار دے کر اس کی تائید میں حدیث مرفوع ذکر کی ہے۔

چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

فقدروی الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعا اتانی جبریل فقال یا محمد (ﷺ) لولاک ما خلقت الجنۃ و لولاک ما خلقت النار۔

---

[1] (کشف الخفاء ص ۲۱-۲۳، شفاء القلوب ص ۵۳۴، غیاث اللغات مع منتخب اللغات وچراغ ہدایت مولانا محمد غیاث الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لولاک حدیث قدسی کھاھے۔ص ۶۱۹)

[2] (موضوعات کبیر ص ۱۹۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

[3] (موضوع روایت ص ۱۲۲ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

[4] (موضوعات کبیر اردو ص ۲۶۵ نعمانی کتب خانہ لاہور)

ترجمہ : نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اے محمد ﷺ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو نہ میں جنت پیدا کرتا نہ دوزخ۔[1]

ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔[2]

نوٹ: دیوبندی ترجمہ میں اس حدیث کو نکال دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔[3]

میں کہتا ہوں کہ جن احادیث سے حدیث لولاک کی تائید ہوتی ہے کیا نا معلوم صنعانی کے کہنے پر ان کو ٹھکرا دیا جائے گا؟ تین روایات حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اور ایک حدیث حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی اور دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی حدیث کو مرفوعہ قرار دیا ہے اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اس کے مرفوع ہونے کو بیان کیا۔ اب مرفوع کسے کہتے ہیں؟ تو پڑھئے اس پر ضمناً دو حوالہ جات۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ مرفوع وہ حدیث ہے کہ جس کی نسبت خاص طور پر حضور اکرم ﷺ کی طرف کی جائے اور آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور پر اس کا اطلاق نہ ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ روایت جس میں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کل کائنات ﷺ کا فعل مبارک یا آپ ﷺ کا قول مبارک بیان کرے۔[4]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جس حدیث کی سند حضور اکرم ﷺ تک پہنچے وہ مرفوع ہے۔[5]

تو جس حدیث کی تائید حدیث اور حدیث مرفوع سے ہو رہی ہو اس کو موضوع قرار دینا اور وہ بھی ایک صنعانی کے کہنے پر، یہ کوئی علمی دیانت داری ہے نہ حدیث رسول ﷺ سے وفاداری۔ آیئے! ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی بھی ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ اللہ کریم نے اپنے نبی علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

یامحمد! وعزتی وجلالی لولاک ماخلقت ارضی وسمائی ولا رفعت ھذہ الخضراء ولا بسطت ھذہ الغبراء۔

ترجمہ: اے محمد ﷺ! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم، اگر تم نہ ہوتے تو نہ میں زمین کو پیدا کرتا اور نہ آسمان کو نہ میں یہ سبز چھت سجاتا اور نہ میں فرش زمین بچھاتا۔

---

[1] (الاسرار المرفوعۃ فی احادیث الموضوعۃ ص ۲۹۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)
[2] (موضوعات کبیر اردو ص ۲۶۵ اھلحدیث ترجمہ نعمانی کتب خانہ لاھور)
[3] (موضوع روایات ص ۱۲۲ مکتبہ رحمانیہ لاھور)
[4] (تدریب الراوی ص ۹۴ قدیمی خانہ کراچی)
[5] (مقدمہ اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۲۸ فرید بک سٹال لاھور)

اسے شیخ الاسلام بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں عبد الرحمن بن عبد اللہ بن محمد بن احمد، ابو القاسم بن طالب العرفی کے مولد سے اور ابن سبع اپنی کتاب شفاء الصدور میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے۔[1]

حدیث لولاک کو موضوع کہنے والے اور سن کر سیخ پا ہونے والے حضرات کے اس تبصرہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت علامہ حافظ محمد انوار اللہ قادری چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صدر الصدور حیدر آباد دکن، انڈیا لکھتے ہیں :

یہاں معلوم کرنا چاہیئے کہ آج کل جو غل مچ رہا ہے کہ لولاک لماخلقت الافلاک، حدیث موضوع ہے۔ یہ تسلیم بھی کیا جائے تو جرح کو اس سے کیا فائدہ؟ زمین، دریا، جنت، دوزخ، ثواب، عقاب، جملہ آدمیوں کے جد بزرگوار بلکہ ساری دنیا جب بدولت آنحضرت ﷺ کے پیدا ہوئی تو افلاک کیا چیز ہیں؟ دیکھ لو! جنت، دوزخ بدولت آنحضرت ﷺ کے پیدا ہونے کی حدیث کو حاکم، دیلمی، سبکی، بلقینی، نے روایت کیا ہے اور زمین و دریا پیدا ہونے کی حدیث کو ابن سبع اور غرفی نے، اور دنیا طفیلی ہونے کی حدیث کو ابن عسا کرنے اور ثواب و عقاب کی حدیث کو ابن سبع و عرفی نے اور خلق آدم علیہ السلام کی حدیث کو طبرانی، حاکم، بیہقی، ابن عساکر، ابو نعیم، ابو الشیخ، بلقینی اور سبکی نے روایت کیا ہے۔[2]

خود دیوبندی علماء بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ حدیث معناً صحیح ہے:

مولوی خیر محمد جالندھری نے بھی لکھا ہے، ملاحظہ ہو:[3]

مفتی محمود نے بھی تسلیم کیا ہے، ملاحظہ ہو:[4]

مفتی عبد الحکیم سکھروی نے بھی اسے معناً صحیح تسلیم کیا، ملاحظہ ہو:[5]

معلوم ہوا کہ اس حدیث شریف کو لے کر موضوع کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں کو کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ ہاں البتہ ان کے بغض باطنی کا اظہار ضرور ہو جائے گا کہ اس بہانے سے وہ عظمت مصطفیٰ ﷺ کا انکار کرنا چاہتے ہیں۔

---

[1] (زرقانی ،مصابیح السیرۃ المحمدیۃ، ج ۱ ص ۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، سبل الھدیٰ والرشادفی سیرۃ خیر العباد، ج ۱ ص ۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، ھارون دیوبندی خصوصیات مصطفیٰ ﷺ ج ۱ ص ۴۵۳ دار الاشاعت کراچی، انسان المفھون فی سیرۃ الامین المامون ج ۱ ص ۳۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

[2] (انوار احمدی ص ۵۳-۵۴ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاھور، پاکستان)

[3] (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۶۷ مکتبہ امدادیہ ملتان)

[4] (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۸۲-۸۴)

[5] (مقالات و مضامین مفتی عبد الحکیم سکھروی ص ۲۴۳ ادارۃ المعارف کراچی)

اعتراض:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ "میں نے جنوں اورانسانوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے،،اور تم کہتے ہو کہ نبی پاک ﷺ کیلئے پیدا کیا ہے، تو تمہارا یہ مؤقف اور یہ احادیث موضوع ہیں کیونکہ قرآن کریم کے معارض ہیں۔

جواب:

اس اعتراض کے کئی جوابات ہیں،سب سے پہلے ہم علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جواب نقل کرتے ہیں پھر ہم اپنے جوابات عرض کریں گے، چنانچہ علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ:

یہ احادیث قرآن کریم کی اس آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنسَ اِلَّا لِیَعْبُدُونِ (الذریت ۵۶) کے خلاف نہیں ہیں، اگر یہ بات ہے تو پھر وہ کتنے کثیر تعداد انسان اور جنات ہیں جو عبادت نہیں کرتے تو کیا یہ اس آیت کے خلاف نہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے دن کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ یہ آیت مؤمنین کے ساتھ خاص ہے اوراحادیث مبارکہ پوری مخلوق کو شامل ہیں لہٰذا قرآن کے معارض نہیں ہیں۔[1]

راقم الحروف کا پہلا جواب:

ایک ہوتی ہے علت غائبہ اورایک علت باعثہ،انسانوں اور جنات کو عبادت کیلئے پیدا کرنا علت غائبہ ہے یعنی ان کی تخلیق کی غرض وغایت عبادت خداوندی ہے اوراس کا باعث ہے وجود بامسعود صاحب مقام محمود و محبوب رب ودود لہٰذا قرآن وسنت میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

دوسرا جواب:

ضروری نہیں کہ ایک کام کا ایک ہی سبب ہو،ایک کام کے دو سبب بھی ہوسکتے ہیں اور تخلیق کائنات کے بھی دو سبب ہیں غرض وغایت کے طور پر عبادت اوراس کا باعث بنی ذات مصطفیٰ کریم ﷺ۔ہم انسان بھی بعض اوقات ایسے کام کرتے ہیں کہ ان کے پیچھے کئی کئی اغراض ومقاصد ہوتے ہیں تو جب انسان کے کسی کام کے دو مختلف سبب ہوسکتے ہیں تو اس رب العلمین واحسن الخالقین کے کسی فعل کے دو سبب کیوں نہیں ہوسکتے؟

---

[1] (مصابیح السیرۃ المحمودیۃ ج ۱ ص ۸۸ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

اظہار ربوبیت اور شان احمدیت:

حضرت سیدنا مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث قدسی نقل کرتے ہیں:

لولاک لما اظہرت الربوبیۃ۔

ترجمہ: اے محبوب! اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔[1]

ہوسکتا ہے کہ کسی صاحب کی توحید جوش آئے اور وہ کہہ دے کہ جی ان احادیث کی حیثیت کیا ہے؟ یہ بھی موضوع ہے۔ تو ہم گزارش کریں گے کہ یہ حدیث حضور مجدد پاک نے نقل کی ہے اور مجدد پاک کی علمی جلالت مسلمہ ہے لیکن ہم پھر اتمام حجت کے طور پر ایک دو حوالہ جات عرض کئے دیتے ہیں۔

دیوبندی مکتبہ فکر کے "مناظر" مولوی منظور نعمانی نے مجدد صاحب کے متعلق یوں لکھا ہے:

"امت کے ابتدائی دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں سے تجدیدی نوع کی خدمات لیں ان میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کارنامہ بہت ممتاز ہے۔ اسی طرح اخیر دور میں (جس کا آغاز ہزارہ دوم (الف ثانی) کے آغاز سے یعنی رسول اکرم ﷺ کی وفات پر ایک ہزار سال گزرنے کے بعد ہوتا ہے) امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دین کی تجدید و حفاظت اور احیاء شریعت کا جو کام ہمارے اس ملک میں ہی لیا وہ اسلام کی پوری تاریخ میں ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے اور اسی وجہ سے ان کا لقب مجدد الف ثانی ایسا مشہور ہو گیا ہے کہ بہت سے لوگ ان کا نام بھی نہیں جانتے صرف مجدد الف ثانی کے معروف لقب ہی سے ان کو پہچانتے ہیں۔"[2]

مزید یوں لکھتا ہے کہ آپ سے پہلے جس قدر مجدد صدیوں کے گزرے ہیں کوئی مجدد دین کے تمام شعبوں کا مجدد نہیں ہوا بلکہ خاص خاص شعبوں کے مجدد ہوتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک وقت میں کئی مجدد نظر آتے ہیں کوئی علم حدیث کا کوئی فقہ کا پھر اس میں بھی پھر اس میں بھی کوئی فقہ حنفی کا مجدد ہے۔ کوئی فقہ شافعی کا کوئی علم کلام کا مجدد اور کوئی سلوک و احسان کا لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کیلئے خاص رکھی کہ آپ دین کے تمام شعبوں کے مجدد ہیں۔[3]

---

[1] (مکتوبات امام ربانی ج ۲ دفتر ۳ مکتوب ۱۲۲ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، جواہر البحار ج ۲ ص ۲۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

[2] (تذکرہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۲۰-۲۱ دار الاشاعت کراچی)

[3] (تذکرہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۲۷۶)

دیوبندی مکتبہ فکر کے مفتی و علامہ ولی حسن ٹونکی دیوبندی نے لکھا ہے:

راقم الحروف کی رائے ہے کہ اگر حضرت مجدد اپنے تجدیدی اور اصلاحی کارناموں سے ہندوستان کے مسلمانوں کی خدمت نہ فرماتے تو آج ہندوستان کے مسلمانوں کی وہی حالت ہوتی جو چین کے مسلمانوں کی ہے۔[1]

دیوبندی مولوی روح اللہ غفوری نے حضرت مجدد پاک کے متعلق لکھا ہے:

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ باقویہ کے بانی ہیں، فرماتے تھے، شیخ احمد (امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ایک آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اس کی روشنی میں گم ہو جائیں۔ آسمان کے نیچے ان کی نظیر نہیں ،ان جیسے اس امت میں چند ہی بزرگ گزرے ہیں جو آپ کی زیارت کرتا بے اختیار کہتا۔ ''فتبارک اللہ احسن الخالقین''۔[2]

امت کے جلیل القدر مجدد حدیث لکھ رہے ہیں کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو رب کریم عزوجل اظہار ربوبیت نہ فرماتا اور لوگوں کو افلاک کی پریشانی ہو رہی ہے۔

کنز مخفی اور شان مصطفوی ﷺ:

رب محمد جل وعلا و ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق''۔

ترجمہ: میں ایک چھپا ہوا خزانہ پس مجھے محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو مخلوق کو پیدا کیا۔[3]

خالق کائنات نے اپنی پہچان کیلئے مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق میں سب سے قبل اپنے محبوب کے نور اور روح کو پیدا فرمایا۔

انبیاء سے عالم ارواح میں عہد لیا عالم ارواح میں محبوب علیہ السلام کی نبوت کے چرچے فرمائے اور انبیاء کرام ورسولان عظام علیہم السلام، عارفین، کاملین، صالحین، صدیقین بلکہ کل عالمین کو بتا دیا کہ لوگو!

هر شئے خدا نے بنائی اے سوہنے مدنی دے واسطے
دو جگ دی کھیڈ رچائی اے سوہنے مدنی دے واسطے

حضور شہنشاہ حسینان عالم ﷺ کی شان لولاک کا تذکرہ کرتے ہوئے امام بوصیری عرض کرتے ہیں:

و کیف تدعوا الی الدنیا ضرورۃ من
لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم

کہا کرے مائل ضرورت ان کو دنیا کی طرف
گر نہ ہوتے آپ تو دنیا بھی ہوتی کالعدم

---

[1] (تذکرہ اولیاء پاک و ھند ص ۱۳۹ بار اول دسمبر ۱۹۹۹ء، ادارہ اسلامیات لاھور)

[2] (بزرگان نقشبندیہ کو خواب میں زیارت نبی ﷺ ص ۱۴۱ ، اشاعت دوم جنوری ۲۰۱۰ء مکتبہ عمر فاروق کراچی)

[3] (تفسیر روح البیان، ج ۶ ص ۱۶ تحت الآیۃ سورۃ الحج ۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۴ ص ۲۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ المقاصد الحسنۃ باب الکاف ص ۳۷۷ رقم الحدیث ۸۳۶ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعۃ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۶۹۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

تراعــز لولاکـــــ تمکیں بــس است	ثنــائے توطٰہٰ ویٰسٓ بــس است
آپ (ﷺ) کو بطور مرتبہ عزت لولاک کافی ہے	آپ (ﷺ) کی تعریف میں طٰہٰ ویٰسین کافی ہے

صلاح بن مبارک بخاری فرماتے ہیں:

خواجہ ٔ لولاکـــــ و ســلطان رســل	مقتــدا اور ہنمــائی جزو کل (ﷺ)

امام اہلسنت امام عشق و محبت تاجدار بریلی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا خوب لکھتے ہیں:

ہوتے کہاں خلیل وبنا کعبہ و منیٰ	لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

اقبال سہیل نے کہا:

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا	تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح و قلم نہ ہوتا
یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی جو وہ امام امم نہ ہوتا	زمین نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

ظفر علی خان نے کہا:

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو	یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ سیاروں میں

شورش کاشمیری دیوبندی کہتا ہے:

جب دوش پہ گیسو کھلتے ہیں، واللیل کی شرحیں ہوتی ہیں	لولاک لما کے سانچے میں اک نور مجسم ڈھل کے رہا

مولوی طالوت دیوبندی کہتا ہے:

ادب سے سر جھکاؤ مالک لولاک آتے ہیں	ردائے انما اوڑھے نبی پاک آتے ہیں (ﷺ)[1]

صلی اللہ علی النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

[1] (ماھنامہ حق چاریار، ج۳ شمارہ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۹۰ء بیک ٹائٹل)

(۲) باب نمبر دو: جشن عید میلاد النبی ﷺ منانے کا بیان

عید میلاد النبی ﷺ نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ کے دن کو کہا جاتا ہے کیونکہ ہر وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت نصیب ہو عید یعنی خوشی و مسرت ظاہر کرنے کا دن ہے جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (المائدۃ ۱۱۴)

عیسیٰ ابن مریم نے عرض کی اے اللہ اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلے پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

بنی اسرائیل پر آسمان سے تیار شدہ کھانا (من و سلویٰ) اترنے کا دن عید ہو کیونکہ یہ من و سلویٰ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے تو پھر نبی رحمۃ للعلمین ﷺ کی پیدائش کا دن مسلمانوں کیلئے عید کا دن کیوں نہ ہو جب کہ وہ تمام کی جان اور سب سے بڑی نعمت ہیں۔

اس لئے علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب جواہر البحار میں فرمایا:

فرحم اللہ امرءا اتخذ لیالی شهر مولده المبارک اعیاداً۔

پس اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے آپ ﷺ کے مولد پاک کے مہینہ کی راتوں کو عید کے طور پر منایا۔

علامہ نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علاوہ دیگر علمائے اسلاف نے بھی میلاد النبی ﷺ کے شب و روز کو عید قرار دیا کیوں کہ کسی کو بھی اس حقیقت میں شک نہیں کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت بلکہ نعمتوں کی اصل اور جان ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ انہیں کے صدقے میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمتوں سے نوازتا ہے۔

وہ نعمت ہیں:

۱۔ حضور علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہونا قرآن کریم کی دیگر آیات کے علاوہ اس آیت میں بھی واضح ہے۔

آپ ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے کہ:

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ (الانبیاء ۱۰۷)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے کہ رحم کرنے والا زندہ ہو مردہ نہ ہو کیونکہ مردہ رحم نہیں کر سکتا بلکہ وہ تو رحم کا طالب و مستحق ہوتا ہے لہذا اگر حضور خاتم النبیین ﷺ معاذاللہ زندہ نہ ہوں تو وہ رحمۃ للعلمین نہیں ہو سکتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ

رحم کرنے والے کاصرف زندہ ہو ناکافی نہیں بلکہ جس پررحم کرے گااس کی حالت سے باخبر ہونا بھی ضروری ہے کیوں کہ رحم کرنے والاجب تک مرحوم کے حال سے باخبر نہ ہو گااس پررحم نہیں کرسکتالہذا حضوراقدس ﷺ کاعالم ماکان ومایکون ہوناضروری ہے۔ آیت قرآنی کی روشنی میں حضور ﷺ رحمۃ للعلمین ہیں تو حضور ﷺ کواللہ تعالیٰ کے سواپوری کائنات اور پوری کائنات میں موجود تمام مخلوقات کاحال کاعلم بھی ضروری ہے کیوں کہ تمام کائنات اور مخلوقات کے حالات کو جانے بغیر حضور ﷺ رحمۃ للعلمین نہیں ہوسکتے جب کہ حضور ﷺ کارحمۃ للعلمین ہونانص سے ثابت ہے۔تیسری بات یہ ہے کہ صرف عالم یاباخبر ہونے سے بھی کسی پررحم نہیں کیاجاسکتاجب تک کہ رحم کرنے والامرحوم (جس پررحم کرناہو) تک اپنی رحمت ونعمت پہنچانے کی قدرت واختیارنہ رکھتاہو۔ چوتھی بات یہ کہ کسی پررحم کرنے کیلئے صرف قدرت واختیار بھی کافی نہیں بلکہ کسی پررحم کرنے کیلئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ رحم کرنے والامرحوم کے قریب ہواور مرحوم راحم کے قریب ہو۔چنانچہ پروردگارعالم نے اپنے محبوب کو اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِینَ مِنْ اَنفُسِهِمْ (الاحزاب ٦) کی صفت سے سرفراز فرمایاحاصل کلام یہ ہے کہ حضوراکرم ﷺ تمام عالم کے قریب اس وقت ہوسکتے ہیں کہ جب اعلیٰ درجے کے نورانی وروحانی اور لطیف ہوں چونکہ رحمۃ للعلمین ہونے کی وجہ سے ان کا تمام جہانوں سے قریب ہوناضروری ہے اس لئے ان کاروحانی،نورانی اور لطیف ہوناضروری ہواغرض اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب کی ایک صفت رحمۃ للعلمین میں مذکورہ بالاپانچوں صفات جمع فرمادیں لیکن حضور ﷺ سے بغض وعنادرکھنے والوں کے بغض وعنادکوظاہر فرمانے کے لئے تمام صفات جداگانہ بیان فرماکرخاک آلود فرمادیا۔ایک آیت سے پانچ مسئلے وضاحت کے ساتھ ثابت ہوگئے یعنی حضور ﷺ تمام عالم کیلئے رحمت فرمانے والے ہیں لہذازندہ ہیں اور تمام کائنات کے حالات وکیفیات کے عالم بھی ہیں اورساتھ ہی عالم کے ہرذرے تک اپنی رحمت اور نعمت پہنچانے کی قدرت اوراختیار بھی رکھتے ہیں اوراس کے ساتھ تمام عالم کومحیط اور تمام کائنات کی ہرشئے سے قریب بھی ہیں نیزایسے روحانی،نورانی اورلطیف ہیں کہ جس کی بناءپرآپ ﷺ کاکسی ایک چیز کے قریب ہونادوسری شئے سے بعید ہونے سے مستلزم نہیں بلکہ بیک وقت تمام افرادعالم سے یکساں قریب ہیں۔

انبیاکو بھی اجل آنی ہے ۔۔۔ مگرایسی کہ فقط آنی ہے
پھراُسی آن کے بعدان کی حیات ۔۔۔ مثل سابق وہی جسمانی ہے
رُوح توسب کی ہے زندہ ان کا ۔۔۔ جسم پُرنور بھی رُوحانی ہے
اوروں کی رُوح ہو کتنی ہی لطیف ۔۔۔ اُن کے اَجسام کی کب ثانی ہے
پاؤں جس خاک پہ رکھ دیں وہ بھی ۔۔۔ رُوح ہے پاک ہے نورانی ہے

اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح
اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
یہ ہیں حیّ ابدی ان کو رضا
صدقِ وعدہ کی قضامانی ہے[1]

۲۔نبی کریم ﷺ تمام جہانوں کو کسی نہ کسی اعتبار سے فائدہ پہنچانے کیلئے تشریف لائے تووہ چیزیں جو کسی خاص قوم یافرد کووقتی اورعارضی فائدہ پہنچاتی ہیں اگر نعمت ہو سکتی ہیں تو تمام جہانوں کیلئے رحمت بن کر تشریف لانے والے نبی کے نعمت ہونے میں کس طرح شبہ کیا جاسکتا ہے۔

وَاِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوھَا اِنَّ اللّٰہَ لَغَفُورٌ رَّحِیمٌ (النحل ۱۸)

اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کرسکو گے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس قدر بے شمار نعمتیں عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی احسان ظاہر نہ فرمایا لیکن بعثت محمد رسول اللہ ﷺ ایک ایسی عظیم نعمت ہے جس ان کے پیدا کرنے والے خدا نے خود اظہار احسان فرمایا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِینَ اِذْ بَعَثَ فِیھِمْ رَسُولاً (آل عمران ۱۶۴)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں ایک رسول بھیجا۔

ایسی عظیم نعمت کے حصول کی تاریخ کو یقیناً سب سے بڑی عید ہی سمجھنا چاہیئے اور اس دن اس نعمت عظمٰی کا زیادہ سے زیادہ ذکر کرو چرچا کرکے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہی حصول برکت ورحمت کا ذریعہ ہے کیونکہ نعمتوں سے نوازنے والا اللہ تعالیٰ یہی پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے نعمتیں حاصل کرکے خوشیاں منائیں ان نعمتوں کا اظہار کریں اور ان کا چرچا کریں۔

۳۔احادیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذات محمد رسول اللہ ﷺ نعمت الہیٰ ہے۔بطور نمونہ بخاری شریف کی ایک حدیث ملاحظہ ہو:

حدثنا الحمیدي، حدثنا سفیان، حدثنا عمرو، عن عطاء، عن ابن عباس-رضی اللہ عنھما {الذین بدلوا نعمة اللہ کفرا} قال ھم واللہ کفار قریش. قال عمرو ھم قریش ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم نعمة اللہ {وأحلوا قومھم دار البوار} قال النار یوم بدر۔

ہم سے حمیدی نے بیان کیا، ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا ، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا ، ان سے عطاء نے اور ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمانے قرآن مجید کی آیت ((الَّذِینَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا)) (ابراھیم 28) کے

[1] (جشن عیدمیلادالنبی ﷺ ص ۲)

بارے میں آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ کفار قریش تھے عمرو نے کہا کہ اس سے مراد قریش تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی نعمت تھے کفار قریش نے اپنی قوم کو جنگ بدر کے دن دارالبوار یعنی دوزخ میں جھونک دیا۔[1]

بہرحال حضور ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہونا ایک واضح حقیقت ہے جس کا انکار کوئی بھی صاحب نہیں کر سکتا اور جو کوئی انکار وہ صاحب ایمان نہیں ہو سکتا۔

شکر نعمت:

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے نعمتیں ملنے پر خوش بھی ہوں اظہار نعمت بھی کریں اور وہ نعمتوں کا شکر بھی ادا کریں۔ قرآن کریم میں ہے کہ قُلْ بِفَضْلِ اللہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُونَ (یونس ۵۸) تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیئے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔"یعنی بندے نعمتوں کے ملنے پر خوش ہوں اور وہ اظہار خوشی میں اپنا وقت اور دولت جو بھی صرف کریں گے وہ ضائع نہیں جائے گا بلکہ جس طرح دوسری نیکیوں کا بدلہ ملتا ہے اسی طرح اس نیکی کا بھی بدلہ دیا جائے گا۔ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (والضحیٰ ۱۱) اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔"جو نعمتیں قابل استعمال ہیں ان کے اظہار کا طریقہ ان کو استعمال کرنا ہے اور جو نعمتیں قابل بیان ہوں ان کے اظہار کا طریقہ ان کا ذکر اور چرچا کرنا ہے۔ حضور ﷺ نعمت اللہ ہیں۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۶۶) وَاشْکُرُوا لِلہِ اِنْ کُنتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُونَ (البقرة ۱۷۲) اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔" گویا نعمت کا شکر ادا کرنا عبادت گزار ہونے کا ثبوت ہے جو نعمت کا شکر ادا کرتا ہے در حقیقت وہی اپنی بندگی کا اعتراف کرتا ہے۔ قرآن کریم کی یہ تین آیات اس بات کا اعتراف کرنے کیلئے کافی ہیں کہ نعمت ملنے پر خوشی منانا نعمت کو ظاہر کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا خدا کی مرضی کے عین مطابق ہے اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس سے اور زیادہ انعامات نصیب ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا گیا۔ لَئِن شَکَرْتُمْ لَاَزِیدَنَّکُمْ وَلَئِن کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِی لَشَدِیدٌ (ابراھیم ۷) اگر احسان مانو گے تو میں تمھیں اور دونگا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔"یعنی اگر تم شکر کرو گے تو ہم پر اپنی نعمت زائد کریں گے تو حضور ﷺ کے یوم ولادت کو عید جاننا در حقیقت خدا کی سب سے بڑی نعمت پر خوشی ظاہر کرنا ہے اور اس دن ان کے فضائل ومناقب وکمالات کو بیان کرنا اس نعمت کو ظاہر کرتا ہے اور ان کی اطاعت وپیروی کا عزم کرنا شکر نعمت ہے اور جو مسلمان ایسا کرتے ہیں وعدۂ الٰہی کے مطابق ان کو مزید انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

[1] (صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۹۷۷)

ذکر نعمت:

قرآن کریم اس بات کو بھی ثابت کرتا ہے کہ قوم کو وہ خصوصی ایام یاددلائے جاناچاہیئے جن میں اس کو خدا کوئی خاص انعام ملاجیسا کہ ارشادربانی ہے۔ وَ ذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ (ابراھیم ۵) اور انہیں اللہ کے دن یاد دِلا۔ یہاں بات سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ہے کہ انہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے وہ خاص دن یاددلایا کریں جن میں انہیں فرعون کے ظلم وستم سے نجات ملی اوران پر من وسلویٰ نازل ہوا اوراس قسم کے دوسرے دن جن میں انہیں انعامات سے نوازا گیا یہ حکم دووجہ سے دیا گیا۔ نمبرایک اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی نعمتوں کا ذکر کیا جائے جس کیلئے موزوں ترین وقت وہی تاریخ ہے جس میں وہ نعمت ملے۔ نمبر دو اس لئے کہ بندے جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرتے اور سنتے ہیں تو وہ ان نعمتوں کی قدر بھی کرنے لگتے ہیں اورانہیں ان نعمتوں کے دینے والے سے بھی تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو جب موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی قوم سے اللہ تعالیٰ کے خاص دنوں کو یاد کرائیں تو یقیناً اس نعمت کا ذکر بھی عین مرضی الٰہی کے مطابق ہے جس کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے بلند بھی فرمایا اوراسے اپنا ہی ذکر قرار دیا۔ فرمایا گیا۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (الشرح ۴) اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت کی تفسیر سیدنا ابن عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اپنی کتاب شفاء شریف میں اس طرح نقل فرمائی:

جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک ذکرنی۔

اے نبی ﷺ میں نے آپ کو اپنا ذکر بنادیا ہے جو آپ کو یاد کرے گا گویا مجھے یاد کرے گا۔

نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہودی عاشورا کے دن روزہ رکھتے ہیں جب کچھ یہودیوں سے اس روزے کی وجہ معلوم کی گئی تو انہوں نے بتایا کہ یہ عاشورا وہ تاریخ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دلائی تو ہم اس نعمت پر شکر کرتے ہوئے یہ روزہ رکھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے یہ جاننے کے بعد فرمایا:

وحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَامًا، يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي تَصُومُونَهُ؟» فَقَالُوا: هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ، أَنْجَى اللهُ فِيهِ مُوسَى وَقَوْمَهُ، وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ، فَصَامَهُ مُوسَى شُكْرًا، فَنَحْنُ نَصُومُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ فَصَامَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ۔

ابن ابی عمر، سفیان، ایوب، عبد اللہ بن سعید بن جبیر، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس دن کی کیا وجہ ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ یہ وہ عظیم دن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات عطا فرمائی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق فرمایا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کا روزہ رکھا اس لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم زیادہ حقدار ہیں اور تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔" اس لئے آج عاشورا کا روزہ مستحب ہونا باقی ہے کسی نے اس کو حرام قرار نہیں دیا تو جب نبی کریم ﷺ نے خود سابقہ نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یاد کو باقی رکھنے اور ان کا دن منانے کی اجازت دی تو خود صاحب شریعت ﷺ کی یاد کرنا اور ان کے دن کو منانا کیسے خلاف شریعت ہو سکتا ہے۔

۱۔ نبی کریم ﷺ سے بھی یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ خود بھی اپنی پیدائش کو یاد رکھتے تھے اور اپنے بلند مقام کو ظاہر فرما کر اپنا یوم پیدائش منایا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے جب آپ ﷺ سے اس روزے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ فیہ ولدت وفیہ انزل علیّ۔ کہ اس دن میں پیدا ہوا اور اس دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔"یعنی یہ روزہ اس دن میں کسی خوبی کی وجہ سے نہیں رکھا جاتا بلکہ ان دو نعمتوں کے شکر پر رکھا جاتا ہے جو کہ پیر کے دن نصیب ہوئیں۔ (حضور علیہ السلام کی پیدائش اور نزول قرآن کی ابتداء) گویا نبی کریم ﷺ ہر ہفتہ اپنا یوم ولادت مناتے تھے تو کیا ہم ان کے غلام سال میں ایک مرتبہ بھی یہ دن نہیں منا سکتے۔

میلاد پر خوشی کا اظہار کرنے پر اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام ہوتا ہے اس پر درج ذیل واقعہ ملاحظہ ہو۔

حضور اکرم ﷺ کے ایک چچا کا نام ابو لہب تھا اس نے آپ ﷺ کی حد درجہ مخالفت کی حتیٰ کہ قرآن حکیم میں اس کی مذمت میں ایک سورۃ نازل ہوئی جب حضور اکرم ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی اور اس کو اس کی لونڈی ثویبہ نے اطلاع دی کہ تیرے بھائی عبد اللہ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے تو اس نے فقط اس خوشی میں کہ بھتیجا پیدا ہوا ہے لونڈی کو آزاد کر دیا۔

بخاری شریف میں ہے:

فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ، قَالَ لَهُ: مَاذَا لَقِيتَ؟ قَالَ أَبُو لَهَبٍ: لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ فِي هَذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ۔

یعنی ابولہب کے مرنے کے بعد اہل خانہ میں سے بعض لوگوں نے اسے خواب میں بری حالت میں دیکھااوراس سے پوچھاکیاحال ہے؟اس نے کہاکہ یہاں میں سخت عذاب میں مبتلاہوں کبھی اس سے راحت نہیں ہوتی ہاں تھوڑاساسیر اب کیاجاتاہوں اس لئے کہ میں نے (حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں)ثویبہ کو آزاد کر دیا۔[1]

اس واقعہ کوعظیم محدث حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام سہیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے یوں لکھتے ہیں :

وَذَكَرَ السُّهَيْلِيُّ أَنَّ الْعَبَّاسَ قَالَ لَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ رَأَيْتُهُ فِي مَنَامِي بَعْدَ حَوْلٍ فِي شَرِّ حَالٍ فَقَالَ مَا لَقِيتُ بَعْدَكُمْ رَاحَةً إِلَّا أَنَّ الْعَذَابَ يُخَفَّفُ عَنِّي كُلَّ يَوْمِ اثْنَيْنِ قَالَ وَذلِکَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب مرگیاتومیں نے اسے ایک سال بعد خواب میں بہت بری حالت میں دیکھااور یہ کہتے ہوئے پایاکہ تمہاری جدائی کے بعد آرام نصیب نہیں ہوابلکہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں لیکن سوموار کادن آتاہے تومیرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے یہ اس لئے کہ پیر کے دن نبی ﷺ کی ولادت ہوئی۔[2]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس روایت کاتذکرہ کرنے کے بعد رقم طراز ہیں کہ یہ روایت موقع میلاد پر خوشی اورمال صدقہ کرنے والوں کیلئے دلیل اور سند ہے۔ابولہب جس کی مذمت میں قرآن نازل ہواجب وہ حضورعلیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کرکے عذاب میں تخفیف حاصل کرلیتاہے توکیامقام ہوگااس مسلمان کاجس کے دل میں محبت رسول ﷺ موٴجزن ہواورایسے موقع پر خوشی کااظہار کرے ہاں بدعت مثلاًرقص غیر اسلامی اعمال وغیرہ سے اجتناب ضروری ہے۔کیوں کہ اس کے ذریعے میلاد کی برکات سے انسان محروم ہوجاتاہے۔[3]

امام القراء الحافظ شمس الدین ابن الجزری اپنی تصنیف عرف تعریف بالمولد الشریف میں لکھتے ہیں:

فاذا کان ابولھب الکافر الذی نزل القرآن بذنبہ جوزی فی النار بفرحہ لیلۃ مولدالنبی ﷺ فماحال المسلم الموحدمن امۃ محمد ﷺ بنشر مولدہ وبزل ماتصل الیہ قدرتہ فی محبتہ لعمر انمایکون جزاءہ من اللہ الکریم ان یدخلہ بفضلہ جنات النعیم۔

---

[1](بخاری شریف ۲:۷۶۴)

[2](فتح الباری شرح بخاری ج ۹ ص ۱۴۵)

[3](مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۹)

یعنی جب وہ دشمن خدا ابولہب جس کی مذمت میں قرآن کی سورۃ نازل ہوئی حضور ﷺ کی میلاد کی رات خوشی کرنے پر اس کے عذاب میں کمی کردی جاتی ہے تو وہ مسلمان جو کہ آپ ﷺ کا عاشق ہے میلاد کی خوشی سے کیا مقام پائے گا۔ خدا کی قسم میرے نزدیک اللہ کریم ایسی مسلمان کو اپنے محبوب کریم ﷺ کی خوشی میں جنت النعیم عطا فرمائے گا۔[1]

حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین الدمشقی مولد الصاوی فی مولد الہادی میں فرماتے ہیں :

قدصح ان ابا لهب يخفف عنه عذاب النار فی مثل یوم الاثنین بعتاقه ثويبة مسرورا بميلاد النبی ﷺ ثم انشد۔

اذا كان هذا كافر جآء ذمه — وتبت يداه فی الجحيم مخلدا

اتی انه فی یوم الاثنين دائما — يخفف عنه للسرور باحمدا

فما انطق بالعبد الذی كان عمره — باحمدا مسرورا و مات

یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ میلاد کی خوشی میں ثویبہ کے آزاد کرنے پر ابولہب کے عذاب میں اللہ تعالیٰ نے کمی کردی اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔ یعنی جب ابولہب جیسا کافرومشرک جس کے بارے میں قرآن میں مذمت نازل ہوئی اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم کا مستحق قرار دیا گیا کیلئے حضور ﷺ کے میلاد پر خوشی کرنے کی بناء پر ہر سوموار کو اس کے عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے تو کتنا خوش قسمت ہو گا وہ مسلمان جس کی زندگی میلاد کی خوشیوں میں بسر ہو جائے۔[2]

مولوی عبدالحیی لکھنوی لکھتے ہیں پس جب ابولہب جیسے کافر پر آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف کردی گئی تو جو امتی آپ ﷺ کی ولادت کی وجہ سے خوشی کرے اور اپنی قدرت کے موافق آپ ﷺ کی محبت میں خرچ کرے کیونکر اعلیٰ مرتبے کو نہ پہنچے گا۔[3]

مفتی رشید احمد لدھیانوی احسن الفتاویٰ میں استدلال کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ جب ابولہب جیسے بدبخت کافر کیلئے میلاد النبی ﷺ کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوگئی تو جو کوئی امتی آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی کرے اور حسب وسعت آپ ﷺ کی محبت میں خرچ کرے تو کیونکر اعلیٰ مراتب حاصل نہ کرے گا۔[4]

ان تمام محدثین اور علماء ثویبہ کے واقعہ سے استدلال کرنا اس کی صحت پر بھی دلالت کرتا ہے۔

---

[1] (حجۃ اللہ علی العلمین ص ۲۳۸)
[2] (حجۃ اللہ علی العلمین ص ۲۳۸)
[3] (فتاویٰ عبدالحیی ص ۲۸۲ ج ۲)
[4] (احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۴۷ و ۳۴۸)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا:

اے اللہ جل جلالہ میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے آپ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں میرے تمام اعمال فساد نیت کا شکارہیں البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل محض آپ ہی عنایت سے اس قابل اور لائق التفات ہے اوروہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتاہوں اور نہایت ہی عاجزی وانکساری محبت وخلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک ﷺ پر درود پاک وسلام بھیجتاہوں۔ اے اللہ جل جلالہ !وہ کون سا مقام ہے جہاں میلاد پاک سے بڑھ کر تیری طرف سے خیر وبرکت کا نزول ہوتا ہے اس لئے اے ارحم الراحمین مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی رایئگاں نہیں جائے گا بلکہ یقینا تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جو کوئی درود وسلام پڑھے اوراس کے ذریعہ سے دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہوگی۔[1]

حضور نبی اکرم ﷺ کا وجود بلاشبہ رب کائنات کی سب سے بڑی نعمت اور کائنات انسانی پر اس کا سب سے بڑا انعام ہے اور اس کے لطف وکرم پر تحدیث نعمت کا حکم بھی نصوص صریحہ سے ثابت ہے چنانچہ امت مسلمہ مختلف ادوار میں آپ ﷺ کا یوم ولادت بڑے اہتمام سے مناتے چلے آئے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے یوم ولادت پر خوشی اور مسرت کا اظہار اور مختلف النوع اعمال خیر کا صدور دور حاضر کے اختراع نہیں بلکہ ہر دور کے اکابرین سے ثابت ہے۔ فقیر چند جلیل القدر ائمہ اور اکابرین امت رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کے اقتباسات پیش کرتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

عِنْدِي أَنَّ أَصْلَ عَمَلِ الْمَوْلِدِ الَّذِي هُوَ اجْتِمَاعُ النَّاسِ وَقِرَاءَةُ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ وَرِوَايَةُ الْأَخْبَارِ الْوَارِدَةِ فِي مَبْدَأِ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا وَقَعَ فِي مَوْلِدِهِ مِنَ الْآيَاتِ، ثُمَّ يُمَدُّ لَهُمْ سِمَاطٌ يَأْكُلُونَهُ وَيَنْصَرِفُونَ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ عَلَى ذَلِکَ - هُوَ مِنَ الْبِدَعِ الْحَسَنَةِ الَّتِي يُثَابُ عَلَيْهَا صَاحِبُهَا لِمَا فِيهِ مِنْ تَعْظِيمِ قَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِظْهَارِ الْفَرَحِ وَالِاسْتِبْشَارِ بِمَوْلِدِهِ الشَّرِيفِ۔

میرے نزدیک میلاد کیلئے اجتماع تلاوت قرآن حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف واقعات اور ولادت کے موقع پر ظاہر ہونے والی علامات کا تذکرہ ان بدعات حسنہ میں سے ہے جن پر ثواب مترتب ہوتا ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ کی تعظیم ومحبت اورآپ ﷺ کی آمد کی خوشی کا اظہار ہے۔[2]

---

[1](اخبار الاخیار ص ۶۲۴)

[2](الحاوي للفتاوي ج ۱ ص ۱۸۹ باب حسن المقصد فی عمل المولد)

شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ولا زال أهل السلام يحتفلون بشهر مولده- عليه السّلام-، ويعملون الولائم، ويتصدقون في لياليه بأنواع الصدقات، ويظهرون السرور، ويزيدون في المبرات. ويعتنون بقراءة مولده الكريم، ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم۔

ومما جرب من خواصه أنه أمان في ذلك العام، وبشرى عاجلة بنيل البغية والمرام، فرحم الله امرا اتخذ ليالي شهر مولده المبارك أعيادا، ليكون أشد علة على من في قلبه مرض۔

ربیع الاول چونکہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے لہٰذا اس میں تمام اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد کی خوشی میں محافل کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس کی راتوں میں صدقات اور اچھے اعمال میں کثرت کرتے ہیں خصوصاً ان محافل میں آپ ﷺ کے میلاد کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرتے ہیں محافل میلاد کی یہ برکت مجرب ہے اس کی وجہ سے یہ سال امن میں گزرتا ہے اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اپنا فضل واحسان کرے جنھوں نے آپ ﷺ کے میلاد مبارک کو عید بنا کر ایسے شخص پر شدت کی جس کے دل میں مرض ہے۔[1]

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا کہ دشمنانِ رسول ﷺ نے آپ ﷺ کے نسب پر طعنہ زنی کی کہ جس کا علم نہیں نبی کریم ﷺ کو تو آپ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپ ﷺ نے خود اپنے مقام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا " میں کون ہوں ؟" ، حاضر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، " آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں"، آپ ﷺ نے فرمایا، " میں محمد (ﷺ) بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں، اللہ نے مخلوق پیدا کی اور ان میں سب سے بہتر مجھے بنایا، پھر سب مخلوق کے دو گروہ کئے، اور ان میں مجھے بہتر بنایا۔ پھر ان کے قبیلے کئے اور مجھے ان میں بہتر قبیلے میں بنایا۔ پھر ان کے گھرانے بنائے اور ان میں مجھے بہتر بنایا۔ تو میں ان سب میں اپنی ذات کے اعتبار سے اور گھرانے کے اعتبار سے بہتر ہوں۔"

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آپ ﷺ نے خود اپنا حسب و نسب بیان کیا۔ (کتاب مشکوۃ شریف، باب فضائل سید المرسلین) متعدد احادیث شریفہ موجود ہیں جن میں میلاد شریف کا بیان موجود ہے، لیکن یہاں اختصار کی وجہ سے ان کا بیان کرنا مشکل ہے۔ لیکن یہ ضرور جاننا چاہیئے کہ ان احادیث پر علماء اسلاف نے کس طرح عمل کیا۔ اور عید میلاد النبی ﷺ کے متعلق ان کا کیا عقیدہ تھا، تو یہاں صرف چند علماء کے عمل و عقیدے کو بیان کیا جاتا ہے جس پر اگر غور کیا جائے، تو عید میلاد

---

[1] (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية ج ا ص ۸۹ المكتبة التوفيقية، القاهرة-مصر)

النبی ﷺ منانے والوں کو اپنے اس عمل پر مزید سکون و اطمینان ہوتا ہے، الحمد للہ، اور منکرین کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) علامہ ابن حجر ہیتمی

فرماتے ہیں محافل میلاد و اذکار جو ہمارے یہاں بیان کئے جاتے ہیں، ان میں اکثر بھلائی پر مشتمل ہیں، جیسے صدقہ، ذکر، صلوۃ و سلام بحضور خیر الانام ﷺ اور ان کی مدح اور قسم ثانی سنت ہے۔ کیونکہ جو احادیث خاص و عام اذکار کے بارے میں وہ اس کو شامل ہیں۔

(۲) علامہ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں ہمارے زمانے کی اچھی ایجادوں میں وہ افعال ہیں جو مولد النبی ﷺ کے دن کی جاتی ہیں۔ یعنی صدقات، بھلائی کے کام، فرحت و مسرت کا اظہار، فقراء کے ساتھ احسان کرنے کے علاوہ ان تمام چیزوں کے کرنے والوں کی محبت حضور علیہ السلام سے ظاہر ہوتی ہے اور اس نعمت کا شکر ادا ہوتا ہے جس کے عطا کرنے پر خدا نے احسان جتایا۔

و فیہ اغاظتہ الکفرۃ و المنافقین یعنی اور اس میں کفار اور منافقین کو جلانا مقصود ہے۔

حضرت علامہ ابو شامہ نے میلاد النبی ﷺ پر کئے جانے والے کاموں کو بہترین ایجاد قرار دیتے ہوئے، اس کے فائدے بیان فرمائے۔ ایک فائدہ تو یہ کہ اس موقع سے فقراء و مساکین کا بھلا ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ ثابت ہوتا ہے کہ واقعی نبی کریم علیہ السلام سے کس کو محبت ہے۔ تیسری، خدا کی سب سے بڑی نعمت یعنی بعثت محمد رسول اللہ ﷺ کا شکر ادا ہوا جاتا ہے۔ اور چوتھا سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ سے اسلام کے دشمن جلتے بھنتے ہیں۔ اس آخری جملہ میں حضرت علامہ نے فیصلہ فرمایا کہ میلاد النبی ﷺ منانا محبت و ایمان کے کمال کی دلیل ہے۔ اور اس سے روکنا، اس کو ناجائز و حرام کہنا، اسلام دشمنی کی نشانی ہے۔ کوئی مؤمن کامل ولادتِ رحمت اللعالمین ﷺ پر اظہارِ مسرت و شکر کو منع کر ہی نہیں سکتا۔

(۳) علامہ سید احمد عابدین رحمہ اللہ:

فرماتے ہیں تو صاحبِ معجزات ﷺ کے مولد کے واقعات سننے کے لئے جمع ہونا بڑی نیکی ہے کیونکہ یہ نیکیوں اور درود شریف پر مشتمل ہے اور ان پر درود و سلام کی کثرت ان کی محبت کا سبب ہے۔ اور یہ ان کے قرب کا سبب ہے۔ علامہ برھان حلبی نے روح السیر میں تحریر فرمایا "نبی کریم علیہ السلام کی ولادت با سعادت کے دن میں بھلائی کرنے والوں، فرحت و مسرت کا اظہار کرنے والوں، اور ان سے محبت کرنے والوں کو کافی ہے کہ وہ اصحابِ خیر اور فقراء و مساکین کو جمع کریں اور

حضور ﷺ کی محبت میں ان کو کھانا کھلائیں اور ان پر صدقہ کریں، اور ان سے بھی زائد کچھ چاہیئے تو ان سے اشعار پڑھوائیں جن میں نعتِ مصطفی ﷺ میں اچھے اخلاق کی طرف رغبت دلانا ہو، قلوب بھلائیوں کی طرف برانگیختہ کرنا ہو اور بدعات و منکرات سے روکنا ہو۔

برکاتِ عیدمیلاد النبی ﷺ

ابو لہب حضور ﷺ کا جانی دشمن تھا۔ جب اس کو لونڈی ثویبہ نے آکر اطلاع دی کہ تمہارے مرحوم بھائی عبد اللہ کا لڑکا یعنی تمہارا بھتیجا پیدا ہوا ہے، تو اس نے خوشی میں آکر اپنی انگلی کے اشارے سے ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ جب ابو لہب مر گیا تو اس کو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کی بری حالت ہے۔ اس نے پوچھا تمہارا یہ کیا حال ہے، تو اس نے جواب دیالم الق بعدکم خیرا انی ثقیت فی ھذہ بعتاقتی ثویبۃ یعنی تمہارے بعد مجھے کوئی بھلائی نہیں ملی سوائے اس کے کہ میری اس انگلی کو سیراب کر دیا گیا جس سے میں نے اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ حافظ الحدیث ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد بن الجزولی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرمایا، ”تو جب ابو لہب کہ جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا، کو جہنم میں یہ بدلہ ملا، یعنی پوروں سے پانی کا پینا، اور ہر دوشنبہ کو عذاب کا کم ہونا کیونکہ اس نے ثویبہ کو نبی کریم علیہ السلام کی پیدائش کی خوشی میں آزاد کیا تو اس مسلم موحد کا کیا حال ہوگا جو نبی کریم علیہ السلام کی ولادت پر خوشی مناتا ہے اور حسب استطاعت خرچ کرتا ہے۔ میری جان کی قسم خداوند کریم کی جانب سے یہی جزا ہوگی کہ وہ اس کو اپنے فضل و کرم سے جنت نعیم میں داخل فرمائے گا۔ اس موقع پر حضرت محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ القوی نے ایک بہت ہی فکر انگیز اور بصیرت افروز بات تحریر فرمائی ہے جو اہل محبت کے لئے نہایت ہی لذت بخش ہے۔ ”اس جگہ میلاد کرنے والوں کے لئے ایک سند ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی شبِ ولادت میں خوشی مناتے ہیں اور اپنا مال خرچ کرتے ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ جب ابو لہب کو، جو کہ کافر تھا اور اس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا، آنحضرت ﷺ کی ولادت پر خوشی منانے اور باندی کا دودھ خرچ کرنے پر جزا دی گئی تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو آنحضرت ﷺ کی محبت میں سرشار ہو کر خوشی مناتا ہے اور اپنا مال خرچ کرتا ہے۔“[1]

نثار تیری چہل پہل پر، ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

[1](مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۹)

میلاد النبی ﷺ سنتِ الٰہی ہے

قرآن کریم میں حضور اقدس ﷺ کا میلاد شریف اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُم مِّن کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِی قَالُوٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْہَدُوا وَ اَنَا مَعَکُم مِّنَ الشّٰہِدِینَ (اٰل عمران: ۸۱)

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

چنانچہ قرآنِ پاک نے بیان فرمایا ہے کہ اس موضوع پر سب سے پہلا اجتماع خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے منعقد فرمایا، اس میں حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد لیا گیا اور خود اللہ تبارک و تعالیٰ بھی گواہ بنا۔

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنفُسِکُمْ عَزِیزٌ عَلَیہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیصٌ عَلَیکُم بِالْمُؤْمِنِینَ رَءُوفٌ رَّحِیمٌ (التوبۃ: ۱۲۸)

بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان اور رحم فرمانے والے۔

اس آیت میں لفظ "جا" (آئے) فرما کر آپ ﷺ کی پیدائش اور دنیا میں آپ ﷺ کی تشریف آوری قریش میں، پھر آپ ﷺ کے اخلاق و عادات، و نعتِ پاک کا بیان کیا گیا کہ امت کا کسی مشقت یا مصیبت میں پڑ جانا آپ ﷺ پر بہت گراں ہے، پھر آپ ﷺ کے فضائل کا بیان ہے کہ آپ ﷺ مؤمنین پر بہت مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں۔ غرض جو مضامین محفلِ میلاد شریف میں عموماً بیان کئے جاتے ہیں وہ سب اس ایک آیت میں جمع ہیں۔

اس آیت میں حضور علیہ السلام کی چھ صفات بیان ہوئیں:

(۱) رسول ﷺ (۲) تم میں سے، (۳) ان پر تمہاری تکلیف بھاری پڑتی ہے، (۴) تم پر حریص ہیں، (۵) مسلمانوں پر رؤوف اور (۶) رحیم ہیں۔

رسول ﷺ کی تشریف آوری کا ماننا، اسی پر ایمان کا دارومدار ہے۔ بشر یا اپنا مثل، اور بھائی ماننے سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا۔ ابو لہب بھتیجا ہونے کی وجہ سے ولادت کی خوشی منائی، اور ابو طالب نے بھی اس رشتہ کی وجہ سے خدمت کی۔ اگر رسول ہونے کی وجہ سے یہ کام کرتے تو مسلمان اور صحابی ہوتے۔ اس لئے یہاں رسول فرمایا گیا۔

تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہوا ہے:

کہ اس آیت میں آپ ﷺ کی میلاد مبارک کا بیان ہے، کہ ترمذی کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ سید عالم ﷺ نے اپنی پیدائش کا بیان ممبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔[1]

تیسرے مقام پر اللہ رب العالمین نے اپنے محبوب کے میلاد کا تذکرہ اس طرح فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِینَ اِذْ بَعَثَ فِیھِمْ رَسُولًا مِّنْ اَنفُسِھِمْ یَتْلُو اعَلَیھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ وَ اِنْ کَانُوا مِن قَبْلُ لَفِی ضَلٰلٍ مُّبِینٍ (اٰل عمران ۱۶۴)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلے گمراہی میں تھے۔

ثابت ہوا کہ محفلِ میلاد کا انعقاد کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس میں شرکت و شمولیت کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتِ مطہرہ ہے۔

حضور خاتم النبیین ﷺ کا ظہور اور پیدائش موجب سرور ہے

اللہ تعالیٰ جل جلالہ قرآن میں فرماتا ہے:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُم مَّوْعِظَۃٌ مِّن رَّبِّکُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُورِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِینَ (۵۷) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوا ھُوَ خَیرٌ مِّمَّا یَجْمَعُونَ (یونس ۵۸)

ترجمہ: اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیئے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

جبریل امین علیہ السلام کی سنت:

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے مشارق و مغارب میں پھر کر دیکھا کوئی شخص محمد ﷺ سے افضل نظر نہیں آیا اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھنے میں آیا۔[2]

---

[1] (خزائن العرفان، ص ۲۴۷، سورۃ التوبہ)

[2] (زرقانی شریف)

اس روایت کو خود دیوبندی جماعت کے حکیم الامۃ اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی اپنی کتاب نشر الطیب ص ۱۴ پر بیان کیا ہے۔

خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیف لطیف النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم میں خلفاء راشدین علیہم الرضوان کے ارشادات میلاد شریف کی فضیلت میں درج فرمائے ہیں۔

ذیل میں چند ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے حضور اکرم ﷺ کا میلاد شریف پڑھنے پر ایک درہم خرچ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے حضور اکرم ﷺ کے میلاد شریف کی تعظیم کی اس نے گویا اسلام زندہ کر دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے حضور اکرم ﷺ کا میلاد شریف پڑھنے پر ایک درہم خرچ کیا گویا غزوہ بدر و حنین میں شریک ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے حضور اکرم ﷺ کے میلاد شریف کی تعظیم کی اور میلاد خوانی کا سبب بنا وہ دنیا سے ایمان کی دولت لے کر جائے گا اور جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو گا۔[1]

رضائے مصطفیٰ ﷺ

صحابہ کرام علیہم الرضوان مختلف مواقع پر حضور ﷺ کی ثناء خوانی اشعار کی صورت میں کرتے تھے چنانچہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اشعار پڑھے تو محبوب کریم ﷺ اس قدر خوش ہوئے کہ آپ ﷺ مسکرائے، موتیوں کی طرح دندان مبارک نظر آنے لگے۔ یہ نعتیہ اشعار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے وقت پیش کیے تھے۔[2]

---

[1] (نعمت کبریٰ ص ۸، ۷ مطبوعہ استنبول)

[2] (ملاحظہ ہو الوفاء باحوال مصطفیٰ ﷺ)

صحابہ کرام علیہم الرضوان ہمیشہ اس عظیم نعمت کا بیان فرماتے رہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک دن رسول کریم ﷺ اپنے حجرہ انور سے باہر تشریف لائے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ آج کیسے بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ ہم بیٹھ کر اس رب کریم کی حمد و ثنا کر رہے ہیں جس نے فقط اپنے فضل و کرم سے دین اسلام قبول کرنے کی ہدایت عطا فرمائی اور اپنا پیارا حبیب ﷺ ہمیں عطا فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان کے کلمات کو سن کر ارشاد فرمایا کہ تمہارے اس عمل پر اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں پر فخر کر رہا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ کچھ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بیٹھ کر مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے درجات و کمالات کا تذکرہ کر رہے تھے، اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا جو کچھ تم نے کہا میں نے سن لیا اور یہ تمام حق ہے اور اب میرے بارے میں بھی سن لو کہ میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور اس پر فخر نہیں۔[1]

شاعر رسول ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور رسالت مآب ﷺ میں عرض کرتے ہیں:

واحسن منک لم ترقط عینی — واجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرأ من کل عیب — کانک قد خلقت کما تشاء

ترجمہ: آپ ﷺ سے زیادہ حسین نہ کبھی میری آنکھوں نے دیکھا اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی ماں نے جنا۔ آپ ﷺ ہر عیب سے پاک پیدا فرمائے گئے گویا آپ ﷺ کی تخلیق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خواہش کے مطابق ہوئی۔

مقام ثناء خوان مصطفیٰ ﷺ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ مسجد نبوی شریف میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے منبر رکھتے چادر مبارک بچھاتے اور پھر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اکرم ﷺ کے محامد و فضائل بیان کرتے آپ ﷺ کی مدافعت کرتے اور مفاخرت فرماتے۔

اللہ اکبر! حضور پر نور ﷺ اپنے ثناء خوان کو خوش ہو کر اس طرح دعا سے نوازتے:

اللھم ایدہ بروح القدس۔

[1] (مشکوۃ المصابیح)

اے اللہ !روح القدس (حضرت جبریل علیہ السلام) کے ذریعے حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد فرما۔[1]

بردران اسلام !نعت خواں کیلئے محبوب ﷺ منبر بچھارہے ہیں یہ خصوصی کرم اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ اپنے غلاموں کی جو محبت و تعظیم رسول ﷺ پھیلانے کا ذریعہ ہیں، بے حد پسند فرماتے ہیں۔واضح رہے کہ حضور ﷺ کی ثناء حقیقتاً حمد باری تعالیٰ ہی ہے جیسا کہ مفسرین کرام علیہم الرحمۃ نے اصول بیان کیا ہے کہ مصنوع کی تعریف در حقیقت صانع ہی کی تعریف ہوتی ہے کیوں کہ حقیقتاً خوبی و کمال عطا کرنے والی ذات صانع حقیقی خالق ومالک عزو جل کی ہے۔

خود سرکار کائنات ﷺ فرماتے ہیں **انامليح واخي يوسف اصبح** یعنی میں ملیح (نمکین)ہوں اور میرے بھائی یوسف علیہ السلام خوب گورے تھے۔حضرت یوسف علیہ السلام اپنے حسن وجمال میں شہرہ آفاق ہیں مگر حضوراقدس ﷺ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی زیادہ خوبصورت اور حسن وجمال میں بے مثل وبے مثال ہیں۔چنانچہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں۔

مارأيت شيئاًاحسن من رسول الله ﷺ كان الشمس تجری فی وجهه رواه الترمذی۔

میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت وحسین کوئی چیز نہیں دیکھی گویا کہ سورج آپ ﷺ کے چہرے میں چل رہا ہے۔[2]

اور حضرت جابر سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چاندنی رات نبی کریم ﷺ کو دیکھا:

فجعلت انظر الی رسول الله ﷺ والی القمر وعلیه حلة حمراء فاذاهو احسن عندی من القمر رواه الترمذی والدارمی۔

تو میں ایک نظر حضور ﷺ کی طرف دیکھتا اور ایک نظر چاند کی طرف آپ ﷺ میرے نزدیک چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔[3]

اس قسم کی کثیر روایتیں ہیں جس سے حضوراقدس ﷺ کے حسن وجمال اور جلوہ جہاں زیبا کا روشن ثبوت ملتا ہے۔

غور کیجئے کہ ان احادیث مبارکہ میں وہی سب مضامین ہیں جو محفل میلاد شریف میں بیان کیے جاتے ہیں اور حضور ﷺ نے ان دونوں حدیثوں کو مجمع عام میں بیان فرمایا تو ذکر میلاد شریف کو مجمع عام میں بیان کرنا بھی ثابت ہو گیا۔ لہذا میلاد شریف کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور حضور ﷺ کے ذکر جمیل کیلئے مجمع جمع کرنا تو خداوند قدوس کی سنت اور اس

---

[1] (بخاری ج ۱ ص ۶۵)
[2] (مشکوۃ ص ۵۱۸)
[3] (مشکوۃ ص ۵۱۷)

کا مقدس طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزازل میں تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کو ایک مجمع میں جمع فرما کر حضور خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی نصرت کرنے کا سب نبیوں سے عہد لیا جس کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ جیسا کہ پارہ ۳، سورہ آل عمران، آیت ۸۱ بہر حال محفل میلاد شریف کا ثبوت قرآن مجید اور حدیثوں سے ثابت ہے اور اس بابرکت محفل کا انکار کرنا سخت محرومی اور اعلیٰ درجے کی شقاوت (بدبختی) اور دین میں ان منکروں کی جہالت اور سفاہت (بے وقوفی) کا بدترین نمونہ ہے۔ (واللہ اعلم)

خصوصی نظر کرم

شارح بخاری شریف مواہب الدنیہ میں تحریر کرتے ہیں کہ عرب کے مشہور شاعر نابغہ جعدی نے حضور اکرم ﷺ کی شان میں چند اشعار پڑھے۔

حضور اکرم ﷺ نے خوش ہو کر انہیں یہ دعا دی :

لا یفضض اللہ فاک ای لا یسقط اللہ اسنانک۔[1]

ترجمہ: اللہ تمہارے منہ کی مہر نہ توڑے یعنی تمہارے دانت نہ گریں اور منہ کی رونق نہ بگڑے۔

اس حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں کہ باوجودیکہ حضرت نابغہ کی عمر (۱۰۰) سال کی ہوگئی تھی لیکن ان کے کل کے کل دانت صحیح تھے اور اولے کی طرح سفید تھے راویان حدیث نے یہاں تک اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے کہ اذاسقط لہ سن نبت لہ اخریٰ۔ جب ان کا کوئی دانت گر جاتا تو بڑھاپے میں بھی اس کی جگہ نیا دانت نکل آتا۔

یہ سراسر حضور اکرم ﷺ کی دعا کی برکت تھی کہ نعت پڑھنے والے کے منہ کی خوبصورتی زندگی کی آخری سانس تک برقرار رہی۔[2]

عمل الصالحین

شیخ الاسلام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ نے خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے علاوہ اولیاء کاملین اور محققین علیہم الرحمۃ کے بھی فرمودات درج فرمائے ہیں۔

---

[1] (بیہقی)

[2] (مقام مصطفیٰ ﷺ از شیخ الاسلام حضرت محمد انوار اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ مظہر علم لاہور)

سید نا حسن بصری علیہ الرحمۃ کا عمل

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ کاش میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور میں اسے حضور اکرم ﷺ کے میلاد شریف پر خرچ کر دوں۔

میلاد شریف سے متعلق محدثین وفقہائے کرام ومشاہیر علمائے عظام علیہم الرحمۃ کے خیالات میں سے چند ملاحظہ ہوں۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

انت الذی لو لاک ما خلق امرء　　　کلا و لا خلق الوریٰ لو لاک

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ آپ وہ ذات ہیں کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو ہر گز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا اور نہ ہی کوئی مخلوق پیدا کی جاتی۔

انت الذی من نورک البدر اکتسیٰ　　　و الشمس مشرقۃ بنور بہاک

ترجمہ: اور آپ ﷺ وہ نور اعظم ہیں کہ چاند آپ ﷺ کے نور سے روشن اور سورج کی چمک بھی آپ ﷺ ہی کے نور سے ہے۔

و بک المسیح اتی بشیر امخبرا　　　بصفات حسنک مادحالعلاک

ترجمہ: اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ ہی کی خبر دیتے اور آپ ﷺ کی صفات حسنہ کا بیان اور آپ ﷺ کی مدح سرائی کرتے ہوئے تشریف لائے۔[1]

میلاد شریف کی تعظیم و تکریم

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو حضور اکرم ﷺ کے میلاد شریف کی محفل میں حاضر ہوا اور اس کی تعظیم و تکریم کی تو وہ ایمان کے ساتھ کامیاب ہو گا۔[2]

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

محافل میلاد شریف اور اذکار جو ہمارے ہاں کیے جاتے ہیں ان میں سے اکثر نیکی پر مشتمل ہیں جیسے صدقہ، ذکر، نبی پاک ﷺ پر صلوۃ و سلام اور ان کی تعریف۔[3]

---

[1] (مجموعہ القصائد، مطبوع مجتبائی دھلی)
[2] (نعمت کبریٰ ص ۸ مطبوعہ استنبول)
[3] (فتاویٰ حدیثیہ، ص ۱۲۹ مطبوعہ مصر)

میلاد کی برکت

امام المحدثین علامہ احمد بن محمد القسطلانی شافعی المصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میلاد شریف کرنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ولادت کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانے پکانے اور دعوت طعام کرتے چلے آئے ہیں اور ان راتوں میں انواع واقسام کی خیرات کرتے اور مسرت ظاہر کرتے چلے آئے ہیں اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے رہے ہیں اور حضور ﷺ کے میلاد کے پڑھنے کا خاص اہتمام کرتے رہے ہیں چنانچہ ان پر اللہ کے فضل عمیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے اور یہ میلاد شریف کے خواص میں سے آزمایا گیا ہے کہ جس سال میلاد شریف پڑھا جاتا ہے وہ سال مسلمانوں کیلئے حفظ وامان کا سال ہوتا ہے اور میلاد شریف کرنے سے دلی مرادیں بر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے ماہ ولادت کی تمام مبارک راتوں کو عید بنا کر ایسے شخص پر شدت کی جس کے دل میں مرض وعناد ہے۔[1]

خوشی کا مہینہ:

شیخ محمد طاہر پٹنی علیہ الرحمۃ ماہ ربیع الاول شریف کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ ربیع الاول کا مہینہ منبع انوار اور رحمت کا مظہر ہے یہ ایسا مہینہ ہے کہ ہر سال اس مہینہ میں خوشی کا اظہار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔[2]

تفسیر محمد رسول اللہ ﷺ

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب تفسیر روح البیان آیۃ کریمۃ محمد رسول اللہ کے تحت فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کرنا بھی حضور ﷺ کی ایک تعظیم ہے جب کہ وہ بری باتوں سے خالی ہو۔[3]

میلاد شریف منانے پر حضور ﷺ کی شفاعت

علامہ محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جو نبی پاک ﷺ کے میلاد شریف کی خوشی کرے تو وہ خوشی دوزخ کی آگ کیلئے پردہ اور حجاب بن جائے گی اور جو نبی پاک ﷺ کے میلاد شریف پر ایک درہم بھی خرچ کرے تو اس کی نبی پاک ﷺ شفاعت فرمائیں گے اور ان کی شفاعت قبول ہو گی۔[4]

---

[1] (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۳۹ مطبوعہ بیروت مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۷ مطبوعہ مصر)
[2] (مجمع البحار ج ۳ ص ۵۵۰ مطبوعہ مصر)
[3] (ج ۹ ص ۵۶)
[4] (مولد العروس لابن جوزی ص ۹ مطبوعہ بیروت)

میلاد شریف منانے سے مقاصد حسنہ میں کامیابی

محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، مصر، شام اور عرب کے دوسرے شہروں میں لوگ نبی کریم ﷺ کی مجلس میلاد میں جمع ہوتے ہیں اور ماہ ربیع الاول کا چاند دیکھ کر بہت خوشی مناتے ہیں اور اچھے کپڑے پہنتے ہیں اور طرح طرح کی زینت کرتے ہیں اور خوشبو لگاتے ہیں اور فقراء پر صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے ذکر مولود شریف سننے کیلئے بہت اہتمام کرتے ہیں اور اس کے ذریعے بہت اجر پاتے ہیں اور کامیابی حاصل کرتے ہیں اور خیر وبرکت، سلامتی اور عافیت، روزی میں ترقی، مال واولاد میں زیادتی اور شہروں میں امن وامان اور گھروں میں سکون و قرار پاتے ہیں۔

میلاد النبی ﷺ پر خوشی کا اظہار

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے لیے حضور ﷺ کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ محفل میلاد شریف میں لوگوں کا جمع ہونا اور قرآن شریف کا پڑھنا، ان معجزات کو بیان کرنا جو اس بارے میں وارد ہیں، اس کے بعد کھانا کھلانا اچھا فعل ہے اس کے کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے کیوں کہ اس میں حضور ﷺ کی تعظیم اور آپ ﷺ کے پیدا ہونے کی خوشی کا اظہار ہے۔

میلاد شریف منانا سنت ہے

پھر علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی علیہما الرحمۃ نے میلاد شریف کی اصل سنت سے ثابت کی ہے اور ان لوگوں کو رد کیا ہے جو میلاد شریف کو بدعت سیئہ کہہ کر منع کرتے ہیں۔[1]

سیرت شامی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مولود شریف کی خوشی کے اظہار میں آدمی کو بقدر نیت ثواب ملتا ہے۔

امن وامان کے حصول کیلئے مجرب عمل

محقق علی الاطلاق مولانا شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ مسلمان ربیع الاول میں جمع ہو کر کھانا کھلاتے ہیں اور طرح طرح کے صدقات کرتے ہیں اور خوشی مناتے ہیں اور مولود شریف پڑھتے ہیں جس کے سبب ان پر برکت ہوتی ہے اور مولود شریف کی خاصیتوں میں سے ایک مجرب خاصیت یہ ہے کہ تمام سال امن وامان رہتا ہے

---

[1] (تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۵۷)

اور لوگوں کے نیک مقصد اس سے حاصل ہوتے ہیں پس اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جس نے آپ ﷺ کی پیدائش کی رات کو عید بنایا۔

میلاد النبی ﷺ منانا سب سے بہتر عمل

مولانا شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دعا میں یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں۔ میرے تمام اعمال فساد نیت کا شکار ہیں۔ البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل محض آپ ہی کی عنایت سے اس قابل (اور لائق التفات) ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی وانکساری، محبت وخلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک ﷺ پر درود وسلام بھیجتا ہوں۔ اے اللہ! وہ کونسا مقام ہے جہاں میلاد پاک سے بڑھ کر تیری طرف سے خیر وبرکت کا نزول ہوتا ہے؟ اس لئے ارحم الراحمین مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جو کوئی درود وسلام پڑھے اور اس کے ذریعے سے دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہوگا۔[1]

حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عمل سرکار ﷺ کی بارگاہ میں مقبول

ان کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے مجھ سے فرمایا کہ میں میلاد شریف میں کھانا پکا کر آنحضرت ﷺ کو تحفہ بھیجا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میرے پاس کچھ نہ تھا تو چنے لوگوں میں تقسیم کر دیئے پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ وہ چنے آپ ﷺ کے پاس رکھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ مسکرا رہے ہیں۔[2]

نعمت عظمیٰ

اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے والد گرامی حقیقت میلاد کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تو محفل میلاد کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص یا چند آدمی شریک ہو کر خلوص عقیدت ومحبت حضرت رسالت مآب ﷺ کی ولادت اقدس کی خوشی اور اس نعمت عظمیٰ اعظم نعم الہیہ کے شکر میں ذکر شریف کیلئے مجلس منعقد کریں اور حالات ولادت باسعادت ورضاعت وکیفیت نزول وحی وحصول مرتبہ رسالت واحوال معراج وہجرت وارہاصات ومعجزات واخلاق وعادات آنحضرت ﷺ اور حضور کی بڑائی اور عظمت جو خدا تعالیٰ نے عنایت فرمائی اور حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر کی تاکید اور خاص معاملات وفضائل وکمالات جن سے اللہ جل جلالہ نے اپنے حبیب ﷺ کو مخصوص اور تمام مخلوق سے ممتاز فرمایا اور اسی قسم

---

[1] (اخبار الاخیار ص ۶۲۴ مطبوعہ کراچی)

[2] (الدار الثمین)

کے حالات وواقعات احادیث وآثار صحابہ وکتب معتبرہ سے مجمع میں بیان کئے جائیں اوراثنائے بیان میں کتاب خوان وواعظ درود پڑھتاجائے اور سامعین وحاضرین بھی درود پڑھیں۔بعدازاں ماحضر تقسیم کریں۔یہ سب امور مستحسن ومندوب ہیں اور ان کی خوبی دلائل قاطعہ وبراہین ساطعہ سے ثابت![1]

بھنگڑا،رقص اورڈانس بلکہ ہروہ عمل جو خلاف شرع ہو،اس کو کوئی جائز نہیں سمجھتا۔اگر کوئی شخص ان اعمال کو محفل میلاد کاحصہ تصور کرتاہے تواسے غلط فہمی ہے اوراسے علماء کی تصانیف کی طرف رجوع کرناچاہیئے۔اگر بعض جہال ایسا کرتے ہیں توان کا محاسبہ ضروری ہے۔لیکن ان کے اس عمل کی وجہ سے محفل میلاد کوبدعت اور خلاف شرع کہناصراحتہً زیادتی ہے۔آج تک کسی عالم نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ مسجد سے چونکہ جوتے چوری کرلئے جاتے ہیں اس لئے مسجد نہیں ہونی چاہئے۔البتہ یہی کہاکہ جوتوں کی حفاظت ہونی چاہئے اوراس کیلئے انتظام کیاجاناچاہیے۔

ہر سال،مہینہ،ہفتہ،اوردن کو میلاد شریف سے نسبت

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت،مجددمائۃ حاضرہ،مؤیدملۃ طاہر،صاحب الحجۃ القاہرہ مولاناشاہ احمدرضاخاں بریلوی علیہ الرحمۃ القوی نے کتنے پیارے انداز میں جان کائنات ﷺ کامیلادپاک بیان کردیاہے۔بعض لوگوں کایہ اعتراض بالکل لغوہے کہ مسلمان محافل میلاددوبارہ ربیع الاول کے علاوہ باقی ایام میں کیوں منعقد کرتے ہیں۔حقیقت حال یہ ہے کہ حضور ﷺ جس ماہ میں پیداہوئےوہ سال میں ایک بارآتاہے آپ ﷺ جس تاریخ کوپیداہوئےوہ ہرماہ میں ایک بارضرور آتی ہے۔آپ ﷺ جس دن (یعنی پیرکو) تشریف لائےوہ دن ہرہفتے میں ایک بارضرورآتاہےاورآپ ﷺ جس ساعت میں پیداہوئےوہ ساعت ۲۴ گھنٹوں میں ایک بارآتی ہے۔ثابت ہوگیاکہ میلادالنبی ﷺ سے کوئی ماہ خالی نہیں،کوئی ہفتہ خالی نہیں‌اور کوئی دن خالی نہیں۔بخوف طوالت عمل صالحین کاانہیں پراکتفاکرتاہوں۔

نواب صدیق حسن بھوپالی کی شہادت

اب غیر مقلدین حضرات کے مجدداور شیخ الاسلام نواب صدیق حسن بھوپالی کی گواہی پیش کی جاتی ہے تاکہ منکرین میلادشریف اپنے عقائدپر نظرثانی فرماسکیں۔نواب صاحب لکھتے ہیں کہ جس کو حضرت ﷺ کے میلادکاحال سن کرفرحت حاصل نہ ہواورشکرخداکاحصول پراس نعمت کے نہ کرےوہ مسلمان نہیں۔[2]

---

[1] (اذاقۃالاثام لمانعی عمل المولدوالقیام ص ۳۹)

[2] (الشمامۃالعنبریہ ص ۱۲)

ناظرین کرام ! سرداراہلحدیث نواب صدیق حسن بھوپالی نے تومیلادالنبی ﷺ پرخوشی نہ کرنے والے پر کفر کافتویٰ دے دیا۔اب خود ہی اہلحدیث حضرات اوردیوبندی حضرات اپنے عقیدہ باطلہ پر غور فرمائیں۔کیوں کہ الشمامۃ العنبر یہ وہ کتاب ہے جس کو دیوبندی مکتبہ فکر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے مستند قرار دیا ہے۔[1]

حاجی امدادﷲ مہاجر مکی رحمۃ ﷲ تعالیٰ علیہ کا فرمان

دیوبندی اکابر کے پیشوا حاجی امدادﷲ مہاجر مکی رحمۃ ﷲ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام لطف ولذت پاتا ہوں۔[2]

حاجی امدادﷲ مہاجر مکی صاحب کا فرمان امدادالمشتاق میں بھی موجود ہے جس میں سرورعالم نور مجسم ﷺ کا محفل میلاد شریف میں تشریف آوری کا عقیدہ رکھنا بھی درست قرار دیا ہے۔اصل عبارت پیش خدمت ہے۔

البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کانہ کرنا چاہیئے اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں۔کیوں کہ عالم خلق مقید بزمان ومکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرماناذات بابرکات کا بعید نہیں۔[3]

سلام کا بیان قرآن سے

میلاد شریف کے بعد سلام: اہل وسنت کا جماعت کا معمول ہے کہ میلاد شریف کے بعد سلام پڑھتے ہیں۔اس کی دلیل بھی قرآن عظیم میں موجود ہے۔

ﷲ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ مریم میں دو پیغمبروں کے میلاد اوران کی پیدائش کا مفصل تذکرہ فرمایا ہے ایک حضرت یحییٰ علیہ السلام اوردوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد۔پہلے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری پھران کی ولادت پھران کے اوصاف کا تذکرہ فرماکر آخر میں ﷲ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَسَلَامٌ عَلَیۡهِ یَوۡمَ وُلِدَ وَیَوۡمَ یَمُوۡتُ وَیَوۡمَ یُبۡعَثُ حَیًّا (مریم ۱۵) اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن زندہ اٹھایا جائے گا۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر فرمایا کہ حضرت مریم حاملہ ہوئیں۔پھر بستی سے باہر ایک کھجور کے درخت کے نیچے دردزہ (بچہ کو جننے کا درد) کی وجہ سے وہ بیٹھ گئیں اوراسی جگہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کی پاک دامنی اوراپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔

---

[1](نشر الطیب ص ۱۰ مطبوعہ دیوبند)
[2](فیصلہ ھفت مسئلہ ص ۵ مطبوعہ دیوبند)
[3](امدادالمشتاق ص ۵٦)

ان سب تذکروں کو ذکر فرما کر آخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے میلاد کے بعد خود اپنے اوپر سلام پڑھا کہ:

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا (مریم ۳۳)

اور وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں گا۔

مسلمانان اہلسنت جب میلاد شریف کے بعد سلام پڑھتے ہیں تو کچھ بے ادب اور گستاخ لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ انہیں ہوش میں آجانا چاہیئے کہ وہ کس چیز کا مذاق اڑارہے ہیں؟ کیا آیات خداوندی، سنت الٰہیہ اور سنت عیسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑارہے ہیں؟ اگر معاذاللہ ایسا خیال ہے تو انہیں اپنے ایمان واسلام کی خبر گیری کرنی چاہیئے کہ ایسی بے ادبی اور گستاخی کے بعد ان کا ایمان واسلام باقی رہا۔ یا تباہ وبرباد ہوگیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کے پاس ایمان واسلام تھا بھی یا پہلے ہی سے یہ ایمان واسلام سے خالی تھے۔ مثل مشہور ہے کہ عزت اس شخص کی کی جاتی ہے جو عزت دار ہو اور جس کی عزت تھی ہی نہیں تو اس پر کتنے ہی جوتے برسیں اس کی عزت کیسے جائے گی۔

مجالس واجتماعات کا اہتمام

عیدمیلادالنبی ﷺ کے پرمسرت موقع پر محافل نعت، مجالس ذکر مصطفیٰ ﷺ اور خصوصی اجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں جن میں لوگ انتہائی عقیدت واحترام اور جوش وخروش سے شریک ہوتے ہیں اور اپنے قلوب واذہان کو محبوب خدا ﷺ کے ذکر جمیل سے معطر ومعنبر کرتے ہیں بیان میلادرسول ﷺ کیلئے ایسے اجتماعات کا اہتمام کرنا خود سنت وسیرت سرور کائنات ﷺ سے ثابت ہے۔ ذیل میں چند احادیث بطور حوالہ پیش کی جاتی ہیں۔

حضور ﷺ کا اپنے بیان میلاد کیلئے جلسہ کا اہتمام

حضرت مطلب بن ابی وداع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ الْعَبَّاسُ، إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَأَنَّهُ سَمِعَ شَيْئًا، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: «مَنْ أَنَا؟»، فَقَالُوا: أَنْتَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْکَ السَّلَامُ. قَالَ: «أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ، فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ قَبِيلَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوتًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ بَيْتًا وَخَيْرِهِمْ نَسَبًا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے پاس کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے (اس وقت ان کی کیفیت ایسی تھی) گویا کہ انہوں نے (حضور ﷺ سے متعلق کفار سے) کچھ (نازیباالفاظ) سن رکھے تھے (اور وہ حضور ﷺ کو بتانا چاہتے تھے) (حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کلمات حضور ﷺ کو بتائے یا آپ ﷺ علم نبوت سے جان گئے) تو حضور

ﷺ منبر پر قیام فرما ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں؟ سب نے عرض کیا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں عبد اللہ بن عبد المطلب کا بیٹا محمد (ﷺ) ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اس مخلوق میں سے بہترین مخلوق (انسان) کہ اندر مجھے پیدا فرمایا اور پھر اس بہترین مخلوق کے دو حصے (عرب و عجم) کیے اور ان دونوں میں سے بہترین حصہ عرب میں مجھے پیدا کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس حصے کے قبائل بنائے اور ان میں سے بہترین قبیلہ (قریش) کے اندر مجھے پیدا کیا اور پھر اس بہترین قبیلہ کے گھر بنائے تو مجھے بہترین گھر اور نسب (بنو ہاشم) میں پیدا کیا۔[1]

اس حدیث مبارکہ میں قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے واضح الفاظ میں اپنی ولادت (میلاد پاک) کا بیان فرمایا اپنے نسب شریف عالی مرتبت خاندان اور گھرانے کا تذکرہ کیا اور اس بیان خاص کیلئے معمول سے ہٹ کر جلسہ کا اہتمام فرمایا منبر پر کھڑے ہو کر خطاب فرمایا۔ ہمارے ہاں بھی میلاد النبی ﷺ کے جلسہ میں یہی معمولات اور موضوعات ہوتے ہیں ۔

بیان شرف وفضیلت کیلئے جلسہ کا اہتمام

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا، فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلاتَهُ عَلَى المَيِّتِ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى المِنْبَرِ، فَقَالَ: إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ، وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ، وَإِنِّي وَاللهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الآنَ، وَإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الأَرْضِ - أَوْ مَفَاتِيحَ الأَرْضِ - وَإِنِّي وَاللهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي، وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا۔

ایک روز حضور ﷺ باہر (میدان احد کی طرف) تشریف لے گئے پس آپ ﷺ نے شہداء احد پر نماز جنازہ کی طرح نماز پڑھی پھر منبر پر رونق افروز ہوئے (اور) فرمایا بے شک میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ (تمہارے احوال سے باخبر) ہوں اور اللہ تعالیٰ کی قسم میں اس وقت حوض کوثر دیکھ رہا ہوں اور مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں ہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے البتہ یہ خوف ضرور ہے کہ تم دنیا پرستی میں باہم فخر ومباحات کرنے لگو گے۔[2]

---

[1] (ترمذی الجامع الصحیح ج۵ ص ۵۴۳ کتاب الدعوات رقم ۳۵۳۲ ترمذی احمد بن حنبل نے المسند ج ۱ ص ۱۷۸۸ و ۲۱۰ میں آخر حدیث میں انا خیر کم بیتا و خیر کم نفسا کا اضافہ کیا ھے۔ احمد بن حنبل المسند ج۴ ص ۱۶۵ حصے میں مجمع الزوائد ج۸ ص ۲۱۶، بیہقی دلائل النبوت ج ۱ ص ۱۶۹، کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۱۵ رقم ۳۱۹۵۰)

[2] (بخاری الصحیح ج ۱ ص ۴۵۱ کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الشھید رقم ۱۲۷۹ بخاری الصحیح ج۳ ص ۱۳۱۷ کتاب المناقب باب علامات نبوت رقم ۱۴۰۱ بخاری الصحیح ج۴ ص ۱۴۹۸ کتاب المغازی باب احد یحبنا رقم ۳۸۵۷ بخاری الصحیح ج۵ ص ۲۳۶۱ کتاب الرقاق باب مایحضر من زھرۃ الدنیا و تنافس فیھا رقم ۶۰۶۲ بخاری الصحیح ج۵ ص ۲۴۰۸ کتاب الحوض باب فی الحوض رقم ۶۲۱۸، مسلم الصحیح ج۴ ص ۱۷۹۵ کتاب الفضائل باب اثبات الحوض رقم ۲۲۹۶، میلاد النبی ﷺ ص ۷۵۰)

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے خطاب کرنے کیلئے انہیں طلب کیااور بر سر منبر اپنے ذاتی فضائل کا بیان فرمایااس کے ساتھ ساتھ ان کی روحانی تربیت کرتے ہوئے انہیں دنیاپرستی کے خطرے سے متنبہ کیااس حدیث مبارکہ کے الفاظ سے پتہ چلتاہے کہ میدان احد میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع کرکے جلسہ کیا گیااور منبر کا بھی خصوصی طور پر اہتمام کیا گیا کیونکہ وہاں پر کوئی مسجد تو نہ تھی کہ جس کے اندر منبر پہلے سے موجود تھا اور حضور ﷺ نے اس پر کھڑے ہو کر اپنے شرف وفضیلت کو بیان فرمایا یہ حدیث جلسہ میلاد مصطفیٰ ﷺ کی واضح دلیل ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا أَوَّلُهُمْ خُرُوجًا، وَأَنَا قَائِدُهُمْ إِذَا وَفَدُوا، وَأَنَا خَطِيبُهُمْ إِذَا أَنْصَتُوا، وَأَنَا مُسْتَشْفِعُهُمْ إِذَا حُبِسُوا، وَأَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا أَيِسُوا، الْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي، وَأَنَا أَكْرَمُ وَلَدِ آدَمَ عَلَى رَبِّي، يَطُوفُ عَلَيَّ أَلْفُ خَادِمٍ كَأَنَّهُمْ بَيْضٌ مَكْنُونٌ، أَوْ لُؤْلُؤٌ مَنْثُورٌ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے میں ہی اپنی قبر سے باہر نکلوں گا اور جب سب لوگ بارگاہ ایزدی میں اکٹھے ہوئے ہوں گے تو میں ہی ان کا پیشوا ہوں گا اور جب سب لوگ خاموش ہوں گے تو میں ہی کلام کروں گا اور جب کوئی کلام نہ کرسکے گا تو میں ہی ان کی شفاعت کروں گا اور جب سب لوگ مایوس ہوں گے تو میں ہی ان کو (نجات کی) خوشخبری دوں گا بزرگی اور جنت ورحمت کی چابیاں اس روز میرے ہی ہاتھ میں ہوں گی ولواء الحمد (حمد الہیٰ کا جھنڈا) اس روز میرے ہاتھ میں ہو گا میرے عزت خدا کے نزدیک تمام اولاد آدم سے زیادہ ہے اس ہزاروں خادم میرے ارد گرد گھوم رہے ہوں گے کہ ایسا معلوم ہو گا کہ وہ (گرد وغبار سے محفوظ) سفید (خوبصورت) انڈے میں یا بکھرے ہوئے موتی ہیں۔[1]

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

جَلَسَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُونَهُ فَخَرَجَ حَتَّى إِذَا دَنَا مِنْهُمْ، سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُونَ، فَتَسَمَّعَ حَدِيثَهُمْ، فَإِذَا بَعْضُهُمْ يَقُولُ: عَجَبًا إِنَّ اللہَ اتَّخَذَ مِنْ خَلْقِهِ خَلِيلًا فَإِبْرَاهِيمُ خَلِيلُهُ، وَقَالَ آخَرُ: مَاذَا بِأَعْجَبَ مِنْ {وَكَلَّمَ اللہُ مُوسَى تَكْلِيمًا} [النساء: 164] وَقَالَ آخَرُ: فَعِيسَى كَلِمَةُ اللہِ وَرُوحُهُ، وَقَالَ آخَرُ: وَآدَمُ اصْطَفَاهُ اللہُ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ وَقَالَ: «قَدْ سَمِعْتُ كَلَامَكُمْ وَعَجَبَكُمْ، أَنَّ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلُ اللہِ، وَهُوَ كَذَلِكَ، وَمُوسَى نَجِيُّهُ، وَهُوَ كَذَلِكَ، وَعِيسَى رُوحُهُ وَكَلِمَتُهُ، وَهُوَ كَذَلِكَ، وَآدَمُ اصْطَفَاهُ اللہُ تَعَالَى، وَهُوَ كَذَلِكَ، أَلَا وَأَنَا حَبِيبُ اللہِ، وَلَا فَخْرَ،

---

[1] (ترمذی الجامع الصحیح ج ا ص ۲۰۱ کتاب المناقب باب فی فضل النبی ﷺ دارمی السنن ج ا ص ۳۰، بیہقی دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۴)

وَأَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ، وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُحَرِّكُ بِحَلَقِ الْجَنَّةِ وَلَا فَخْرَ، فَيَفْتَحُ اللَّهُ فَيُدْخِلُنِيهَا وَمَعِي فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَكْرَمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ عَلَى اللَّهِ، وَلَا فَخْرَ۔

رسول اللہ ﷺ کے کئی صحابہ آپ ﷺ کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں حضور ﷺ باہر تشریف لے آئے جب ان کے قریب ہوئے تو سنا کہ وہ آپس میں کچھ تذکرہ کر رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے (ابراہیم علیہ السلام کو اپنا) خلیل بنایا دوسرے نے کہا یہ اس سے زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے کہ خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تیسرے نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کلمہ اور روح ہیں چوتھے نے کہا کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ ان کے حلقے میں تشریف لے آئے حضور ﷺ نے سلام کیا اور فرمایا میں نے تم لوگوں کا کلام اور تعجب کرنا سن لیا ہے ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں بے شک وہ ایسے ہی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرنے والے اور وہ ایسے ہی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں وہ ایسے ہی ہیں اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا اور وہ ایسے ہی ہیں تم لوگ آگاہ ہو جاؤ کہ میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں لیکن میں فخر نہیں کرتا اور میں قیامت کے دن لواء الحمد اٹھانے والا ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں اور میں قیامت کے دن سب سے پہلا شفیع اور پہلا مشفع ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں اور میں وہ پہلا شخص ہوں جو بہشت کی زنجیر ہلائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے میرے لئے کھولے گا اور مجھے اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ وہ مومنین ہوں گے جو فقیر (غریب و مسکین) تھے اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں اور اولین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم و محترم میں ہی ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔

شب میلاد رسول ﷺ لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے

جس کے اوصاف جمیلہ کے ذکر اور خلق عظیم کو بیان کرنے والی کتاب کے اترنے سے رمضان کو اتنی فضیلت ملی کہ اس کی صرف ایک رات ہزار مہینوں سے افضل ٹھہرے اور اس ماہ مقدس یعنی ربیع الاول کی عظمت کا کیا عالم ہو گا جس کو صاحب کتاب محبوب کبریاء ﷺ کے ماہ میلاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جس رات یہ کلام الہیٰ یعنی ذکر خلق عظیم اترا اللہ تعالیٰ نے اس رات کو قیامت تک انسان کیلئے لیلۃ القدر کی صورت میں بلندی درجات اور شرف نزول ملائکہ سے نوازا اور فرمان ایزدی لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ (القدر ۳) اس ایک رات کو ہزار مہینوں پر فائق و برتر قرار دیا گیا تو جس رات صاحب قرآن یعنی مقصود و محبوب کائنات ﷺ کا ورود ہوا اور بزم حسینان عالم کے تاجدار ﷺ کی اس زمین و مکان کو ابدی رحمت اور لازوال سعادتوں سے منور فرمایا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی کتنی قدر و منزلت ہو گی؟ اس کا اندازہ لگانا انسانی فہم و شعور کیلئے ناممکن ہے۔ لیلۃ

القدر کی فضیلت اس لئے ہے کہ وہ نزول قرآن اور ملائکہ کی رات ہے اور نزول قرآن مصطفیٰ ﷺ کیلئے ہوا اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو نہ قرآن ہوتا اور نہ شب قدر ہوتی اور نہ کوئی رات ہوتی ۔ یہ سارے فضیلتیں میلاد مصطفیٰ ﷺ کا صدقہ ہے۔ سو شب میلاد رسول ﷺ لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے۔ ہزاروں مہینوں سے افضل قرار دے کر باری تعالیٰ نے شب قدر کی حد مقرر فرمادی جبکہ شب میلاد رسول ﷺ کی فضیلت زمان و مکان کی حد سے مطلق ہے۔

ائمہ و محدثین نے راتوں کی فضیلت پر گفتگو کی ہے مثلاً لیلۃ القدر، لیلۃ نصف شعبان، لیلۃ یوم العرفۃ، لیلۃ یوم الفطر وغیرہ ان میں لیلۃ مولد النبی ﷺ کا ذکر بھی آیا ہے۔ بہت اہل علم و محبت ائمہ و محدثین نے شب میلاد کو شب قدر سے افضل قرار دیا ہے امام قسطلانی، امام زرقانی اور نبہانی نے بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ سب راتیں فضیلت والی ہیں مگر شب میلاد رسول ﷺ سب سے افضل ہے۔

امام قسطلانی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

إذا قلنا بأنه- عليه الصلاة والسلام- ولد ليلا، فأيما أفضل:ليلة القدر أو ليلة مولده- صلى الله عليه وسلم- ؟أجيب:بأن ليلة مولده أفضل من ليلة القدر من وجوه ثلاثة:أحدها:أن ليلة المولد ليلة ظهوره-صلى الله عليه وسلم-، وليلة القدر معطاة له، وما شرف بظهور ذات المشرف من أجله أشرف مما شرف بسبب ما أعطيه، ولا نزاع فى ذلک، فكانت ليلة المولد- بهذا الاعتبار۔

جب ہم نے یہ کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ رات کے وقت پیدا ہوئے تو سوال یہ ہے کہ شب میلاد رسول ﷺ افضل ہیں یا لیلۃ القدر تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ آپ ﷺ کے میلاد کی رات تین وجوہ سے لیلۃ القدر سے افضل ہے، ایک تو یہ حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ کی رات وہ رات ہے جس میں حضور ﷺ کا ظہور ہوا جب کہ لیلۃ القدر آپ ﷺ کو عطا کی گئی لہذا وہ رات جس کو آپ ﷺ کے ظہور کا شرف ملا اس رات سے زیادہ شرف والی ہوگی جس سے اس رات میں تشریف لانے والی شخصیت کے سبب سے شرف ملا پس اس میں کوئی نزاع نہیں لہذا شب میلاد رسول ﷺ لیلۃ القدر سے افضل ہوئی۔ دوسرا یہ کہ اگر لیلۃ القدر کی عظمت اس بناء پر ہے کہ اس میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے تو شب ولادت کو یہ حاصل ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کائنات میں جلوہ فرما ہوئے، جمہور اہلسنت کے صحیح اور منتخب قول کے مطابق جس وجہ سے شب میلاد رسول ﷺ کو شرف سے نوازا گیا وہ لیلۃ القدر کو شرف سے نوازنے سے کئی درجہ زیادہ افضل و اشرف ہے۔ لہذا شب ولادت افضل ہوگی۔ اور تیسری یہ وجہ ہے کہ لیلۃ القدر کے باعث امت محمدیہ ﷺ کو فضیلت بخشی گئی اور شب میلاد رسول ﷺ سے جمیع موجودات کو فضیلت سے نوازا گیا حضور نبی اکرم ﷺ ہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجا تو اس

نعمت کو جمیع کائنات کیلئے عام کر دیا گیا پس شب ولادت نفع رسانی میں کہیں زیادہ ہے لہٰذا اس اعتبار سے یہ لیلۃ القدر سے افضل ہوئی۔[1]

امام طحاوی بعض شوافع سے نقل کرتے ہیں :

ان افضل اللیالی لیلۃ مولدہ ﷺ ثم لیلۃ القدر ثم لیلۃ الاسراء والمعراج ثم لیلۃ عرفۃ ثم لیلۃ الجمعۃ ثم لیلۃ النصف من شعبان ثم لیلۃ العید۔

سب سے افضل راتوں میں سے شب میلاد رسول ﷺ، پھر شب قدر پھر شب اسراء اور معراج پھر شب عرفہ پھر شب جمعہ پھر شعبان کی پندرہویں شب اور پھر شب عید ہے۔[2]

امام نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور تصنیف الانوار محمدیہ میں رقم طراز ہیں :

و لیلۃ مولدہ ﷺ افضل من لیلۃ القدر۔

اور شب میلاد رسول ﷺ شب قدر سے افضل ہے۔[3]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے گھر میں محفل میلاد کرتے تھے

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ کان یحدث ذات یوم فی بیتہ وقائع ولادتہ ﷺ لقوم فیستبشرون ویحمدون اللہ ویصلون علیہ السلام فاذا جاء النبی ﷺ قال حلت لکم شفاعتی۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ایک دن اپنے گھر میں ولادت مصطفیٰ ﷺ کے واقعات لوگوں سے بیان کررہے تھے تو لوگ خوش ہورہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کررہے تھے اور نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ تشریف لائے فرمایا تمہارے لئے میری شفاعت حلال (یعنی ثابت) ہو گئی۔

میلاد مصطفی ﷺ بزبان سیدنا عامر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ونیز دراں رسالہ از ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی است :

مرمع النبی ﷺ الی بیت عامر الانصاری وکان یعلم وقائع ولادتہ علیہ السلام لابنائہ وعشیرتہ ویقول ھذا الیوم ھذا الیوم فقال علیہ الصلوۃ والسلام ان اللہ فتح لک ابواب الرحمۃ وملئکتہ کلھم یستغفرون لک من فعل فعلک نجیٰ نجاتک انتھی بحروفہ۔

---

[1] (المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ ج ۱ ص ۱۴۵، زرقانی شرح المواھب اللدنیہ ص ۲۵۵ ج ۱ نبھانی جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ص ۴۲۴ ج ۳)

[2] (نبھانی جواھر البحار ج ۳ ص ۴۲۶، من جواھر السید احمد عابدین)

[3] (الانوار محمدیہ ص ۲۸ بحوالہ میلاد النبی ﷺ ۲۹۸)

ترجمہ: اور اسی رسالہ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ حضرت عامر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی طرف سے گزرے اور عامر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کی ولادت کے واقعات اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کو سنا رہے تھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ رہے تھے یہ ہی دن تھا یہ ہی دن تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے رحمت کے دروازے کھول دیئے اور فرشتے سارے تیرے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ جس نے تیرے جیسا کام کیا وہ تیری طرح نجات پا جائے گا۔[1]

میلاد النبی ﷺ بزبان وہب بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیم بیداری کی حالت میں بشارت

اخرج الواقدی عن وهب بن زَمعَة عَن أَبِيه عَن عمته قَالَت كُنَّا نسْمع ان رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لما حملت بِهِ آمِنَة كَانَت تَقول ما شعرت أني حملت به ولا وجدت ثقله كما تجد النساء إلا أنني أنكرت رفع حيضتي وربما ترفعني وتعود وأتاني آتٍ وأنا بين النائم واليقظان فقال لي هل شعرت أنک حملت؟ فأقول: ما أدري فقال: إنک حملت بسيد هذه الأمة ونبيها وذلک يوم الاثنين وآية ذلک أنه يخرج معه نور يملأ قصور بصرى من أرض الشام، فإذا وضع فسمّيه محمداً۔

ترجمہ: امام واقدی نے ہب بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھوپھی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم سنا کرتے تھے سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ سے حاملہ ہوئی تو مجھے محسوس نہیں ہوتا تھا کہ میں حاملہ ہوں اور نہ ہی میں عام عورتوں کی طرح حمل کا بوجھ پاتی تھی سوائے اس کے کہ مجھے حیض کا نہ آنا عجیب لگتا تھا اور کبھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بھی بتایا کرتی تھیں کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا جب کہ میں سونے اور جاگنے کی درمیانی (نیم بیداری) کی حالت میں تھی اس نے مجھے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ تو حاملہ ہے؟ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ اس نے کہا بیشک تو اس امت کے سردار اور نبی ﷺ کے ساتھ حاملہ ہے اور تو ان کا نام محمد ﷺ رکھنا۔[2]

---

[1] (میلاد مصطفیٰ ﷺ بزبان مصطفیٰ ﷺ ص ۲۸۰)

[2] (الخصائص الکبریٰ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی باب ماوقع فی حملہ ﷺ من الآیات، سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد الباب الثانی فی حمل آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا برسول اللہ ﷺ)

(۳) باب نمبر تین: محفل میلاد شریف منعقد کرنا اور نبی کریم ﷺ کی تاریخ میلاد کا بیان

بعض علماء محفل میلاد شریف منعقد کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔ حالانکہ میلادِ مصطفی ﷺ منانا مستحب اور مستحسن اور عاشقوں کا کام ہے۔

اقامۃ القیامۃ میں حضرت علامہ مولانا محمد صالح لکھتے ہیں:

امّة النبیّ ﷺ من العرب والمصر والشام والرّوم والاندلس وجمیع بلاد الاسلام مجتمعٌ ومتّفقٌ علیٰ استحبابه واستحسانه۔

یعنی نبی اکرم ﷺ کی امت، عرب، مصر، شام، روم، اندلس اور اسلامی ممالک سب کا اجماع اور اتفاق ہے کہ میلاد مصطفی ﷺ مستحب اور مستحسن ہے۔

آگے لکھتے ہیں: حضرت علی شامی نے فرمایا:

الّف فی ذالک العلماء وحثوا علی فعله فقالوا لاینکرها الّا مبتدع فعلیٰ حاکم الشّریعة ان یّعزره۔

یعنی نبی اکرم ﷺ کے میلاد پاک پر علمائے کرام نے کتابیں لکھیں اور اس میلاد شریف کرنے پر رغبت دلائی اور فرمایا میلاد مصطفی ﷺ کا انکار کرنے والا بدمذہب ہے حاکم شریعت پر لازم ہے کہ ایسے منکر کو سزا دے۔[1]

آپ ﷺ کی تاریخ میلاد کا بیان

بعض علماء کہتے ہیں ۱۲ ربیع الاول حضور ﷺ کا یوم وفات ہے اور ولادت کی تاریخ کتب احادیث میں نو (۹) کی ہی روایتیں آتی ہیں بارہ ربیع الاول کو ولادت باسعادت کے متعلق کوئی حدیث نہیں ملتی اس لیے بارہ ربیع الاول کو خوشی منانا وفات کی خوشی منانا ہے؟ حالانکہ عام مشہور یہ ہے کہ ولادت باسعادت بارہ ربیع الاول کو ہوئی ہے اس کے علاوہ بھی ولادت کی تاریخیں دو ربیع الاول اور نو ربیع الاول بھی کتب میں پائی جاتی ہیں لیکن اکثر مورخین اور تقریباً تمام متاخرین کے نزدیک ولادت النبی ﷺ پیر کے روز ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی یہی صحیح ہے۔ اور اگرچہ بعض کتب میں وصال شریف ۱۲ ربیع الاول مذکور ہے لیکن محققین نے اس کو تسلیم نہیں کیا اور صحیح تحقیق کے مطابق وصال شریف کی تاریخ ۲ ربیع الاول ہے۔ ہمارے دور میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن بارہ ربیع الاول کو جلسے جلوس زوروں پر ہوتے ہیں ہزاروں عیدوں سے بڑھ کر خوشی کا سماں ہوتا ہے وہابی دیوبندی اس کے برعکس بدعت کی رٹ لگاتے رہے اب نیا شوشہ چھوڑا کہ ۱۲ ربیع الاول کو تو حضور ﷺ کی

---

[1] (اقامۃ القیامۃ ص ۱۹)

وفات ہے لہٰذا اس دن خوشی منانے کا کوئی فائدہ نہیں یہ تو غم کا مہینہ ہے اور ہمارے علاقے میں ایک دیوبندی عالم نے اپنے ایک مقتدی کو اس مہینہ میں شادی کرنے سے منع فرمایا اور کہا کہ یہ غم کا مہینہ ہے اس لئے اس مہینہ میں کوئی خوشی کا کام نہ کرو۔

چالاک دیوبندی

دیوبندی بڑے چالاک ہیں اس طرح کے اختلافات سے یہ عوام کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اصل مسئلہ کو چھپا دیتے ہیں اور تاریخ کا اختلاف یا کتاب اس کی نہیں اس کی ہے اس اختلاف سے یہ لوگ اصل مسئلہ کو چھپا دیتے ہیں۔ جشن عید میلاد النبی ﷺ کی تاریخ میں اختلاف ڈال کر یہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ دیکھئے حضور ﷺ کی پیدائش ۲ ربیع الاول کو ہوئی ہے اور یہ بریلوی لوگ ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں۔ دیوبندیو! تاریخ کا اختلاف ڈال کر تم لوگ اپنے شیطانی عقیدے میں کامیاب نہیں ہو سکتے ہو اس لئے تاریخ کے اختلاف سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا اگر آپ لوگوں کے نزدیک حضور ﷺ کی پیدائش کی تاریخ ۲ ربیع الاول ہے تو تم لوگ ۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبی ﷺ منایا کرو۔ ہمارے نزدیک ۱۲ ربیع الاول ہے ہم ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں۔ تاریخ کے اختلاف سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اسی طرح کتاب کے مصنف میں اختلاف ہونے سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ دیکھئے امام حسن رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں بہت بڑا اختلاف ہے تو کیا دیوبندی یہ کہیں گے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہی نہیں ہوئی۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

قال الواقدی مات سنة تسع و اربعین و قال المدائنی مات سنة خمسین و قیل سنة احدی و خمسین و قال الھیثم بن عدی سنة اربع و اربعین و قال بن منده مات سنة تسع و اربعین و قیل خمسین و قیل سنة ثمان و خمسین۔[1]

ان لوگوں کے دلوں میں بغضِ رسول ہے اور میلاد النبی ﷺ کی خوشی کے منکر ہیں ان کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت نہیں اور اس قسم کے دھوکے دے کر نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی سے لوگوں کو روکنے کی ہمیشہ کوشش کرتے ہیں لیکن ان سب کی اس قسم کی کوششوں کے باوجود پوری دنیا میں اور خصوصاً ملک پاکستان میں بارہ ربیع الاول کو ہی ولادت باسعادت کی خوشی منائی جاتی ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک سرکار ﷺ کا میلاد منایا جاتا رہے گا یہ منع کرنے والے ختم ہو جائیں گے مگر میلاد مصطفی ﷺ ہمیشہ رہے گا۔

صدائیں درودوں کی آتی رہے گی　　　جنہیں سن کے دل شاد ہوتا رہے گا

---

[1] (الاصابة فی تمیز الصحابة ذکر حسن بن علی رضی اللہ عنھما ج ۲ ص ۷۳ برقم ۱۷۲۱ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (تھذیب الکمال ج ۶ ص ۲۵۷ برقم ۱۲۴۸ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

خدا اہل سنت کو آباد رکھے — محمد ﷺ کا میلاد ہوتا رہے گا

بدنصیب گروہ

میلاد کے دشمن وہ بدنصیب گروہ ہے جو اپنے آپ کو سرکار دوعالم ﷺ کا امتی کہلواتے ہیں لیکن یہ اتنے بدنصیب ہیں کہ اپنے نبی ﷺ کے میلاد کا ذکر سنتے ہی ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں اور میلاد کو بند کرنے کے لیے طرح طرح کے بہانے اور کوششیں کرتے رہتے ہیں۔

لیکن دوسری طرف دیکھئے کہ اس میلاد کو کفار نے بھی منایا اور اس سے فائدہ حاصل کیا۔

کفار نے بھی میلاد منایا

بخاری جلد دوم کتاب النکاح باب و امھاتکم التی ارضعنکم و مایحرم من الرضاعته میں ہے:

فلما مات ابو لھب اریہ بعض اھلہ بشر ھیئة قال لہ ماذا لقیت قال ابو لھب لم الق بعدکم خیرا انی سقیت فی ھذہ بعتاقنی ثویبة۔

ترجمہ: جب ابولہب مر گیا تو اس کو اس کے بعض گھر والوں نے خواب میں برے حال میں دیکھا پوچھا کیا گزری؟ ابولہب بولا کہ تم سے علیحدہ ہو کر مجھے کوئی خیر نصیب نہ ہوئی۔ ہاں مجھے اس کلمہ کی انگلی سے پانی ملتا ہے۔ کیونکہ میں نے ثویبہ لونڈی کو آزاد کیا تھا۔[1]

بات یہ تھی کہ ابولہب حضرت عبد اللہ کا بھائی تھا۔ اس کی لونڈی ثوبیہ نے آکر اس کو خبر دی کہ آج تیرے بھائی عبد اللہ کے گھر فرزند (محمد رسول اللہ) پیدا ہوئے۔ ﷺ۔ اس نے خوشی میں اس لونڈی کو اشارے سے آزاد کر دیا۔ لونڈی کی برکت سے اللہ نے اس پر یہ کرم کیا کہ جب دوزخ میں وہ پیاسا ہوتا ہے تو اپنی اس انگلی کو چوستا ہے۔ پیاس بجھ جاتی ہے۔ حالانکہ وہ کافر تھا۔ ہم مومن۔ وہ دشمن تھا ہم ان کے بندے بے دام۔ اس نے بھتیجے کے پیدا ہونے کی خوشی کی تھی۔ نہ کہ رسول اللہ ﷺ کی۔ ہم رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشی کرتے ہیں ﷺ۔ تو وہ کریم ہیں ہم ان کے بھکاری وہ کیا کچھ نہ دیں گے۔

---

[1] (صحیح بخاری کتاب النکاح باب و امھاتکم اللاتی ارضعنکم ج ۵ ص ۱۹۶۱ رقم الحدیث ۴۸۱۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۷۸ رقم الحدیث ۱۳۹۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیھقی ج ۷ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۱۳۷۰۱ مطبوعہ مکتبة دار الباز مکة المکرمة)، (شعب الایمان للبیھقی ج ۱ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حافظ امام جزری

حافظ شمس الدین محمد بن عبد اللہ جزری متوفی ۶۶۰ھ لکھتے ہیں:

فاذا کان ابو لھب الکافر الذی نزل القران بذمہ جوزی فی النار بفرحہ لیلۃ مولد النبی ﷺ بہ فما حال المسلم الموحد من امۃ النبی ﷺ یسر بمولدہ و بذل ما تصل الیہ قدرتہ فی محبتہ ا؟ لعمری انما یکون جزاؤہ من اللہ الکریم ان یدخلہ بفضلہ جنات النعیم۔

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر خوشی منانے کے اجر میں اس ابولہب کے عذاب میں بھی تخفیف کر دی جاتی ہے جس کی مذمت میں قرآن حکیم میں ایک مکمل سورت نازل ہوئی ہے۔ تو امت محمدیہ کے اس مسلمان کو ملنے والے اجر و ثواب کا کیا عالم ہو گا جو آپ ﷺ کے میلاد کی خوشی مناتا ہے اور آپ ﷺ کی محبت و عشق میں حسب استطاعت خرچ کرتا ہے؟ خدا کی قسم! میرے نزدیک اللہ تعالیٰ ایسے مسلمان کو اپنے حبیب مکرم ﷺ کی خوشی منانے کے طفیل اپنی نعمتوں بھری جنت عطا فرمائیں گے۔[1]

امام صالحی

علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

کان اول من فعل بالموصل عمر بن محمد الملاء احد الصالحین المشھورین و بہ اقتدی فی ذلک اربل وغیرھم رحمھم اللہ تعالی۔

ترجمہ: پہلا شخص جنھوں نے اہتمام اور شان و شوکت سے موصل میں محفل میلاد منائی وہ شیخ عمر بن محمد تھے جو مشہور صالحین میں سے تھے اور صاحب اربل ابو سعید مظفر اور ان کے علاوہ دوسروں نے اس عمل میں ان کی پیروی کی ہے۔[2]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی

مدارج النبوۃ جلد دوم حضور علیہ السلام کی رضاعت کے وصل میں اسی ابولہب کے واقعہ کو بیان فرما کر فرماتے ہیں:

دریں جا سند است مر اہل موالید را کہ در شب میلاد آں سرور سرور کنند و بذل نمایند یعنی ابولہب کہ کافر بود چوں بسرور میلاد آں حضرت جزا دادہ شد تا حال مسلماں کہ مملو است بمحبت

[1] (الحاوی للفتاوی ص ۲۰۶)، (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ﷺ ج ۱ ص ۳۶۶۔۳۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
[2] (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وسرور و بذل مال دروے چہ باشد لیکن باید کہ ازبدعت ہا کہ عوام احداث کردہ انداز تغنی وآلات محرمہ ومنکرات خالی باشد۔

اس واقعہ میں مولود والوں کی بڑی دلیل ہے جو حضور علیہ السلام کی شب ولادت میں خوشیاں مناتے اور مال خرچ کرتے ہیں یعنی ابولہب جو کافر تھا جب حضور کی ولادت کی خوشی اور لونڈی کے دودھ پلانے کی وجہ سے انعام دیا گیا تو اس مسلمان کا کیا حال ہو گا جو محبت وخوشی سے بھرا ہوا ہے اور مال خرچ کرتا ہے لیکن چاہئیے کہ محفل میلاد شریف عوام کی بدعتوں یعنی گانے اور حرام باجوں وغیرہ سے خالی ہو۔

حضور ﷺ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی

حضور ﷺ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احتمال ہے کہ عام الفیل سے مراد وہ دن ہو جس دن اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کو کعبہ پر حملہ کرنے سے روکا اور جو لوگ ان کو لائے تھے ان کو تہس نہس کیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ سال ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: فَحَدَّثَنِي الْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ، قَالَ: "وُلِدْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيلِ، فَنَحْنُ لِدَانِ، وُلِدْنَا مَوْلِدًا وَاحِدًا"۔

ترجمہ: حضرت قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ہاتھیوں کے لشکر والے سال میں پیدا ہوئے تھے ہماری پیدائش ایک سال میں ہوئی ہے۔[1]

حضور ﷺ کی ولادت پیر کے دن ہوئی

اسی طرح اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت پیر کو ہوئی۔

امام مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں، حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وسئل عن صوم یوم الاثنین قال ذاک یوم ولدت فیہ ویوم بعثت و انزل علی فیہ۔

---

[1] (مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۵ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (سنن الترمذی باب ماجاء فی میلاد النبی ﷺ ج ۵ ص ۵۸۹ رقم الحدیث ۳۶۱۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الاحاد والمثانی ج ۱ ص ۳۵۵ رقم الحدیث ۴۷۸ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)، (طبرانی کبیر ج ۱۸ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۸۷۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۰۳ مطبوعہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (دلائل النبوۃ للبیھقی ج ۱ ص ۷۶۔۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: حضور ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسی روز میری ولادت ہوئی اور اسی روز میری بعثت ہوئی اور اسی روز میرے اوپر قرآن نازل کیا گیا۔[1]

محمود پاشا فلکی مصری

محمود پاشا فلکی مصری ۱۸۸۵ء لکھتے ہیں:

وکان یوم ولادته ﷺ یوم الاثنین کما ھو المتفق علیه باجماع الآراء۔[2]

حضور ﷺ کی ولادت ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی

اور تقریباً اس میں بھی کسی کا اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی۔ بعض علماء نے رمضان اور بعض نے محرم بھی لکھا ہے لیکن یہ جمہور کے خلاف ہے اس لئے اکثر علماء نے اس مجہول اقوال کو رد کیا ہے۔ صرف تاریخ میں اختلاف ہے۔ مگر مضبوط و مستند دلائل کے ساتھ ۱۲ ربیع الاول ولادت ثابت ہے اور تقریباً جمہور کے نزدیک یہی تاریخ ولادت شریف ہے۔ جو ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس رسالہ میں دو فصلیں ہیں اور ایک خاتمہ ہے پہلی فصل تاریخ ولادت کی تحقیق میں، دوسری فصل تاریخ وفات کی تحقیق میں۔ اور خاتمہ میں یوم جمعہ آدم علیہ السلام کی وفات ہونے کے باوجود یوم عید بھی ہے۔

تاریخ ولادت کی تحقیق میں صحابی رسول جابر و ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول

ابن ابی شیبہ

امام ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

عن عفان عن سعید بن مینا عن جابر و ابن عباس انھما قالا ولد رسول اللہ ﷺ عام الفیل یوم الاثنین الثانی عشر من شھر ربیع الاول۔

ترجمہ: امام عفان سے روایت ہے کہ وہ سعید بن مینا سے راوی کہ جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت عام الفیل میں پیر کے روز بارہویں ربیع الاول کو ہوئی۔[1]

---

[1] (صحیح مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلثة ایام من کل شھر ج ۲ ص ۸۱۹ رقم الحدیث ۱۱۶۲ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیھقی ج ۴ ص ۲۸۶ رقم الحدیث ۳۸۱۸۲ مطبوعه مکتبة دار الباز مکة المکرمة)، (سنن الکبری للنسائی ج ۲ ص ۱۴۶ رقم الحدیث ۲۷۷۷ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۶۔۲۹۷ رقم الحدیث ۲۲۵۹۰ مطبوعه)، (مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۹۶ رقم الحدیث ۷۸۶۵ مطبوعه المکتب الاسلامی بیروت)، (مسند ابویعلیٰ ج ۱ ص ۱۳۴ رقم الحدیث ۱۴۴ مطبوعه دار المامون للتراث دمشق)

[2] (التقویم العربی قبل الاسلام وتاریخ میلاد الرسول وھجرته البحث الثالث فی مولد النبی محمد ﷺ ص ۴۴ مطبوعه جمادی الاولی سنة ۱۳۸۹ھ سلسلة البحوث الاسلامیة مصر)

ابن کثیر

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ فرماتے ہیں:

ورواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن عفان عن سعید بن میناعن جابر وابن عباس انہما قالا ولد رسول اللہ عام الفیل یوم الاثنین الثانی عشر من شہر ربیع الاول۔

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مصنف میں ذکر کیا عفان سے انہوں نے سعید بن مینا سے انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور ﷺ کی ولادت عام فیل پیر کے دن ربیع الاول کے مہینے کی بارہ تاریخ میں ہوئی۔[2]

امام صالحی

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

رواہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف عن جابر وابن عباس قال فی الغرر وھو الذی عمل العمل۔[3]

اس روایت کی سند صحیح ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس روایت میں تین راوی ہیں۔

پہلا راوی امام ابن ابی شیبہ

امام ذہبی علیہ الرحمہ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

الحافظ الکبیر الحجۃ ابوبکر حدث عنہ احمد بن حنبل والبخاری وابو القاسم البغوی والناس ووثقہ الجماعۃ۔

ترجمہ: آپ حافظ کبیر اور حجت ہیں۔ امام بخاری اور احمد بن حنبل کے استاد ہیں اور محدثین کی ایک پوری جماعت نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔[4]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقال احمد: صدوق۔

ترجمہ: امام احمد نے فرمایا ابو بکر بن ابی شیبہ صدوق ہے یعنی سچا ہے۔

وقال العجلی: ثقۃ وکان حافظا للحدیث۔

---

[1] (بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی ج ۲ ص ۱۸۹ مطبوعہ بیروت)

[2] (البدایۃ والنہایۃ باب مولد رسول اللہ ﷺ ج ۲ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[3] (سبل الھدی والرشاد الباب الرابع فی تاریخہ مولدہ ومکانہ ج ۱ ص ۳۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[4] (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۷۷ برقم ۴۵۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ترجمہ: امام عجلی نے کہا آپ ثقہ ہیں۔ کہ آپ حدیث کے حافظ ہیں۔

وقال ابو حاتم وابن خراش: ثقة۔

ترجمہ: امام ابو حاتم اور امام ابن خراش نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔

امام ابن معین نے کہا:

ابو بكر عندنا صدوق۔

ترجمہ: کہ ہمارے نزدیک ابو بکر سچے راوی ہیں۔

امام ابن حبان نے آپ کو ثقات میں داخل کیا ہے۔ امام ابن قانع نے کہا آپ ثقہ ثبت ہیں۔

آخر میں حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے آپ سے تیس حدیثیں روایت کی ہیں جبکہ امام مسلم علیہ الرحمۃ نے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث آپ سے روایت کی ہیں۔[1]

دوسرا راوی عفان

یہ امام عفان بن مسلم ہے اور یہ صحاح ستہ کے راوی ہے۔

امام حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی متوفی ۷۴۲ھ روایت کرتے ہیں:

قال احمد بن عبد الله العجلی عفان بن مسلم بصری ثقة ثبت صاحب سنة۔

ترجمہ: احمد بن عبد اللہ عجلی فرماتے ہیں عفان بن مسلم بصری ثقہ ثبت صاحب سنہ ہے۔[2]

امام ابو حاتم متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

قال ابو محمد سالت ابی عن عفان فقال ثقة متقن متين۔[3]

تیسرا راوی سعید بن مینا

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سعيد بن مينا مولى البختری بن ابی ذباب الحجازی مکی او مدنی الغرماء ابا الوليد ثقة من الثالثة۔[4]

---

[1](تهذيب التهذيب ج۳ص ۲۵۲_۲۵۳ برقم ۹ ۴۰ ۴مطبوعه دار احياء التراث العربی بيروت)

[2](تهذيب الكمال ج ۲۰ ص ۱۶۴ برقم ۳۹۶۴ مطبوعه موسسة الرسالة بيروت)، (تهذيب التهذيب لابن حجر عسقلانی ج ۷ ص ۲۰۵ برقم ۴۲۴ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (معرفة الثقات للعجلی ج ۲ ص ۱۴۰ برقم ۱۲۵۶ مطبوعه مكتبة الدار المدينة المنورة)، (التاريخ الكبير للبخاری ج ۷ ص ۷۲ برقم ۱۳۳۱ مطبوعه دار الفكر بيروت)

[3](الجرح والتعديل ج۷ص ۳۰ برقم ۱۶۵ مطبوعه دار احياء التراث العربی بيروت)

[4](تقريب التهذيب ص ۲۴۱ برقم ۲۴۰۳ مطبوعه دار الرشيد سوريا)، (التاريخ الكبير للبخاری ج۳ ص ۵۱۲ برقم ۱۷۰۱ مطبوعه دار الفكر بيروت)

امام حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی متوفی ۷۴۲ھ روایت کرتے ہیں:

قال عبداللہ بن احمد بن حنبل عن ابیہ عن اسحاق بن منصور عن یحییٰ بن معین و ابو حاتم ثقۃ ذکرہ ابن حبان فی کتاب الثقات۔[1]

جلیل القدر تابعی سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا قول

علامہ محمود پاشا فلکی مصری ۱۸۸۵ء لکھتے ہیں:

وعن سعید بن المسیب ولد رسول اللہ عند ابھیر النھار ای وسطہ و کان ذلک الیوم لمضی ثنتی عشرۃ لیلۃ من ربیع الاول ای و کان فی فصل الربیع وقد اشار لذلک بعضھم بقولہ:

یقول لنا لسان الحال منہ　　　وقول الحق یعذب للسمیع

فوجھی والزمان وشھر وضعی　　　ربیع فی ربیع فی ربیع

قال وحکی الاجماع علیہ، وعلیہ العمل الآن ای فی الامصار خصوصا اھل مکۃ فی زیارتھم موضع مولدہ۔[2]

امام المغازی محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول

سیرت ابن ہشام

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق یحدد المیلاد قال حدثنا ابو محمد عبدالملک ابن ہشام قال حدثنا زیاد بن عبداللہ البکائی محمد بن اسحاق المطلبی قال ولد رسول اللہ ﷺ یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شھر ربیع الاول عام الفیل۔

ترجمہ: امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ بارہ ربیع الاول پیر کے روز عام الفیل میں پیدا ہوئے۔[3]

امام طبری

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمۃ قال حدثنی ابن اسحاق ولد رسول اللہ ﷺ یوم الاثنین عام الفیل لاثنتی عشرۃ لیلۃ مضت من شھر ربیع الاول۔

---

[1] (تہذیب الکمال ج ۱۱ ص ۸۵ برقم ۲۳۶۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

[2] (التقویم العربی قبل الاسلام وتاریخ میلاد الرسول وھجرتہ ﷺ البحث الثالث فی مولد النبی محمد ﷺ ص ۳۳۔ ۳۴ مطبوعہ جمادی الاولی سنۃ ۱۳۸۹ھ سلسلۃ البحوث الاسلامیۃ مصر)

[3] (السیرۃ النبویہ لابن ہشام باب ولادۃ رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۲۹۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

ترجمہ: امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پیدا ہوئے۔[1]

امام حاکم

امام محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو الحسن محمد بن احمد بن شبویہ الرئیس بمرو حدثنا جعفر بن محمد النیسابوری حدثنا علی بن مہران حدثنا سلمۃ بن الفضل عن محمد بن اسحاق قال ولد رسول اللہ الاثنتی عشر لیلۃ مضت من شہر ربیع الاول۔[2]

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیتے ہیں۔[3]

اسی طرح ڈاکٹر محمود مطرجی امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال الذہبی فی التلخیص علی شرط مسلم۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیتے ہیں۔[4]

امام بیہقی

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو الحسن بن الفضل قال حدثنا عبداللہ بن جعفر قال حدثنا یعقوب بن سفیان قال حدثنی عمار بن الحسن النسائی قال حدثنی سلمۃ بن الفضل قال قال محمد بن اسحاق ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم الاثنین عام الفیل لاثنتی عشرۃ لیلۃ مضت من شہر ربیع الاول۔[5]

امام ابن الاثیر

علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

قال ابن اسحاق ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ مضت من ربیع الاول وکان مولدہ بالدار التی تعرف بدار ابن یوسف۔

---

[1] (تاریخ الامم والملوک ج ا ص ۴۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[2] (المستدرک علی الصحیحین کتاب تواریخ المتقدمین باب ذکر اخبار سید المرسلین ج ۲ ص ۶۵۹ رقم الحدیث ۴۱۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (السیرۃ النبوۃ لابن کثیر ج ا ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[3] (تلخیص المستدرک علی الصحیحین ج ۲ ص ۶۰۳ مطبوعہ بیروت)

[4] (حاشیۃ المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۲۰۴ رقم الحدیث ۴۲۳۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

[5] (دلائل النبوۃ للبیہقی باب اشہر الذی ولد فیہ ج ا ص ۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۱۳۵ رقم الحدیث ۱۳۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو حضور ﷺ پیدا ہوئے اور آپ ﷺ کی ولادت باسعادت اس حویلی میں ہوئی جو ابن یوسف کے نام سے مشہور ہے۔[1]

امام طاہر مقدسی

امام مطہر بن طاہر المقدسی متوفی ۵۰۷ھ لکھتے ہیں:

وقال ابن اسحاق لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شھر ربیع الاول۔[2]

امام ابن عساکر

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

وفی حدیث ابن المقری قال ابن اسحاق ولد رسول اللہ ﷺ عام الفیل یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ مضت من شھر ربیع الاول۔[3]

امام ابن کثیر

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ فرماتے ہیں:

وقیل لثنتی عشرۃ خلت منہ نص علیہ ابن اسحاق۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت شریف بارہ ربیع الاول کو ہوئی جس پر امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے نص قائم کی۔[4]

امام صالحی

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

قال ابن اسحاق رحمہ اللہ تعالی لاثنتی عشرۃ لیلۃ [خلت] منہ۔[5]

امام ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ روض الانف کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

ومحمد بن اسحق ھذا۔ رحمہ اللہ ثبت فی الحدیث عند اکثر العلماء واما فی المغازی والسیر فلا تجھل امامتہ فیھا قال ابن شھاب الزھری من اراد المغازی فعلیہ بابن اسحق ذکرہ البخاری فی التاریخ وذکر عن سفیان بن عینیہ انہ

---

[1] (الکامل فی التاریخ لابن اثیر باب ذکر مولد رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۳۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[2] (البداء والتاریخ ج ۴ ص ۱۳۲ مطبوعہ مکتبۃ الثقافیۃ الدینیۃ القاھرۃ)

[3] (تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر مولد النبی علیہ الصلوۃ والسلام ومعرفۃ من کفلہ وما کان امرہ... ج ۲ جز ۳ ص ۴۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (السیرۃ النبوۃ لابن عساکر ج ۲ جز ۳ ص ۴۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[4] (البدایۃ والنھایۃ باب مولد رسول اللہ ﷺ ج ۲ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[5] (سبل الھدی والرشاد الباب الرابع فی تاریخہ مولدہ ﷺ ومکانہ ج ۱ ص ۳۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قال ما ادرکت احداًیتهم ابن اسحق فی حدیثه و ذکر ایضاًعن شعبة بن الحجاج انه قال ابن اسحق امیر المؤمنین یعنی فی الحدیث و ذکر ابویحیی الساجی رحمه الله باسناد له عن الزهری انه قال خرج الی قریته باذام فخرج الیه طلاب الحدیث فقال لهم این انتم من الغلام الاحول او قد خلفت فیکم الغلام الاحول یعنی ابن اسحق و ذکر الساجی ایضاً قال کان اصحاب الزهری یلجؤون الی محمد بن اسحق فیما شکوا فیه بحفظه هذا معنی کلام الساجی نقلته من حفظی لا من کتاب۔ و ذکر عن یحیی بن معین و احمد بن حنبل و یحیی بن سعید القطان انهم وثقوا ابن اسحق و احتجوا بحدیثه۔ و ذکر علی بن عمر الدارقطنی فی السنن حدیث القلتین من جمع طرقه و ما فیه من الاضطراب ثم قال فی حدیث جری و هذا یدل علی حفظ محمد بن اسحق و شدة اتقانه۔

ترجمہ: یہی محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو اکثر علماء کے نزدیک حدیث میں حجت ہیں۔ جہاں تک مغازی اور سیر کا تعلق ہے ان میں ان کی قیادت مشہور ہے۔ حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس نے مغازی کے متعلق پڑھنا ہو وہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کرے۔ اس قول کو امام بخاری نے "تاریخ" میں ذکر کیا ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو حدیث میں ابن اسحاق پر تہمت لگاتا ہو۔ حضرت شعبہ بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے امیر المؤمنین ہیں۔ حضرت ابو یحیٰی ساجی رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنی بستی "باذام" کی طرف تشریف لے گئے۔ حدیث مبارک کے طالب علم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا وہ بھینگا لڑکا تم سے کہاں چلا گیا یا میں بھینگا لڑکا تم میں جانشین بنا کر گیا تھا۔ حضرت ساجی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی ذکر کیا ہے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں کو جب امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں شک پڑتا تو وہ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف پناہ لیتے۔ وہ ان میں حافظہ کے اعتبار سے ثقہ تھے۔ علامہ ساجی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات میں نے اپنی یاد داشت سے لکھی ہے کسی کتاب سے نقل نہیں کی۔ حضرت یحیٰی بن معین، امام احمد بن حنبل اور یحیٰی بن سعید القطان رحمہم اللہ سے روایت ہے کہ یہ سب ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو ثقہ سمجھتے تھے۔ وہ ان کی حدیث سے استدلال کرتے تھے۔ علی بن عمر دار القطنی نے "السنن" میں قلتین کی حدیث تمام اسناد کے ساتھ ذکر کی ہے اور اس کا اضطراب بھی بیان کیا ہے پھر لکھا ہے۔ یہ بات محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے حافظے اور ان کی پختگی کی شدت پر دلالت کرتی ہے۔ [1]

نیز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراض کے بعد لکھتے ہیں:

و ذکر ان یحیی بن سعید الانصاری شیخ مالک روی عن ابن اسحق قال و روی عنه سفیان الثوری و الحمادان حماد بن دینار سلمة بن دینار و حماد بن زید بن درهم و شعبة و ذکر عن الشافعی رضی الله عنه انه قال من اراد ان یتجب فی المغازی فهو عیال علی محمد بن اسحق فهذا ما بلغنا عن محمد بن اسحق رحمه الله۔

[1] (روض الانف مع سیرة النبویة لامام ابن هشام ترجمة ابن اسحق ج ۱ ص ۱۹ ـ ۲۰ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)

ترجمہ: یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت یحییٰ بن سعید انصاری نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے حماد بن سلمہ بن دینار حماد بن درہم اور شعبہ رحمہم اللہ نے بھی ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا جو مغازی کا عالم بننا چاہتا ہے وہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا محتاج ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہمیں یہی کچھ ملا ہے۔[1]

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں ۔

یونس بن بکیر فرماتے ہیں میں نے امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے ہیں:

محمد بن اسحاق امیر المحدثین بحفظہ۔

ترجمہ: امیر المحدثین محمد بن اسحاق حافظہ والے تھے۔[2]

امام عبد الرحمن بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں۔

اسماعیل بن علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے ہیں:

محمد بن اسحاق صدوق فی الحدیث۔

ترجمہ: محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں سچے تھے۔[3]

حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

و قال ابن عیینۃ سمعت شعبۃ یقول محمد بن اسحاق امیر المو منین فی الحدیث۔

ترجمہ: امام ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فن حدیث میں امیر المؤمنین ہے۔[4]

---

[1] (روض الانف مع سیرۃ النبویۃ لامام ابن ھشام ترجمۃ ابن اسحق ج ۱ ص ۱۹۔۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
[2] (التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۴۰ برقم ۶۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)
[3] (الجرح و التعدیل باب من روی عنہ العلم ممن یسمی محمد و اسم ابیہ اسحاق ج ۷ ص ۱۹۲ برقم ۱۰۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
[4] (تھذیب التھذیب ج ۹ ص ۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

سید السادات امام باقر رضی اللہ عنہ کا قول

ابن سعد

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی جعفر محمد بن علی قال ولد رسول اللہ ﷺ یوم الاثنین لعشر لیال خلون من شھر ربیع الاول وکان قدوم اصحاب الفیل قبل ذلک للنصف من المحرم فبین الفیل و مولد رسول اللہ ﷺ خمس و خمسون لیلة۔

ترجمہ: امام باقر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت بارہ ربیع الاول کو ہوئی اور ہاتھیوں کا لشکر لے کر ابرہہ نصف محرم کو مکہ شریف پہنچا لہٰذا حضور ﷺ کی ولادت باسعادت اور ابرہہ کے لشکر لانے کے درمیان پچپن راتوں کا فاصلہ ہے۔[1]

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ امام باقر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

و روی ان ابا جعفر کان یصلی فی الیوم و اللیلة مائة و خمسین رکعة۔[2]

اہل قریش کا قول

امام ابن عساکر

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

قال انبانا الزبیر بن بکار قال و حدثنی ایضاً محمد بن الحسن عن عبد السلام بن عبد اللہ عن معروف بن خربوذ و غیرہ من اھل العلم قالوا ولد رسول اللہ ﷺ عام الفیل و سمیت قریش آل اللہ و عظمت فی العرب و لد لاثنتی عشرة لیلة مضت من شھر ربیع الاول۔[3]

امام ذہبی

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

و قال الزبیر بن بکار حدثنا محمد بن حسن عن عبد السلام بن عبد اللہ عن معروف بن خربوذ و غیرہ من اھل العلم قالوا ولد رسول اللہ ﷺ عام الفیل و سمیت قریش آل اللہ و عظمت فی العرب و لد لاثنتی عشرة لیلة مضت من ربیع الاول۔[1]

---

[1] (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۰۔۱۰۱ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج ۲ جز ۳ ص ۴۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (السیرة النبوة لابن عساکر ج ۳ ص ۴۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[2] (تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر و الاعلام الطبقة الثانیة عشرة جدید ج ۳ ص ۴۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

[3] (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲ جز ۳ ص ۴۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (السیرة النبوة لابن عساکر ج ۲ جز ۳ ص ۴۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ لکھتے ہیں:

والرابع لاثنتی عشرۃ خلت منہ۔

ترجمہ: چوتھا قول یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔[2]

امام المحدثین وفقہاء، تدبر، تفقہ، بصیرت وفراست، ایقان وعرفان علم وفضل میں یکتائے روزگار، علم حدیث وفقہ کے عظیم امام وپیشوا جن کو دنیا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتی ہے جن کے فیضان حدیث وفقہ سے دنیا مستفید اور فیض یاب ہو رہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔

محمد بن سہل بن عسکر کا بیان ہے کہ حافظ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ان سے زیادہ کسی کو پرہیزگار ومتقی دیکھا ہے۔[3]

عبید اللہ بن عمر قواریری کا بیان ہے کہ یحیٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرے پاس بغداد سے کوئی ایسا شخص نہیں آیا جو مجھے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ محبوب ہو۔[4]

محمد بن مشکان کا بیان ہے کہ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمارے پاس احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی شخص نہیں آیا۔[5]

ابو عثمان الرقی کا بیان ہے کہ میں نے ہیثم بن جمیل رحمۃ اللہ علیہ سے سنا انہوں نے فرمایا اگر یہ نوجوان احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہا تو عنقریب اپنے اہل زمانہ پر حجت ہو گا۔[6]

اسد خشاب کا بیان ہے کہ میں نے ہیثم بن جمیل رحمۃ اللہ علیہ سے سنا انہوں نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ میری عمر میں سے کم کر کے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی عمر میں اضافہ کر دے پھر آپ نے ایک شخص سے کہا کہ تم مجھ سے پوچھو کہ میں نے ایسی بات کیوں کہی؟ یہ احمد بن حنبل ایسے انسان ہیں جن سے مسلمان نفع حاصل کریں گے۔[7]

---

[1] (تاریخ الاسلام ووفیات المشاهیر والاعلام ذکر ترجمة السیرة النبوة ج ۱ ص ۳۷۶ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

[2] (مسائل الامام احمد ج ۱ ص ۱۴ مطبوعه الدار العلمیة دلهی)

[3] (مناقب الامام احمد بن حنبل ص ۶۹)، (تهذیب التهذیب ج ۱ ص ۷۳)

[4] (مناقب الامام احمد بن حنبل ص ۷۴)

[5] (مناقب الامام احمد بن حنبل ص ۶۹)

[6] (مناقب الامام احمد بن حنبل ص ۷۸)

[7] (مناقب الامام احمد بن حنبل ص ۷۸)

حرملہ کا بیان ہے کہ میں نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے فرمایا میں عراق سے نکلا تو میں نے اپنے پیچھے کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ افضل زیادہ عالم زیادہ پرہیز گار اور زیادہ متقی ہو۔[1]

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام محمد بن حبان التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں:

قال ابو حاتم ولد النبی ﷺ عام الفیل یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ مضت من شهر ربیع الاول۔

ترجمہ: امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ بارہ ربیع الاول پیر کے روز عام الفیل میں پیدا ہوئے۔[2]

ڈاکٹر قلعجی

ڈاکٹر عبد المعطی قلعجی لکھتے ہیں:

وصرح ابن حبان فی تاریخه وهو کتاب الثقات فقال ولد النبی ﷺ عام الفیل یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ مضت من شهر ربیع الاول۔[3]

امام ماوردی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ لکھتے ہیں۔

لانه ولد بعد خمسین یوماً من الفیل وبعد موت ابیه فی یوم الاثنین الثانی عشر من شهر ربیع الاول۔

ترجمہ: واقعہ اصحاب فیل کے پچاس روز بعد اور آپ کے والد کے انتقال کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بروز پیر بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔[4]

امام یحییٰ بن شرف الدین نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے چار اقوال لکھے ہیں اور چوتھا قول ۱۲ ربیع الاول کا لکھا ہے۔[5]

---

[1] (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۳۳۵)

[2] (الثقات ج ۱ ص ۱۵ ذکر مولد رسول اللہ ﷺ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السیرۃ النبوۃ واخبار الخلفاء ذکر مولد رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۳۳۔۳۴ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)

[3] (کتاب الثقات (ج ۱ ص ۱۴۔۱۵) حاشیہ دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[4] (اعلام النبوۃ الباب التاسع عشر فی آیات مولدہ وظہور برکتہ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[5] (جواہر البحار فی فضائل النبی المختار للنبہانی ج ۱ ص ۲۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

النواوی الامام الحافظ الاوحد القدوۃ شیخ الاسلام علم الاولیاء محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف بن مری الحزامی الحورانی الشافعی صاحب التصانیف النافعۃ۔

ترجمہ: امام نووی، امام، حافظ، قدوہ، شیخ الاسلام، اولیاء کی نشانی، دین کو زندہ کرنے والے یحیٰی بن شرف مری الحزامی الحورانی الشافعی فائدہ دینے والے تصانیف کے مصنف ہیں۔[1]

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں:

قال بن العطار ذکر لی شیخنا رحمہ اللہ تعالی انہ کان لا یضیع لہ وقتا لا فی لیل ولا فی نہار الا فی اشتغال حتی فی الطریق وانہ دام علی ہذا ست سنین ثم اخذ فی التصنیف والافادۃ والنصیحۃ واحقاق۔

قلت مع ما ہو علیہ من المجاہدۃ بنفسہ والعمل بدقائق الورع والمراقبۃ وتصفیۃ النفس من الشوائب ومحقہا من أغراضہا کان حافظ للحدیث وفنونہ ورجالہ وصحیحہ وعلیلہ راسا فی معرفۃ المذہب۔

ترجمہ: ابن عطار کہتے ہیں ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے بجز پڑھنے پڑھانے کے دن اور رات میں کبھی وقت ضائع نہیں کیا حتی کہ راستہ چلتے ہوئے بھی اسی شغل میں مصروف رہتے اور برابر چھ سال تک یہی معمول رہا پھر تعلیم وتصنیف عوام کی بھلائی اور احقاق حق کو اپنے پر لازم کر لیا اور عمر بھر قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔

میں کہتا ہوں روح کو معصیت کی آلائشوں اور گناہوں کی آلودگیوں سے پاک رکھنے کے لئے انتہائی تورع، مسلسل جہاد بالنفس اور لگاتار ریاضتوں میں مصروف رہنے کے باوجود آپ نامور حافظ حدیث اس کے جملہ فنون کے عالم فن رجال کے ماہر اور صحیح اور ضعیف کو خوب جاننے والے تھے تحقیق مذاہب میں تو آپ کا جواب نہیں تھا۔[2]

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ابی الفرج عبد الرحمن علی بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

والرابع لاثنتی عشرۃ خلت منہ۔

ترجمہ: چوتھا قول یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔[3]

---

[1] (تذکرۃ الحفاظ ج۴ ص ۱۴۷۰ برقم ۱۱۶۲ مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

[2] (تذکرۃ الحفاظ ج۴ ص ۱۴۷۲ مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

[3] (صفوۃ الصفوۃ ذکر مولد رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۵۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (نسیم الریاض للقاضی عیاض القسم الاول فی تعظیم العلی الاعظم لقدر النبی ﷺ فصل فیما ظہر من الآیات عند مولدہ ﷺ ج ۴ ص ۳۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تحفۃ الاحوذی ج ۱۰ ص ۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (ڈاکٹر عبد المعطی قلعجی فی حاشیۃ دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

نیز یہی محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے الوفاء میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت پیر کے دن عام الفیل میں دس ربیع الاول کے بعد ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ ربیع الاول کی دو راتیں گزرنے کے بعد تیسری تاریخ کو اور دوسری روایت یہ ہے کہ بارھویں رات کو ولادت ہوئی۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کے حالات پر ایک کتاب "تلقیح فهوم الاثر" بھی لکھی۔ جسے مولانا یوسف بریلوی نے ۱۹۶۹ء میں مفید حواشی کے ساتھ شائع کیا۔ یہ جید برقی پریس دہلی سے چھپی تھی۔ اس میں بھی علامہ جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے پیر کا دن اور ماہ ربیع الاول کو دیگر تواریخ کے ساتھ بارہ بھی لکھا ہے۔ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے مولد النبی کے نام سے ایک رسالہ بھی لکھا۔ اس کا ترجمہ مولانا عبدالحکیم لکھنوی نے کیا تھا جو ۱۹۲۳ء میں لکھنؤ سے چھپا اس میں تاریخ ولادت کے بارے میں لکھا کہ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ ربیع الاول کی بارھویں شب کو پیدا ہوئے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ دوسرا یہ کہ آٹھویں اس ماہ کی پیدا ہوئے۔ یہ حضرت عکرمہ کا قول ہے۔ تیسرا یہ کہ آپ ﷺ کی ولادت ۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ یہ حضرت عطاء کا قول ہے۔ مگر سب سے صحیح قول پہلا ہے۔

امام سید الناس رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الناس اندلسی متوفی ۷۳۴ھ لکھتے ہیں:

ولد سیدنا و نبینا محمد رسول اللہ ﷺ یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ مضت من شھر ربیع الاول عام الفیل قیل بعد الفیل بخمسین یوماً۔

ترجمہ: ہمارے آقا اور ہمارے پیارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ پیر کے روز بارہ ربیع الاول شریف کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ واقعہ فیل کے پچاس روز بعد حضور ﷺ کی ولادت ہوئی۔[1]

امام عبدالرحمن بن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ عبدالرحمن بن احمد ابن رجب الحنبلی متوفی ۷۹۵ھ اپنی کتاب لطائف المعارف میں لکھتے ہیں: جمہور امت کا مشہور مذہب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن ولادت ہوئی امام ابن اسحاق وغیرہ مورخین کا یہی قول ہے۔[2]

---

[1] (عیون الاثر ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ طبعۃ دار ابن کثیر دمشق)، (جواھر البحار فی فضائل النبی المختار للنبھانی ج ۱ ص ۳۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[2] (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین اردو ج ۱ ص ۴۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو معشر رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

وقال ابو معشر نجیح ولد لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من ربیع الاول۔

ترجمہ: ابو معشر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوئی۔[1]

امام ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام تاریخ وفلسفہ علامہ ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں۔

ولد رسول اللہ ﷺ عام الفیل لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من ربیع الاول۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل کو ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوئی۔[2]

ابو العباس احمد بن خالد الناصری کا قول

ابو العباس احمد بن خالد الناصری لکھتے ہیں:

قال ابن خلدون ولد رسول اللہ ﷺ عام الفیل لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من ربیع الاول۔

ترجمہ: علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل کو ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوئی۔[3]

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ محمد عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

مات ابوہ فی اثنائھا بالمدینۃ عند اخوال ابیہ بنی عدی بن النجار عن خمس وعشرین او ثلاثین سنۃ وضعتہ وھو البکر لکل منھما فی یوم الاثنین عند فجرہ لاثنتی عشرۃ لیلۃ مضت من ربیع الاول عام الفیل۔[4]

---

[1] (تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام ذکر ترجمۃ السیرۃ النبوۃ ج ۱ ص ۲۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)
[2] (تاریخ ابن خلدون باب المولد الکریم وبدء الوحی ج ۲ ص ۴۰۷ مطبوعہ بیروت)، (السیرۃ النبوۃ لابن خلدون ص ۸۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف التوزیع الریاض)
[3] (کتاب الاستقصا لاخبار دول المغرب والاقصی ج ۱ ص ۶۳ مطبوعہ دار الکتاب الدار البیضاء)
[4] (التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ للسخاوی ج ۱ ص ۷۔۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اور بعض نے بارہ ربیع الاول شریف (تاریخ ولادت لکھی) اور اہل مکہ اس پر متفق ہیں کیونکہ بارہ ربیع الاول شریف ہی کو اہل مکہ آپ ﷺ کی جائے ولادت کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ بعض نے سترہ اور بعض نے ۲۲ بائیس ربیع الاول شریف کا قول کیا ہے اور مشہور یہی ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول شریف بروز پیر ہوئی اور یہ ابن اسحاق وغیرہ کا قول ہے۔ (المورد الروی فی المولد النبوی ص ۹۶ مطبوعہ مکۃ المکرمۃ) شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ روایت کرتے ہیں۔ خوب جان لو کہ جمہور اہل سیر و تواریخ کی یہ رائے ہے کہ حضور ﷺ کی پیدائش عام الفیل میں ہوئی اور واقعہ فیل کے چالیس روز یا پچپن روز بعد اور یہ قول سب اقوال سے زیادہ صحیح ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا اور بارہ تاریخ تھی۔ بعض علماء نے اس قول پر اتفاق کا دعویٰ کیا ہے۔ یعنی اکثر علماء اس پر متفق ہیں۔[1]

محدثِ ہند امام محمد طاہر الصدیقی الھندی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

محدثِ ہند امام محمد طاہر الصدیقی الھندی متوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں:

ولد عام الفیل یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من ربیع الاول۔[2]

امام محمد بن عبد الباقی زر قانی مالکی کا قول

امام محمد بن عبد الباقی زر قانی مالکی متوفی لکھتے ہیں:

(وقیل) ولد (لاثنتی عشر) من ربیع الاول (وعلیہ عمل اھل مکۃ) قدیما و حدیثا فی (زیارتھم موضع مولدہ فی ھذا الوقت) فتحصل فی تعیین الیوم سبعۃ اقوال (والمشھور انہ) ا (ولد یوم الاثنین ثانی عشر ربیع) الاول وھو القول الثلث فی کلام المصنف (وھو قول) محمد (بن اسحاق) بن یسار امام المغازی (و) قول (غیرہ) قال ابن کثیر وھو المشھور عند الجمھور و بالغ ابن الجوزی و ابن الجزار فنقلا فیہ الاجماع وھو الذی علیہ العمل۔

ترجمہ: پیدا ہوئے حضور ﷺ بارہ ربیع الاول شریف کو اسی پر عمل ہے پرانے اور نئے اہل مکہ کا اس بات میں کہ وہ زیارت کرتے ہیں اس وقت نبی کریم ﷺ کی جائے ولادت کی یعنی بارہ ربیع الاول کو۔ لہٰذا تاریخ ولادت کے بارے میں سات قول ہیں سب سے زیادہ مشہور یہ ہے کہ حضور ﷺ بارہ ربیع الاول بروز پیر کو پیدا ہوئے مصنف کی کلام میں یہ تیسرا قول ہے

[1] (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۴ مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

[2] (مجمع بحار الانور فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار السیر بیان نسبہ ج ۵ ص ۲۶۵ مطبوعہ مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ)

اور یہ قول امام المغازی محمد بن اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اس کے علاوہ دوسرے علماء کا ابن کثیر نے کہا جمہور کے نزدیک یہی مشہور ہے اور ابن جوزی اور ابن جزار نے یہاں تک پہنچایا کہ انہوں نے اس میں اجماع نقل کیا اور وہ ہی ہے کہ جس پر لوگوں کا عمل ہے۔ [1]

شرح الہمزیہ کا قول

شرح الہمزیہ میں ہے:

هو المشهور و عليه العمل۔

ترجمہ: یہی (۱۲ ربیع الاول حضور ﷺ کی تاریخ ولادت) مشہور ہے۔ اور اسی پر عمل ہے۔ [2]

شیخ الاسلام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

شیخ الاسلام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں۔

و قيل لاثنتى عشرة وهو المشهور و عليه العمل۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول حضور ﷺ کی تاریخ ولادت ہے یہی مشہور ہے۔ اور اسی پر عمل ہے۔ [3]

عاشق رسول امام محمد بن یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

عاشق رسول امام محمد بن یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ قصہ فیل میں نبی اکرم ﷺ کا معجزہ یہ ہے کہ یہ اس زمانے میں وقوع پذیر ہوا جب آپ ﷺ شکم مادر میں تشریف فرما تھے اور واقعہ کے پچاس دن بعد پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول حکومت ہرمز بن انوشیروان کے بارہویں سال آپ ﷺ متولد ہوئے۔ [4]

امام عبد الباسط بن خلیل بن شاھین رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام عبد الباسط بن خلیل بن شاھین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ولد بمكة فى ليلة الاثنين وثمانين ثانى عشرة ربيع الاول فى عام الفيل بعد قدوم ابرهة بالفيل بسبعة و خمسين يوما۔ [5]

---

[1] (شرح زرقانی علی المواہب المقصد الاول ذکر تزوج عبداللہ آمنہ ج ۱ ص ۱۳۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (البدایۃ والنہایۃ باب مولد رسول اللہ ﷺ ج ۲ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (السیوۃ النبوۃ لابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۹۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

[2] (الفتوحات الاحمدیۃ بالمخ المحمدیۃ شرح الھمذیۃ تحت قولہ لیلۃ المولد ص ۱۰ مطبوعہ جمالیہ قاھرۃ)

[3] (جواھر البحار فی فضائل النبی المختار للنبھانی ج ۲ ص ۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[4] (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین اردو ج ۱ ص ۳۱۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[5] (غایۃ السؤل فی سیرۃ الرسول ص ۳۰ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ولادت آنحضرت روز دوشنبہ مستحق شد از شہر ربیع الاول از سالے کہ واقعہ فیل دراں بود۔ بعض گفتہ اند بتاریخ دوم بعض گفتہ اند بتاریخ سوم و بعض گفتہ اند بتاریخ دوازدہم۔

ترجمہ: جس سال واقعہ فیل پیش آیا اسی سال ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن حضور ﷺ کی ولادت ہوئی جمہور کے نزدیک یہی صحیح ہے البتہ تاریخ ولادت کی تعین میں اختلاف ہے بعض نے دوسری بعض نے تیسری اور بعض نے بارہویں تاریخ بیان کی ہے۔[1]

عاشق رسول علامہ عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یعنی حضور ﷺ کی ولادت پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔[2]

علامہ ملا معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ملا معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

از زمان بعثت عیسی بن مریم علیہما السلام تازمان ولادت حضرت خاتم ﷺ بروایت محمد بن اسحاق از ابن عباس رضی اللہ عنہما شش صد سال بودہ ہشتصد وہشتاد و دو سال از وفات اسکندر ذوالقرنین گزشتہ واز زمان داود علیہ السلام ہزار وہشت صد سال برآمدہ واز زمان ابراھیم سہ ہزار وھفتا و سال بکمال رسیدہ واز زمان حضرت نوح علیہ السلام چھار ہزار و چھار صد دونوادونہ سال انقضاء پزیرفتہ واز زمان آدم علیہ السلام شش ہزار ھفتصد وپنجاہ سال بتقدیم رسیدہ ودر عام فیل بعضے گویند کہ ھم درآن روز واقعہ فیل این دولت عظمے روئے نمود بعضے ازان واقعہ بہ پنجاہ وپنجروز گفتہ اند و بعضے زیادہ نیز گفتہ اند واصح روایات آنست کہ ھم درآن سال بوقوع پیوستہ و بھرحال دفع آن قضیہ بدیعہ وآن بلیہ شنیعہ ببرکت ظھور نور آنحضرت بود ویکے از علامات نبوت آن حضرت ست ﷺ۔

---

[1] (سرور المخزون ترجمہ نور العیون ص ۹ مطبوعہ محمدی لاھور سنۃ ۱۸۹۱ء)

[2] (شواھد النبوۃ ص ۲۲ مطبوعہ ھندوستان)

ومشہور آنست کہ در ماہ ربیع الاول آنحضرت ﷺ در وجود آمد بیشتر بر آنند کہ روز دوزاد ہم ماہ مذکور بود جمہور محدثان وار باب سیر و تواریخ شب دوشنبہ تعین نمودہ اند۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ بعثت سے خاتم النبیین کے زمانہ ولادت تک چھ سو سال کا زمانہ تھا اور ذوالقرنین کی وفات سے آٹھ سو بیاسی سال داؤد علیہ السلام کے زمانہ سے ایک ہزار آٹھ سو سال موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے دو ہزار تین سو سال گزر چکے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کو مکمل تین ہزار ستر سال اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کو چار ہزار چار سو ننانوے سال اور حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے چھ ہزار سات سو پچاس سال گزر چکے تھے اور عام فیل میں، بعض کہتے ہیں کہ اسی روز جب واقعہ فیل رونما ہوا اس دولت عظمیٰ کا اظہار ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے پچپن روز بعد اور بعض نے چالیس روز بعد کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ دو سال دو ماہ بعد وقوع پزیر ہوا۔ اور بعض نے زیادہ مدت بھی لکھی ہے اور سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ اسی سال وقوع پزیر ہوا۔ بہر حال اس عجیب قضیہ اور بری بلا کا ذہاب (خاتمہ) حضور ﷺ کے نور کے ظہور کی برکت سے ہوا۔ اور حضور ﷺ کی علامات نبوت میں سے ایک یہ تھا۔

اور مشہور یہ ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی اور جمہور محدثین اور ارباب سیرت و تاریخ نے شب پیر کی متعین کی ہے۔[1]

بعض مورخین نے جو یہ لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت حکومت نوشیروان کے زمانہ میں ہوئی یہ غلط ہے۔

ملا علی قاری

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اور بعض نے تاریخ سے بے خبری اور ناواقفی سے یہاں تک بے تکی بات کہہ ڈالی کہ آپ ﷺ کی پیدائش کسریٰ نوشیروان عادل کے زمانہ میں مکہ میں ہونے پر علماء کا اتفاق ہے اور اس میں علماء کا کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بالکل جھوٹ اور باطل ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے نبی پاک ﷺ کے بارے میں بعض جہلاء سے جو یہ منقول ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت عادل بادشاہ کے زمانہ میں ہوئی ہمارے شیخ عبد اللہ حافظ نے اسے باطل قرار دیا ہے اور پھر بعض صالحین کو خواب میں

---

[1](معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ رکن دوم باب سوم در ذکر ولادت آنحضرت ﷺ واقعہ اول ذکر تاریخ ولادت و وقت سعادت او ﷺ ص ۳۲ مطبوعہ نورانی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

حضور ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ سے ابو عبد اللہ کی بات دریافت فرمائی تو آپ ﷺ نے اس من گھڑت حدیث کی تکذیب وابطال میں ابو عبد اللہ کو سچا قرار دیا اور حضور ﷺ نے فرمایا یہ ہرگز میری حدیث نہیں (کہ میں نوشیروان کے زمانہ میں پیدا ہوا۔)[1]

امام عجلونی

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ لکھتے ہیں:

ولدت فی زمن الملک العادل ذکرہ الصغانی بالتنکیر وقال انہ موضوع۔ وقال فی المقاصد لا اصل لہ۔[2]

علامہ عبد الواحد حنفی کا قول

علامہ عبد الواحد حنفی لکھتے ہیں۔ حضور ﷺ بارہ ربیع الاول کو دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے۔[3]

اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار کا قول

اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار میں ہے۔ حضور ﷺ بارہ ربیع الاول کو دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے۔[4]

علامہ احمد بن حجر آل علی قاضی الحکمہ الشرعیہ بقطر کا قول

علامہ احمد بن حجر آل علی قاضی الحکمہ الشرعیہ بقطر لکھتے ہیں:

وضعتہ امہ ﷺ فی صبیحۃ یوم الاثنین الثانی عشر من ربیع الاول عام الفیل۔[5]

دیوبندیوں کے مفتی اعظم محمد شفیع دیوبندی کا قول

دیوبندیوں کے مفتی اعظم محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں:

الغرض جس سال اصحاب فیل کا حملہ ہوا۔ اس کے ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ روز دوشنبہ دنیا کی تاریخ میں ایک نرالا دن ہے کہ آج پیدائش عالم کا مقصد لیل ونہار کے انقلاب کی اصل غرض آدم واولاد آدم کا فخر کشتی نوح کی حفاظت کا راز و ابراہیم کی دعا اور موسیٰ و عیسیٰ کی پیشگوئیوں کا مصداق یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ رونق افروز عالم ہوتے ہیں۔ نیز اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ اس پر اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن ہوئی۔ لیکن تاریخ

---

[1] (المورد الروی فی المولد النبوی اردو ص ۲۸ مطبوعہ مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ)

[2] (کشف الخفاء ومنزیل الالباس ج ۲ ص ۴۵۴ رقم الحدیث ۲۹۲۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

[3] (عجائب القصص ص ۲۳۷ مطبوعہ نول کشور ھند)

[4] (اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار ج ۱ ص ۶ مطبوعہ مصر)

[5] (الرد الشافی الواخر علی نفی امیۃ سید الاوائل والاواخر ص ۳۲ مطبوعہ دار الارشاد للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت)

کے تعیین میں چار اقوال مشہور ہیں۔ دوسری، آٹھویں، دسویں، بارہویں... مشہور قول بارہویں تاریخ کا ہے۔ یہاں تک کہ ابن البزار نے اس پر اجماع نقل کر دیا۔ اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے۔ اور محمود پاشا فلکی مصری نے جو نویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلاف مطالع ایسا اعتماد نہیں ہو سکتا کہ جمہور کی مخالفت اس بنا پر کی جائے۔[1]

امام محمد ابوزہرہ کا قول

امام محمد ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سیرت کی کتاب خاتم النبیین میں لکھتے ہیں:

الجمهور العظمى من علماء الرواية على ان مولده عليه الصلوة والسلام فى ربيع الاول من عام الفيل فى ليلة الثانى عشر منه وقد وافق ميلاده بالسنة الشمسية نيسان۔

ترجمہ: علماء روایت کی ایک عظیم کثرت اس بات پر متفق ہے کہ یوم میلاد عام الفیل ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہے۔[2]

نیز دوسرے اقوال ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ولولا ان هذه الرواية ليست هى المشورة لاخذنا بها ولكن علم الرواية لايدخل الترجيح فيه بالعقل۔

ترجمہ: کہ جمہور علماء کے قول کے مقابلہ میں یہ روایتیں مشہور نہیں ہیں نیز علم روایت میں ترجیح کا دارومدار عقل پر نہیں ہوتا بلکہ نقل پر ہوتا ہے۔[3]

ڈاکٹر محمد حسین حیکل کا قول

ڈاکٹر محمد حسین حیکل لکھتے ہیں:

والجمهور على انه ولد فى الثانى عشر من شهر ربيع الاول وهو قول ابن اسحاق وغيره۔

ترجمہ: جمہور کے نزدیک حضور ﷺ کی ولادت باسعادت بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔ اور یہی قول امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔[4]

---

[1] (سیرۃ رسول اکرم ﷺ آپ کے آخری کلمات ص ۳۶ حاشیہ ۱ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)
[2] (خاتم النبیین ج ۱ ص ۱۱۵)
[3] (خاتم النبیین ج ۱ ص ۱۱۵)
[4] (حیاۃ محمد ﷺ مولدہ راضاعہ ص ۱۰۹ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ المویۃ القاہرۃ)

علامہ محمد سید گیلانی ماچسٹر کلیۃ الآداب بجامعۃ القاہرۃ کا قول

علامہ محمد سید گیلانی ماچسٹر کلیۃ الآداب بجامعۃ القاہرۃ لکھتے ہیں:

ولد یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من ربیع الاول الموافق۔[1]

سیرت نگار محمد الصادق ابراہیم کا قول

دور حاضر کے سیرت نگار محمد الصادق ابراہیم عرجون، پرنسپل آف کلیہ اصول الدین جامعہ ازہر لکھتے ہیں:

وقد صح من طرق کثیرۃ ان محمدا علیہ السلام ولد یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ مضت من شہر ربیع الاول عام الفیل فی زمن کسری انوشیروان ویقول اصحب التوفیقات التاریخیۃ ان ذلک یوافق الیوم المکمل للعشرین من شہر اغسطس ۵۷۰ بعد میلاد المسیح علیہ السلام۔

ترجمہ: کثیر تعداد ذرائع سے یہ بات صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ حضور ﷺ بروز پیر ربیع الاول عام الفیل کسریٰ نوشیرواں کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے۔ اور ان علماء کے نزدیک جو مختلف سمتوں کی آپس میں تطبیق کرتے ہیں انہوں نے عیسوی تاریخ میں ۲۰ اگست ۵۷۰ء بیان کی ہے۔[2]

غیر مقلد نواب صدیق حسن خان قنوجی کا قول

غیر مقلد نواب صدیق حسن خان قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں۔

ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر روز شنبہ (پیر کے دن) شب دوازدہم ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی جمہور علماء کا یہی قول ہے ابن جوزی نے اس پر اتفاق کیا ہے۔[3]

احمد موسیٰ البکری کا قول

احمد موسیٰ البکری کی کتاب "التاریخ العزلی القدیم والسیرۃ النبویۃ" سعودی عرب کی وزارۃ المعارف نے ۱۳۹۶ھ میں طبع کرائی۔ اس میں حضور ﷺ کی ولادت کے متعلق ہے:

ولد رسول الکریم ﷺ فی مکۃ المکرمۃ فی فجر یوم الاثنین الثانی عشر من ربیع الاول الموافق۔ ۲۰ نیسان (اپریل) ۵۷۱ء وتعرف سنۃ مولدہ بعام الفیل۔

---

[1] (۲۳ من ابریل سنۃ ۵۷۱) (عین الیقین فی سیرۃ سید المرسلین ص ۲ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر طبع سنۃ ۱۹۵۶)

[2] (محمد رسول اللہ ج ۱ ص ۱۰۲)

[3] (الشمامۃ العنبریۃ من مولد خیر البریۃ ص ۷ طبع سنۃ ۱۳۰۵ھ)

ترجمہ: حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں عام الفیل کے سال پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو صبح کے وقت پیدا ہوئے۔

علامہ محمد رضا جو قاہرہ یونیورسٹی کا قول

علامہ محمد رضا جو قاہرہ یونیورسٹی کی لائبریری کے امین تھے، اپنی کتاب محمد رسول اللہ ﷺ میں لکھتے ہیں:

حضور ﷺ پیر کے دن فجر کے وقت ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو بمطابق بیس اگست ۵۷۰ عیسوی پیدا ہوئے اہل مکہ سرکار دوعالم ﷺ کے مقام ولادت کی زیارت کے لئے اسی تاریخ کو جایا کرتے ہیں۔[1]

تاریخ وفات کی تحقیق میں

بارہ ربیع الاول تاریخ وفات ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کا حج یعنی نو ذی الحجہ جمعہ کو ہوا۔

حضور اکرم ﷺ کا دین حج یعنی نو ذی الحجہ جمعہ کو مکمل ہوا

امام بخاری

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان رجلاً من الیھود قال لہ یا امیر المومنین! آیۃ فی کتابکم تقرؤونھا لو علینا معشر الیھود نزلت لا تخذنا ذلک الیوم عیداً قال ای آیۃ؟ قال (الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا) قال عمر قد عرفنا ذلک الیوم و المکان الذی نزلت فیہ علی النبی ﷺ وھو قائم بعرفۃ یوم جمعۃ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک یہودی نے ان سے کہا اے امیر المومنین! آپ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر وہ آیت ہم گروہ یہود پر اترتی تو ہم اس کے نزول کا دن عید بنالیتے۔ آپ نے پوچھا کون سی آیت؟ اس نے کہا (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین (یعنی مکمل نظام حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس دن اور جس جگہ یہ

---

[1] (محمد رسول اللہ ج ۲ ص ۱۹ طبع سنۃ ۱۹۲۴)

آیت حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی ہم اس کو پہچانتے ہیں۔ آپ ﷺ اس وقت جمعہ کے دن عرفات کے مقام پر کھڑے تھے۔[1]

امام طبرانی حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

عن کعب الاحبار قال قلت لعمر بن الخطاب انی لاعرف فی ای یوم انزلت (الیوم اکملت لکم دینکم) یوم جمعۃویوم عرفۃوھما لناعیدان۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں پہچانتا ہوں کہ کس دن الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی جمعہ اور عرفات کے دن اور وہ دونوں دن (پہلے سے) ہی ہمارے عید کے دن ہیں۔[2]

امام ترمذی

امام ابو عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

فانھانزلت فی یوم عیدین فی یوم الجمعۃویوم عرفۃ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت کا نزول جمعہ اور عرفہ کے دن ہوا جنہیں مسلمان پہلے ہی عیدوں کے طور پر مناتے ہیں۔[3]

معلوم ہوا کہ اس سال ذی الحجہ کی نویں (تاریخ) جمعہ کو تھی اور یوم وفات پیر ثابت ہے اور اس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔

---

[1] (صحیح بخاری کتاب الایمان باب زیادۃ الایمان ونقصانہ ج ۱ ص ۲۵ رقم الحدیث ۴۵ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب التفسیر ج ۴ ص ۲۳۱۳ رقم الحدیث ۳۰۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الترمذی ابواب تفسیر القرآن باب من سورۃ المائدۃ ج ۵ ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۳۰۴۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن النسائی کتاب الایمان باب زیادۃ الایمان ج ۸ ص ۱۱۴ رقم الحدیث ۵۰۱۲ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)

[2] (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۸۳۰ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)، (فتح الباری ج ۱ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۴۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[3] (سنن الترمذی ابواب تفسیر القرآن باب من سورۃ المائدۃ ج ۵ ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۳۰۴۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۱۸۴ رقم الحدیث ۱۲۸۳۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۶ ص ۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یوم وفات پیر ثابت ہے

امام ابن عساکر

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

عن ابن عباس قال ولد ایوم الاثنین فی ربیع الاول و انزلت علیہ النبوۃ یوم الاثنین [فی شھر ربیع الاول] و انزلت علیہ البقرۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وھاجر الی المدینۃ فی ربیع الاول و توفی یوم الاثنین فی ربیع الاول۔[1]

امام طبری

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

قال ابو جعفر اما الیوم الذی مات فیہ رسول اللہ ﷺ فلا خلاف بین اھل العلم بالاخبار فیہ انہ کان یوم الاثنین من شھر ربیع۔[2]

علامہ ابن حزم

غیر مقلدوں کے امام علی بن احمد حزم الظاھری متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

و لم یختلف فی انہ علیہ السلام مات یوم الاثنین۔[3]

امام ابن عبد البر مالکی حافظ ابو عمر و ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں:

و مات ﷺ یوم الاثنین بلا اختلاف۔[4]

امام ابن حجر عسقلانی

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

و کانت وفات یوم الاثنین بلا خلاف من ربیع الاول۔[5]

---

[1] (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲ جز ۳ ص ۴۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (السیرۃ النبوۃ لابن عساکر ج ۲ جز ۳ ص ۴۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۷ رقم الحدیث ۲۵۰۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (دلائل النبوۃ للبیھقی ج ۷ ص ۲۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تاریخ الاسلام للذھبی ج ۱ ص ۳۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (جواھر البحار فی فضائل النبی المختار للنبھانی ج ۱ ص ۲۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[2] (تاریخ طبری ذکر الاخبار الواردۃ بالیوم الذی توفی فیہ رسول اللہ و مبلغ سنہ یوم وفاتہ ج ۲ ص ۲۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[3] (جوامع السیرۃ لابن حزم ص ۷ مطبوعہ دار المعارف بمصر)

[4] (الدرر فی اختصار المغازی و السیر لابن عبد البر ص ۲۷۱ مطبوعہ دار المعارف القاھرۃ)

[5] (فتح الباری ج ۸ ص ۱۲۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

محدث کبیر امام عینی

شیخ الاسلام محدث کبیر امام بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وقال اھل الصحیح باجماع انہ توفی یوم الاثنین۔[1]

پس جمعہ کو نویں ذی الحجہ ہو تو بارہ ربیع الاول پیر کو کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ اور اس کا ثبوت اکابر دیوبند ہی کی کتب سے ملاحظہ فرمائیں:

اکابر دیوبند سے ثبوت

محمد زکریا دیوبندی

محمد زکریا دیوبندی لکھتے ہیں:

حضور اقدس ﷺ کا وصال بالاتفاق اہل تاریخ دوشنبہ کے روز ہوا ہے لیکن تاریخ میں اختلاف ہے اکثر مورخین کا قول ۱۲ ربیع الاول کا ہے مگر اس میں ایک نہایت قوی اشکال ہے وہ یہ کہ ۱۰ھ کو نو ۹ ذی الحجہ جس میں حضور ﷺ حج کے موقع پر عرفات میں تشریف فرما تھے وہ جمعہ کا دن تھا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے نہ محدثین کا نہ مورخین کا حدیث کی روایات میں بھی کثرت سے اس کی تصریح ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا حج یعنی نو ذی الحجہ جمعہ کو ہوا اس کے بعد خواہ ذی الحجہ محرم اور صفر تینوں مہینے ۳۰ دن کے ہوں یا ۲۹ کے یا بعض مہینے ۲۹ کے اور بعض ۳۰ کے کسی صورت سے بھی بارہ ربیع الاول دوشنبہ کی نہیں ہو سکتی اس لئے بعض محدثین نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال دو ۲ ربیع الاول کو ہوا۔[2]

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔ اور تاریخ کی تحقیق نہیں ہوئی اور بارہویں جو مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا کیونکہ اس سال ذی الحجہ کی نویں جمعہ کی تھی اور یوم وفات دوشنبہ ثابت ہے پس جمعہ کو نوی ذی الحجہ ہو کر بارہ ربیع الاول دوشنبہ کو کسی طرح نہیں ہو سکتی۔[3]

[1] (عمدۃالقاری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب باب وفاۃ النبی ج ۱۱ ص ۲۸۶ رقم الحدیث ۳۵۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[2] (شمائل ترمذی مع اردو شرح خصائل نبوی ﷺ باب ۵۴ حضور اقدس ﷺ کے وصال کا ذکر! ص ۳۲۴ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

[3] (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ ص ۱۹۴ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاھور)

علامہ شبلی نعمانی دیوبندی

علامہ شبلی نعمانی دیوبندی لکھتے ہیں:

بیہقی نے دلائل میں مسند صحیح سلیمان التیمی سے دوم ربیع الاول کی روایت نقل کی ہے (نور النبراس ابن سید الناس وفات) لیکن یکم ربیع الاول کی روایت ثقہ ترین ارباب سیر موسیٰ بن عقبہ سے اور مشہور محدث امام لیث مصری سے مروی ہے (فتح الباری وفات)۔ امام سہیلی نے روض الانف میں اسی روایت کو اقرب الی الحق لکھا ہے (جلد دوم وفات) اور سب سے پہلے امام مذکور ہی نے درایۃً اس نکتہ کو دریافت کیا کہ ۱۲ ربیع الاول کی روایت قطعاً نا قابل تسلیم ہے کیونکہ دو باتیں یقینی طور پر ثابت ہیں روز وفات دوشنبہ کا دن تھا (صحیح بخاری ذکر وفات و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ) اس سے تقریباً تین مہینے پہلے ذی الحجہ ۱۰ھ کی نویں تاریخ کو جمعہ کا دن تھا۔ (صحاح قصہ حجۃ الوداع صحیح بخاری تفسیر الیوم اکملت لکم دینکم)۔ ذی الحجہ ۱۰ھ روز جمعہ سے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ تک حساب لگاؤ۔ ذی الحجہ محرم صفر ان تینوں مہینوں کو خواہ ۲۹،۲۹ خواہ ۳۰،۳۰ خواہ بعض ۳۰ کسی حالت اور کسی شکل سے ۱۲ ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن نہیں پڑھ سکتا اس لئے درایۃً بھی یہ تاریخ قطعاً غلط ہے۔ دوم ربیع الاول حساب سے اس وقت دوشنبہ پڑھ سکتا ہے جب تینوں مہینے ۲۹ کے ہوں جب دو پہلی صورتیں نہیں ہیں تو اب صرف تیسری صورت رہ گئی ہے۔ جو کثیر الوقوع ہے یعنی یہ کہ دو مہینے ۲۹ کے اور ایک مہینہ تیس کا لیا جائے اس حالت میں ۲۹ ربیع الاول کو دوشنبہ کا روز واقع ہو گا اور یہی ثقہ اشخاص کی روایت ہے ذیل کے نقشہ سے معلوم ہو گا کہ ذی الحجہ کو جمعہ ہو تو اوائل ربیع الاول میں اس حساب سے دوشنبہ کس کس دن واقع ہو سکتا ہے۔

نمبر شمار	صورت مفروضہ	دوشنبہ	دوشنبہ	دوشنبہ
۱	ذی الحجہ محرم اور صفر سب ۲۹ دن کے ہوں	۶	۱۳	
۲	ذی الحجہ محرم اور ۲۹ صفر سب ۳۰ دن کے ہوں	۲	۱۹	۱۶
۳	ذی الحجہ ۲۹ محرم ۲۹ اور صفر سب ۳۰ کے دن ہوں	۱	۸	۱۵
۴	ذی الحجہ ۳۰ محرم ۲۹ اور صفر ۲۹ دن کا ہو	۱	۸	۱۵
۵	ذی الحجہ ۲۹ محرم ۳۰ اور صفر ۲۹ کا ہو	۱	۸	۱۵
۶	ذی الحجہ ۳۰ محرم ۲۹ اور صفر ۳۰ کا ہو	۷	۱۴	
۷	ذی الحجہ ۳۰ محرم ۳۰ اور صفر ۲۹ کا ہو	۷	۱۴	
۸	ذی الحجہ ۲۹ کا اور محرم و صفر ۳۰ کے ہوں	۷	۱۴	

ان مفروضہ تاریخوں میں سے ۶۔۷۔۸۔۱۳۔۱۹۔۱۶۔۱۵ خارج از بحث ہیں کہ علاوہ اور وجوہ کے ان کی تائید میں کوئی روایت نہیں رہ گئیں یکم اور دوم تاریخیں۔ دوم تاریخ صرف ایک صورت میں پڑ سکتی ہے جو خلاف اصول ہے یکم تاریخ تین صورتوں میں واقع ہو سکتی ہے اور تین کثیر الوقوع ہیں اور روایت ثقات ان کی تائید میں ہیں اس لئے وفات نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول ۱۱ھ ہے۔[1]

مفتی محمد شفیع دیوبندی

مسلک دیوبند کے مفتی اعظم محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں:

تاریخ وفات میں مشہور ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو واقع ہوئی اور یہی جمہور مورخین لکھتے چلے آئے ہیں لیکن حساب سے کسی طرح یہ تاریخ وفات نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ بھی متفق علیہ ہے اور یقینی امر ہے کہ آپ ﷺ کی وفات دوشنبہ کو ہوئی اور یہ بھی یقینی ہے کہ آپ ﷺ کا حج ۹ ذی الحجہ بروز جمعہ المبارک کو ہوا۔ ان دونوں باتوں کو ملانے سے ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ نہیں پڑتی اسی لئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح بخاری میں طویل بحث کے بعد یہ ہی صحیح قرار دیا ہے کہ آپ ﷺ کی تاریخ وفات دوسری ربیع الاول ہے کتابت کی غلطی سے ۲ کا (۱) اور عربی میں ثانی ربیع الاول کا ثانی عشر ربیع الاول بن گیا حافظ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دوسری تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم۔[2]

علامہ ادریس کاندھلوی دیوبندی

مسلک دیوبند کے شیخ التفسیر والحدیث محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ اور لیث بن سعد اور خوارزمی نے یکم ربیع الاول کو تاریخ وفات بتلایا ہے اور کلبی اور ابومخنف نے دوم ربیع الاول تاریخ وصال قرار دی ہے علامہ سہیلی نے روض الانف میں اور حافظ عسقلانی نے شرح بخاری میں اسی قول کو مرجح قرار دیا ہے۔[3]

ابو الکلام آزاد دیوبندی

ابو الکلام آزاد دیوبندی اپنے مقالات میں لکھتے ہیں۔(۱) ذی الحجہ محرم اور صفر تینوں کو تیس تیس دن فرض کیا جائے یہ صورت عموماً ممکن الوقوع نہیں۔ اگر واقع ہو تو دوشنبہ ۶ ربیع الاول کو ہو گا یا تیرہ ربیع الاول کو۔(۲) ذی الحجہ محرم اور صفر تینوں

---

[1](سیرۃ النبی ﷺ ج ۲ ص ۱۰۴۔۱۰۵ مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور)

[2](سیرۃ رسول اکرم ﷺ آپ کے آخری کلمات ص ۱۲۹ حاشیہ ۱ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

[3](فتح الباری ج ۸ ص ۹۸ زرقانی ج ۳ ص ۱۱۰)(سیرۃ المصطفی ﷺ تاریخ وفات ج ۳ ص ۱۱۰ مطبوعہ ہند طبع سنہ ماہ ذی قعدۃ الحرام ۱۳۸۱)

مہینوں کو انیتس انیتس دن کے فرض کیا جائے۔ ایسا بھی عموماً واقع نہیں ہوتا۔ اس صورت میں دوشنبہ ۲ ربیع الاول کو اور ۹ ربیع الاول کو ہوگا۔

ممکن الوقوع صورتوں کا نقشہ

نمبر شمار	صورت	دوشنبہ	دوشنبہ	دوشنبہ
۱	ذی الحجہ ۳۰ محرم و صفر ۲۹	۱	۸	۱۵
۲	ذی الحجہ و محرم ۲۹ صفر ۳۰	۱	۸	۱۵
۳	ذی الحجہ ۲۹ محرم ۳۰ صفر ۳۰	۱	۸	۱۵
۴	ذی الحجہ ۳۰ محرم ۲۹ صفر ۳۰	۷	۱۴	۲۱
۵	ذی الحجہ ۳۰ محرم ۳۰ صفر ۲۹	۷	۱۴	۲۱
۶	ذی الحجہ ۲۹ محرم و صفر ۳۰	۱	۸	۱۵

ظاہر ہے کہ ان صورتوں میں سے صرف یکم ربیع الاول ہی صحیح اور قابل تسلیم ثابت ہے۔

اس کی تصدیق مزید یوں بھی ہو سکتی ہے کہ یوم وقوف عرفات سے مہینوں کے طبعی دور کے مطابق حساب کر لیا جائے۔ ۲۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو جمعہ تھا اور یکم ربیع الاول ۱۱ھ کو لازماً دوشنبہ ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حجۃ الوداع کے یوم سے وفات تک اکاسی (۸۱) دن ہوتے ہیں۔ اس حساب سے بھی دوشنبہ یکم ربیع الاول ہی کو آتا ہے۔ غرض یکم ربیع الاول ۱۱ھ ہی صحیح تاریخ وفات معلوم ہوتی ہے اس کی متوازی عیسوی تاریخ ۲۵ اگست یا ۲۶ مئی ۶۳۲ء نکلتی ہے۔[1]

نقوش رسول نمبر میں ہے۔ نبی خدا ﷺ کی رحلت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح مسلم ریاست کے طول و عرض میں پھیل گئی معتبر ترین روایات کے مطابق اس روز پیر تھا ربیع الاول کی ۲ تاریخ اور ۱۱ سن ہجری (۲۵ مئی ۶۳۲ عیسوی) رسول اللہ ﷺ کا وصال دن کے وقت ہوا۔[2]

---

[1] (رسول رحمت ص ۲۵۴)

[2] (نقوش رسول نمبر شمارہ ۱۳۰ دسمبر ۱۹۸۲ء مطبوعہ ادارہ فروغ اردو لاہور)

مستند فقہاء کرام سے ثبوت

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ بھی کہتے ہیں:

ورجح جمع من المحدثين الرواية الاولى لورود اشكال سياتى على الرواية۔ قال الحنفي وهنا سوال مشهور على اشكال مسطور وهو ان جمهور ارباب السير على ان وفاته فى تلك السنة يوم الجمعة فيكون غرة ذى الحجة يوم الخميس فلا يمكن ان يكون يوم الاثنين الثانى عشر من ربيع الاول سواء كانت المشهور الثلاث الماضية يعنى ذاالحجة والمحرم وصفر ثلاثين يوماًاور تسعاًوعشرين او بعض منها ثلاثين وبعض آخر منهاتسعاوعشرين وحله ان يقال يحتمل اختلاف اهل مكة والمدينة فى روية هلال ذى الحجة بواسطة مانع من السحاب وغيره او بسبب اختلاف المطالع فيكون غرة ذى الحجة عند اهل مكة يوم الخميس وعند اهل المدينة يوم الجمعة وكان وقوف عرفة واقعاً بروية اهل مكة ولما رجع الى المدينة اعتبروا التاريخ بروية اهل المدينة وكان المشور الثلاثة كوامل فيكون اول ربيع الاول يوم الخميس ويوم الاثنين الثانى عشر منه هذا۔ [1]

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

وَلَا يَصِحّ أَنْ يَكُونَ تُوُفّيَ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ إلّا فِي الثّانِي مِنْ الشّهْرِ أَوْ الثّالِثَ عَشَرَ أَوْ الرّابِعَ عَشَرَ أَوْ الْخَامِسَ عَشَرَ لِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ عَلَى أَنّ وَقْفَةَ عَرَفَةَ فِي حَجّةِ الْوَدَاعِ كَانَتْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ التّاسِعُ مِنْ ذِي الْحِجّةِ فَدَخَلَ ذُو الْحَجّةِ يَوْمَ الْخَمِيسِ فَكَانَ الْمُحَرّمُ إمّا الْجُمُعَةُ وَإِمّا السّبْتُ فَإِنْ كَانَ الْجُمُعَةُ فَقَدْ كَانَ صَفَرٌ إمّا السّبْتُ وَإِمّا الْأَحَدُ فَإِنْ كَانَ السّبْتُ فَقَدْ كَانَ رَبِيعٌ الْأَحَدَ أَوْ الِاثْنَيْنِ وَكَيْفَا دَارَتْ الْحَالُ عَلَى هَذَا الْحِسَابِ فَلَمْ يَكُنْ الثّانِي عَشَرَ مِنْ رَبِيعٍ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ بِوَجْهِ وَلَا الْأَرْبِعَاءَ أَيْضًا كَمَا قَالَ الْقُتَبِيّ وَذَكَرَ الطّبَرِيّ عَنْ ابْنِ الْكَلْبِيّ وَأَبِي مِخْنَفٍ۔

ترجمہ: اور یہ صحیح نہیں ہے کہ حضور ﷺ کا وصال ربیع الاول کی دو تاریخ یا تیرہ یا چودہ یا پندرہ تاریخ کو ہے کیونکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ کا وقوف عرفات جمعۃ المبارک کو ہوا تھا یہ نو ذی الحجہ تھی تو ذوالحجہ جمعرات کے روز شروع ہوا تو محرم کا آغاز جمعہ کو ہوگا اگر محرم کا آغاز جمعہ کو ہو تو صفر کا آغاز ہفتہ کو ہوگا یا اتوار کو اگر صفر کا آغاز ہفتہ کو ہو تو ربیع الاول کا آغاز اتوار کو ہوگا یا پیر کو تو پھر اس حساب پر جو بھی حالت ہو تو بارہ ربیع الاول پیر کو نہیں ہو سکتی اور نہ ہی بدھ کو ہو سکتی ہے۔ جس طرح قتیبی نے کہا۔ طبری نے ابن کلبی اور ابی مخنف سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ کا وصال ربیع الاول کی دو تاریخ کو ہوا یہ قول اگرچہ جمہور کے خلاف ہے تاہم صحیح ہے کیونکہ یہ کوئی بعید نہیں کہ ربیع الاول سے

---

[1] (جمع الوسائل فی شرح الشمائل وبهامش شرح الشمائل باب ماجاء فی وفاة رسول الله ﷺ ج ۲ ص ۲۵۲ ـ ۲۵۳ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

پہلے تینوں مہینے (ذی الحجہ، محرم، صفر) انیتس دن کے ہوں اس میں خوب غور و فکر کر لو۔ میں نے کسی عالم کو نہیں دیکھا کہ اس کے ذہن میں یہ بات آئی ہو۔ میں نے خوارزمی کو دیکھا ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال یکم ربیع الاول کو ہوا۔ طبری نے ابن کلبی اور ابو مخنف سے جو روایت نقل کی ہے یہ اس کے زیادہ قریب ہے۔[1]

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

قال ابو الیمن بن عساکر وغیرہ لایمکن ان یکون موتہ یوم الاثنین من ربیع الاول الا یوم ثانی الشہر او نحو ذلک فلایتھیان ان یکون ثانی عشر الشہر للاجماع ان عرفۃ فی حجۃ الوداع کان یوم الجمعۃ فالمحرم بیقین اولہ الجمعۃ او السبت وصفر اولہ علی ھذا السبت او الاحد او الاثنین فدخل ربیع الاول الاحد وھو بعید اذیندر وقوع ثلاثۃ اشہر نواقص فترجح ان یکون اولہ الاثنین وجاز ان یکون الثلاثاء فان کان استھل الاثنین فھو ما قال موسی بن عقبۃ من وفاتہ یوم الاثنین لھلال ربیع الاول فعلی ھذا یکون الاثنین الثانی منہ ثامنہ وان جوزنا عشرۃ ولکن بقی بحث آخر کان یوم عرفۃ الجمعۃ بمکۃ فیحتمل ان یکون کان یوم عرفۃ بالمدینۃ یوم الخمیس مثلاً او یوم السبت فیبنی علی حساب ذلک۔[2]

امام عبد اللہ ابن اسعد الیافعی المالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

شیخ الامام ابی محمد عبد اللہ ابن اسعد بن علی الیافعی المالکی متوفی سنۃ ثمان وستین وسبع مائۃ لکھتے ہیں:

قیل انہ توفی الثانی عشر منہ اشکال من اجل انہا کانت وقفۃ بالجملۃ فی السنۃ العاشرۃ اجماعاً فاذا کان ذلک لایتصور وقوع یوم الاثنین فی ثانی عشر ربیع الاول من السنۃ التی بعدھا وذلک مطر فی کل سنۃ تکون الوقفۃ قبلہ بالجمعۃ علی کل تقدیر من تمام المشھور ونقصانھا وتمام بعضھا ونقصان بعض۔[3]

محدث کبیر امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

شیخ الاسلام محدث کبیر امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وقال السھیلی فی (الروض) اتفقوا انہ توفی ﷺ یوم الاثنین وقالوا کلھم فی ربیع الاول غیر انھم قالوا او قال اکثرھم فی الثانی عشر من الشھر او الثالث عشر او الرابع عشر او الخامس عشر الاجماع المسلمین علی ان وقفۃ عرفۃ فی حجۃ الوداع کانت یوم الجمعۃ وھو التاسع من ذی الحجۃ فدخل ذو الحجۃ یوم الخمیس فکان الحرام اما

---

[1] (الروض الانف للسھیلی متی توفی رسول اللہ ج ۴ ص ۴۳۹۔ ۴۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۲۵۶ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۴۷۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ السمھودی ج ۱ ص ۳۱۸ مطبوعہ بیروت)

[2] (تاریخ الاسلام ووفیات المشاھیر والاعلام ذکر ترجمۃ السیرۃ النبوۃ ج ۱ ص ۲۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[3] (مرآۃ الجنان وغیرۃ الیقظان السنۃ الحادی عشر ج ۱ ص ۱۷ مطبوعہ حیدر آباد دکن ھند)

الجمعة و اما السبت و اما الاحد فان کان الجمعة فقد کان صفر اما السبت و اما الاحد فان کان السبت فقد کان الربیع اما الاحد و اما الاثنین و کیف ما دارت الحال علی هذا الحساب فلم یکن الثانی عشر من ربیع الاول یوم الاثنین بوجه۔[1]

حافظ الحدیث امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مفصل بحث کر کے دوم ربیع الاول کو ترجیح دی اور بارہ ربیع الاول کے یوم وفات ہونے کی روایت کو عقل و نقل کے خلاف ثابت کر کے اسے راوی کا وہم اور غلط قرار دیا ہے۔[2]

امام علی بن برہان الدین الحلبی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں:

توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وهو فی صدر عائشة و ذلک یوم الاثنین حین زاعت الشمس لاثنتی عشرة لیلة خلت من ربیع الاول هکذا ذکر بعضهم و قال السهیل لایصح ان یکون وفاته یوم الاثنین الا فی ثالث عشرة او رابع عشرة لاجماع المسلمین علی ان وقفة عرفة کانت یوم الجمعة و هو تاسع ذی الحجة و کان المحرم اما بالجمعة و اما بالسبت فان کان السبت فیکون اول صفر اما الاحد و الاثنین فعلی هذا لا یکون الثانی عشر من شهر ربیع الاول بوجه و قال الکلبی انه توفی فی الثانی من شهر ربیع الاول۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہوا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینے پر تھا پیر کے روز سورج ڈھلنے کے وقت بارہ ربیع الاول کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہوا جیسے کہ بعض نے ذکر کیا اور امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے (بارہ ربیع الاول کو وصال شریف کا قول) صحیح نہیں ہے اس طرح کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وفات شریف آپ کی پیر کے روز ہو مگر تیرہ یا چودہ ہو سکتی ہے اس لیے کہ مسلمانوں کا اجماع ہے اس بات پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقوف عرفہ ذوالحج جمعہ کے روز ہوا تو اس حساب سے یکم محرم یا جمعہ کو یا ہفتہ کو ہو گا اگر ہو ہفتہ تو پہلی صفر کی یا اتوار کو ہو گی یا پیر کو اس حساب کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف بارہ ربیع الاول کو کسی طرح بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ اما کلبی نے فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف دو ربیع الاول کو ہوا۔[3]

شرح شمائل میں ہے:

اختلف اهل العلم فی الیوم الذی توفی فیه بعض اتفاقهم علی انه یوم الاثنین فی شهر ربیع الاول فذکر الواقدی و جمهور الناس انه الثانی عشر قال ابو الربیع بن سالم و هذا لا یصح و قد جری فیه علی العلماء من الغلط ما علینا بیانه و قد تقدمه السهیلی الی بیانه بان حجة الوداع کانت وقفها یوم الجمعة فلا یسقیهم ان یکون یوم الاثنین ثانی عشر ربیع

[1] (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب باب وفاۃ النبی ج ۱۱ ص ۲۸۶ رقم الحدیث ۳۵۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)
[2] (فتح الباری ج ۸ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)
[3] (سیرۃ الحلبیہ باب یذکر فیہ مرۃ مرضہ وما وقع فیہ وفاتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم التی ھی مصیبۃ الاولین والاخرین من المسلمین ج ۳ ص ۴۷۳ مطبوعہ بیروت)

الاول سوا متمت الاشهر كلها او نقصت كلها او اتم بعضها و نقص بعضها و قال الطبری يوم الاثنين لليلتين مضتا من شهر ربيع الاول۔

ترجمہ: اہل علم نے اس دن کے بارے میں اختلاف کیا کہ جس میں آپ کا وصال شریف ہوا بعض نے اس بات پر اتفاق کیا کہ حضور ﷺ کا وصال شریف پیر کے روز ربیع الاول میں ہوا۔ برابر ہے (نوذوالحج سے لے کر ربیع الاول تک) سب مہینے تیس کے شمار کریں یا انیتس کے شمار کریں تو کسی طرح بھی بارہ ربیع الاول کو پیر کے دن نبی پاک ﷺ کا وصال شریف ثابت نہیں ہو سکتا لہٰذا طبری نے کہا آپ کا وصال شریف دو ربیع الاول پیر کے دن بن سکتا ہے۔[1]

دو ربیع الاول تاریخ وفات پر چند مزید دلائل

محمد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں:

محمد ابن قیس سے روایت ہے کہ بدھ کے روز انیس صفر کو حضور ﷺ کی بیماری کا آغاز ہوا سن ہجری ۱۱ھ میں لہٰذا آپ تیرہ دن بیمار رہے اس کے بعد پیر کے روز دو ربیع الاول ۱۱ھ کو آپ کا وصال شریف ہوا۔[2]

امام بیہقی

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

و اخبرنا ابو عبدالله الحافظ قال اخبرنا ابو عبدالله الاصبهانی قال حدثنا الحسين بن الجهم قال حدثنا الحسين بن الفرج قال حدثنا الواقدی قال حدثنا ابو معشر عن محمد بن قيس... وتوفی يوم الاثنين لليلتين خلتا من ربيع الاول۔[3]

امام ذہبی

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

و قال الواقدی حدثنا ابو معشر عن محمد بن قيس قال اشتكى النبی ﷺ ثلاثة الاثنين لليلتين خلتا من ربيع الاول سنة احدى عشرة۔[4]

---

[1] (شرح شمائل محمديه باب ماجاء فی وفاة رسول الله ﷺ ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعه بيروت)

[2] (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۷۲ مطبوعه دار صادر بيروت)، (البداية و النهاية ج ۵ ص ۲۵۵ مطبوعه مكتبة المعارف بيروت)

[3] (دلائل النبوة للبيهقی باب ماجاء فی الوقت واليوم والشهر [والسنة] التی توفی فيها رسول الله او فی مدة مرفيه ج ۷ ص ۲۳۴۔۲۳۵ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (كتاب المغازی للواقدی ج ۳ ص ۱۱۲۰)

[4] (تاريخ الاسلام و وفيات المشاهير و الاعلام ذكر ترجمة السيرة النبوة ج ۱ ص ۲۳۲ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

امام عجلی کوفی

امام احمد بن عبد اللہ بن صالح العجلی الکوفی متوفی ۲۶۱ھ لکھتے ہیں:

محمد بن قیس الھمدانی شامی تابعی ثقة۔ [1]

امام مزئی

امام یوسف بن الزکی المزی متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

ثقة۔

ترجمہ: امام محمد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ ثقہ ہے۔ [2]

فقہاء اہل حجاز کا قول

امام طبری

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

حدیث بیان کی ہمیں مصعب بن زہیر نے فقہاء اہل حجاز سے انہوں نے کہا نبی کریم ﷺ کا وصال شریف دو ربیع الاول کو بارہ بجے کے قریب ہوا۔ [3]

امام بیہقی

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

یقال لها ریحانة کانت من سبی الیهود و کان اول یوم مرض فیه یوم السبت و کانت وفاته الیوم العاشر یوم الاثنین للیلتین خلتا من شهر ربیع الاول۔ [4]

---

[1] (معرفة الثقات ج ۲ ص ۲۵۰ برقم ۱۶۳۸ مطبوعه مکتبة الدار المدینة المنورة)

[2] (تهذیب الکمال ج ۲۶ ص ۳۲۲ برقم ۵۵۶۵ مطبوعه موسسة الرسالة بیروت)، (الجرح والتعدیل ج ۸ ص ۶۱ برقم ۲۷۵ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الکاشف للذهبی ج ۲ ص ۲۱۲ برقم ۵۱۲۳ مطبوعه موسسة علو جدة)

[3] (تاریخ طبری ذکر الاخبار الواردة بالیوم الذی توفی فیه رسول اللہ و مبلغ سنه یوم وفاته۔ (ج ۲ ص ۲۳۲ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

[4] (دلائل النبوة للبیهقی باب ماجاء فی الوقت والیوم والشهر [والسنة] التی توفی فیها رسول اللہ ﷺ وفی مدة مرفیه ج ۷ ص ۲۳۴ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

امام سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ذہبی

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

وقال سلیمان التیمی توفی رسول اللہ ﷺ الیوم العاشر من مرضه وذلک یوم الاثنین للیلتین خلتا من ربیع الاول۔ رواہ معتمر عن ابیه۔[1]

کلبی اور ابی مخنف کا قول

امام ذہبی

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

وذکر الطبری عن ابن الکلبی وابی مخنف وفاته فی ثانی ربیع الاول۔

ترجمہ: امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ابی مخنف اور کلبی کے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ کا وصال شریف دو ربیع الاول کو ہوا۔[2]

امام ابن حجر عسقلانی

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابی مخنف اور کلبی کے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ کا وصال شریف دو ربیع الاول کو ہوا۔[3]

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابو مخنف کا قول ہی معتمد ہے کہ وفات شریف ۲ ربیع الاول کو ہوئی دوسروں کی غلطی کی وجہ یہ ہوئی کہ **ثانی** کو **ثانی عشر** خیال کر لیا گیا پھر اس وہم میں بعضوں نے بعضوں کی پیروی کی۔[4]

---

[1] (تاریخ الاسلام ووفیات المشاهیر والاعلام ذکر ترجمة السیرة النبوة ج ۱ ص ۶۳۲ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)، (اشعة اللمعات فارسی کتاب الفتن باب وفاة النبی ﷺ ج ۴ ص ۶۱۶ مطبوعه المکتبة الحقانیة پشاور)

[2] (تاریخ الاسلام ووفیات المشاهیر والاعلام ذکر ترجمة السیرة النبوة ج ۱ ص ۶۳۲ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

[3] (فتح الباری ج ۸ ص ۱۲۹ مطبوعه دار المعرفة بیروت)، (سیرة الحلبیه باب یذکر فیه مرة مرضه وما وقع فیه ووفاته ﷺ التی هی مصیبة الاولین والاخرین من المسلمین ج ۳ ص ۴۷۳ مطبوعه بیروت)

[4] (فتح الباری ج ۸ ص ۱۳۰ مطبوعه دار المعرفة بیروت)

حافظ الحدیث امام سعد بن ابراہیم زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ابن کثیر حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

سعد بن ابراھیم الزھری سے روایت ہے کہ یعنی حضور نبی کریم ﷺ نے پیر کے دن ۲ ربیع الاول کو وصال فرمایا۔[1]

امام احمد بن عبد اللہ بن صالح العجلی الکوفی متوفی ۲۶۱ھ لکھتے ہیں:

سعد بن ابراھیم بن عبد الرحمن بن عوف لاباس بہ و کان علی قضاء واسط و قال ایضا مدنی ثقۃ۔

ترجمہ: امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سعد بن ابراہیم مدنی ثقہ ہیں۔[2]

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

سعد بن ابراھیم ابن عبد الرحمن بن عوف الامام الحجۃ الفقیہ قاضی المدینۃ ابو اسحاق و یقال ابراھیم القرشی الزھری مدنی...

و قال ابن سعد کان ثقۃ کثیر الحدیث۔

و قال احمد بن حنبل کان ثقۃ فاضلا ولی قضاء المدینۃ۔

و قال ابن معین و ابو حاتم و جماعۃ ثقۃ۔

ترجمہ: سعد بن ابراہیم ابن عبد الرحمن بن عوف الامام الحجہ الفقیہ مدینہ منورہ کے قاضی۔

امام ابن سعد فرماتے ہیں کہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ثقہ فاضل ہے۔

امام یحییٰ بن معین اور امام ابو حاتم وغیرہ ثقہ کہتے ہیں۔[3]

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

سن گیارہ ہجری ربیع الاول شریف کی دو تاریخ بروز پیر وصال ہوا۔[4]

---

[1] (البدایۃ والنھایۃ ج ۵ ص ۲۵۵ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

[2] (معرفۃ الثقات ج ا ص ۳۸۹ برقم ۵۵۸ مطبوعہ مکتبۃ الدار المدینۃ المنورۃ)

[3] (سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۴۱۸۔۴۱۹ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

[4] (تفسیر بغوی ج ۲ ص ۱۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام حافظ جمال الدین بن ابو الحجاج یوسف المزی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ نے ۶۳ سال کی عمر میں بارہ ربیع الاول کو پیر کے دن دوپہر کے وقت وصال فرمایا۔ ایک قول یکم ربیع الاول کا ہے اور ایک قول دو ربیع الاول کا ہے۔[1]

امام مغلطائی بن قلیج کا قول

امام مغلطائی بن قلیج متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

کلبی اور ابو مخنف نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو ربیع الاول کو فوت ہوئے۔[2]

حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ آپ کی یکم ربیع الاول یا دو ربیع الاول کو وفات ہوئی۔[3]

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

و قد اخبرنی الشیخ الصالح عطیۃ الابناسی و الشیخ الصالح قاسم المغربی المقیم فی تربۃ الامام الشافعی رضی اللہ تعالی عنہ، و القاضی زکریا الشافعی انھم سمعوا الشیخ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالی یقول: رأیت رسول اللہ ﷺ، فی الیقظۃ بضعا و سبعین مرۃ وقلت لہ فی مرۃ منھا: ھل انا من اھل الجنۃ یا رسول اللہ؟ فقال: نعم! فقلت: من غیر عذاب یسبق، فقال: لک ذلک، قال الشیخ عطیۃ: و سألت الشیخ جلال الدین مرۃ أن یجتمع بالسلطان الغوری فی ضرورۃ وقعت لی۔ فقال لی: یاعطیۃ أنا اجتمع بالنبی ﷺ، یقظۃ و أخشی ان اجتمعت بالغوری ان یحتجب، عنی۔

ترجمہ: اور مجھے شیخ صالح عطیہ الابناسی اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کی تربت میں مقیم شیخ صالح قاسم المغربی اور قاضی زکریا الشافعی نے بتایا کہ انہوں نے شیخ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے بیداری میں رسول پاک ﷺ کی کچھ اوپر ستر مرتبہ زیارت کی ہے۔ اور ان میں سے ایک دفعہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کی۔ یارسول اللہ! کیا میں اہل جنت سے ہوں؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کی: پہلے کوئی سزا دیئے بغیر؟ فرمایا: تیرے لئے یہی ہے۔ شیخ عطیہ فرماتے

---

[1] (تھذیب الکمال ج ۱ ص ۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[2] (الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ ص ۳۵۱ مطبوعہ الدار الشامیۃ بیروت)

[3] (التوشیح ج ۴ ص ۱۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اپنی کسی ضرورت کے پیش نظر شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ سلطان غوری کے پاس تشریف لے چلیں تو آپ نے مجھے فرمایا: اے عطیہ! میں بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں۔ ڈرتا ہوں کہ اگر غوری کے پاس چلا جاؤں تو کہیں حجاب لاحق ہو جائے۔[1]

محدثِ دیوبند انور شاہ کشمیری

محدث دیوبند انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

نقل عن السیوطی رحمہ اللہ تعالی انہ رآہ ﷺ اثنین وعشرین مرۃ وسألہ عن احادیث ثم صححھا بعد تصحیحہ ﷺ۔ الخ۔

ترجمہ: امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا کہ انہوں نے بائیس مرتبہ جاگتے ہوئے حضور ﷺ کی زیارت کی اور حضور ﷺ سے بہت سی حدیثوں کے متعلق پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کی حدیث ہے یا نہیں حضور ﷺ کے صحیح فرمانے کے بعد امام سیوطی نے ان احادیث کی تصحیح کی۔[2]

اشرف علی تھانوی

مسلک دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

حضرت شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جن کو روز حضور ﷺ کی زیارت ہوتی تھی بعض ایسی احادیث کی یہ توثیق کرتے ہیں جن کی اور محدثین توثیق نہیں کرتے، تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضور ﷺ سے دریافت کر لیتے ہیں اور بعض نے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے جب حدیث کا ذکر ہوا اور حضور ﷺ کا چہرہ انور بشاش ہوا تو یہ سمجھ جاتے تھے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحت کا فتویٰ لگا دیتے تھے اور اگر ایسا نہ ہوا تو ضعیف ہونے کا حکم کرتے۔ ان کو حضور ﷺ کی رویت بیداری میں بھی ہوتی تھی۔[3]

---

[1] (الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر ج ۱ ص ۲۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
[2] (فیض الباری شرح صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
[3] (الکلام الحسن ج ۲ ص ۱۷۵)

امام محمد بن یوسف صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

ابو مخنف اور کلبی نے کہا آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی وفات ۲ ربیع الاول کو ہوئی سلیمان بن طرخان نے مغازی میں اسی کو ترجیح دی ہے امام محمد بن سعد، امام ابن عساکر اور امام ابو نعیم الفضل بن دکین کا بھی یہی قول ہے اور سہیلی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔[1]

امام علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پیر کے دن ۲ ربیع الاول کو فوت ہوئے۔[2]

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی وفات ۲ ربیع الاول کو پیر کے دن ہوئی۔[3]

شیخ اشرف علی تھانوی

مسلک دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یا حالت غیبت میں روزمرہ ان کو دربار نبوی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی ایسے حضرات صاحب حضوری کہلاتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک شیخ عبد الحق محدث دہلوی (علیہ الرحمۃ) ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرف تھے اور صاحب حضوری تھے۔[4]

نواب صدیق حسن خان بھوپالی

غیر مقلد نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں:

ہندوستان جب سے فتح ہوا اس میں علم حدیث نہیں تھا، بلکہ کبریت احمر کی طرح کمیاب تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کے بعض علماء، مثلاً شیخ عبد الحق دھلوی متوفی ۱۰۵۳ھ اور ان جیسے دوسرے علماء پر اسی علم کا فیضان کیا شیخ وہ پہلے عالم ہیں جو ہند میں علم حدیث لائے اور یہاں کے لوگوں کو بہترین انداز میں یہ علم سکھایا۔[5]

---

[1] (سبل الهدى والشاد الباب الثلاثون فی تاریخ وفاته صلى الله عليه وآله وسلم ج ۱۲ ص ۳۰۵ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

[2] (مرقات المفاتيح ج ۱۱ ص ۲۳۸ مطبوعه مكتبه امداديه ملتان)

[3] (اشعة اللمعات ج ۴ ص ۶۰۴ مطبوعه لكهنؤ هند)

[4] (افاضات اليوميه ج ۷ ص ۶ مطبوعه تهانه بهون)

[5] (الحطه ص ۱۶۰ ـ ۱۶۱ مطبوعه لاهور)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

علامہ الفاضل الکامل الشیخ اسمٰعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

ومات یوم الاثنین بعدمازاغت الشمس لليلتين خلتا من شهر ربيع الاول سنة احدى عشر من الهجرة۔ [1]

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں:

سن گیارہ ہجری ربیع الاول شریف کی دو تاریخ بروز پیر وصال ہوا۔ [2]

علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

علامہ نور بخش صاحب توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وفات شریف ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن ہوئی جمہور کے نزدیک ربیع الاول کی بارہویں تاریخ تھی ماہ صفر کی ایک یا دوراتیں باقی تھیں کہ مرض کا آغاز ہوا۔ بعضے تاریخ وصال یکم ربیع الاول بتاتے ہیں بنابر قول حضرت سلیمان التیمی ابتداء مرض یوم شنبہ ۲۲ صفر کو ہوئی اور وفات شریف یوم دوشنبہ ۲ ربیع الاول کو ہوئی حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابو مخنف کا قول ہی معتمد ہے کہ وفات شریف ۲ ربیع الاول کو ہوئی دوسروں کی غلطی کی وجہ یہ ہوئی کہ ثانی کو ثانی عشر خیال کر لیا گیا پھر اس وہم میں بعضوں نے بعضوں کی پیروی کی۔ [3]

[1] (تفسیر روح البیان سورۃ المائدۃ تحت آیت نمبر ۳ ج ۲ ص ۳۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)
[2] (تفسیر مظہری ج ۳ ص ۲۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
[3] (سیرت رسول عربی ص ۲۲۶ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

یکم ربیع الاول تاریخ وفات

امام ابونعیم الفضل بن دکین، عروۃ بن الزبیر تابعی وموسیٰ بن عقبۃ، امام زھری تابعی امام خوارزمی رحمہم اللہ کا قول

امام ابن کثیر

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

وقال ابو نعیم الفضل بن دکین توفی رسول اللہ ﷺ یوم الاثنین مستھل ربیع الاول سنۃ احدی عشرۃ من مقدمہ المدینۃ ورواہ ابن عساکر ایضا وقد تقدم قریبا عن عروۃ وموسی بن عقبۃ والزھری مثلہ فیما نقلناہ عن مغازیھما فاللہ اعلم۔[1]

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام موسیٰ بن عقبہ، اللیث، الخوارزمی اور ابن زبیر کے نزدیک حضور ﷺ کی وفات یکم ربیع الاول کو ہوئی ہے۔[2]

محدث کبیر امام عینی

شیخ الاسلام محدث کبیر امام بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابو بکر نے لیث سے روایت کیا ہے کہ پیر کے دن یکم ربیع الاول کو حضور ﷺ کی وفات ہوئی اور سعد بن ابراھیم الزھری نے کہا آپ ﷺ پیر کے دن دو ربیع الاول کو فوت ہوئے اور ابو نعیم الفضل بن دکین نے کہا آپ ﷺ پیر کے دن یکم ربیع الاول کو فوت ہوئے۔[3]

امام ابن کثیر

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

لیث سے روایت ہے کہ یعنی حضور نبی کریم ﷺ نے پیر کے دن ربیع الاول کی ایک رات گزرنے پر وصال فرمایا۔[4]

---

[1](البدایۃ والنہایۃ ج۵ ص ۲۵۵ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

[2](فتح الباری ج۸ ص ۱۲۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

[3](عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب باب وفاۃ النبی ج ۱۱ ص ۲۸۲ رقم الحدیث ۳۵۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[4](البدایۃ والنہایۃ ج۵ ص ۲۵۵ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

امام حلبی

امام علی بن برہان الدین الحلبی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں۔ امام خوارزمی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا وصال شریف یکم ربیع الاول کو ہوا۔[1]

علامہ عبد الرؤف

علامہ ابو البرکات عبد الرؤف لکھتے ہیں:

لیکن عقبہ، لیث اور خوارزمی وغیرہ کہتے ہیں کہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ تھی اور ابو مخنف اور کلبی وغیرہ کہتے ہیں کہ دوسری تاریخ تھی۔[2]

امام ابن عساکر

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

حضور ﷺ یکم ربیع الاول کو پیر کے دن گیارہ ہجری کو فوت ہوئے۔[3]

محمد بن عبد الوہاب نجدی

محمد بن عبد الوہاب نجدی کے صاحبزادے شیخ عبد اللہ نجدی نے آٹھویں ربیع الاول کو یوم وفات لکھا ہے۔[4]

ان کے علاوہ وفات نبوی کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول کے بارے میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت (البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۲۵۵ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت) میں مروی ہے وہ سنداً سخت ضعیف ہے۔ اس لئے کہ اس کو واقدی نے روایت کیا ہے جو ضعیف ہے اور اس روایت میں ابراہیم بن یزید ہے جو قابل احتجاج نہیں۔

امام شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

وقال ابو حاتم یکتب حدیثه ولا یحتج به۔[5]

یوم جمعہ حضرت آدم علیہ السلام کی وفات ہونے کے باوجود یوم عید بھی ہے۔

---

[1] (سیرۃ الحلبیه باب یذکر فیه مرۃ مرضه وما وقع فیه وفاته ﷺ التی هی مصیبة الاولین والاخرین من المسلمین ج ۳ ص ۴۷۳ مطبوعه بیروت)

[2] (اصح السیر فی هدیٰ خیر البشر ﷺ حصه اول ص ۵۳۵ مطبوعه کلکتۃ هند)

[3] (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۳۸۷ مطبوعه دار الفکر بیروت)

[4] (مختصر سیرۃ الرسول ص ۹ مطبوعه جهلم)

[5] (میزان الاعتدال فی نقد الرجال ج ۱ ص ۲۰۳ برقم ۲۴۹ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)، (تهذیب الکمال ج ۲ ص ۲۴۲ برقم ۲۶۶ مطبوعه موسسة الرسالة بیروت)، (تهذیب التهذیب ج ۱ ص ۱۵۶ برقم ۳۲۶ مطبوعه دار الفکر بیروت)

اگر بالفرض ۱۲ ربیع الاول کو تاریخ وفات ثابت بھی ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اس کے مختصراً دو جواب حاضر ہیں:

ایک یہ کہ غم وہ منائے جن کے مرے ہوں ہمارا نبی تو زندہ ہے اور کسی میت پر تین روز کے بعد غم منانا جائز ہی نہیں۔ مختلف اسناد و مختلف الفاظ کے ساتھ حدیث مبارکہ میں ہے: کسی عورت کے لئے جائز نہیں ہے جو اللہ عزو جل اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہو کہ کسی میت کا تین دن سے زیادہ سوگ کرے مگر اپنے خاوند کا چار ماہ دس دن ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم کسی وفات یافتہ پر تین روز کے بعد غم نہ منائیں مگر شوہر پر (چار ماہ دس دن تک بیوی غم منا سکتی ہے)۔[1]

معلوم ہوا کہ تین روز کے بعد وفات کا غم منانا ممنوع ہے اور حصول نعمت کی خوشی بار بار اور ہمیشہ منانا شرعاً محبوب ہے۔

جمعہ کے دن آدم علیہ السلام کی وفات اور ولادت ہوئی

دوم جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اسی روز آپ علیہ السلام نے وفات پائی۔

امام ابو داوٗد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس روز ان کی روح قبض کی گئی اور اسی روز صور پھونکا جائے گا۔ پس اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف بھیجا کرو بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔[2]

معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اسی روز آپ علیہ السلام نے وفات پائی۔

---

[1] (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۵ ص ۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیھقی ج ۷ ص ۴۳۷ رقم الحدیث ۱۵۲۹۳ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (سنن النسائی کتاب الطلاق باب الاحداد ج ۶ ص ۱۹۸ رقم الحدیث ۳۵۲۵ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (موطاء امام مالک باب ماجاء فی الاحداد ج ۲ ص ۵۹۶ رقم الحدیث ۱۲۴۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شرح معانی الاثار ج ۳ ص ۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۷۔۴۸۔۴۹ رقم الحدیث ۱۲۱۳۰۔ ۱۲۱۳۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الدارمی کتاب الطلاق باب فی احداد المراۃ علی الزوج ج ۲ ص ۲۲۰ رقم الحدیث ۲۲۸۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن ابو داؤد کتاب الطلاق باب احداد المتوفی عنھا زوجھا ج ۲ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۲۲۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (المسند حمیدی ج ۱ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۲۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سنن الترمذی ج ۳ ص ۵۰۰ رقم الحدیث ۱۱۹۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[2] (سنن ابو داؤد کتاب الصلاۃ باب تفریع ابواب الجمعۃ وفضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ ج ۱ ص ۲۷۵ رقم الحدیث ۱۰۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا باب فی فضل الجمعۃ ج ۱ ص ۳۴۵ رقم الحدیث ۱۰۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی کتاب الجمعۃ باب اکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ ج ۳ ص ۹۱ رقم الحدیث ۱۳۷۵ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (سنن الکبری للنسائی ج ۱ ص ۵۱۹ رقم الحدیث ۱۶۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سنن الدارمی باب فی فضل جمعۃ ج ۱ ص ۴۴۵ رقم الحدیث ۱۵۷۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیھقی ج ۳ ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۵۷۸۹ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (موارد الظمان الی زوائد ابن حبان ج ۱ ص ۱۴۶ رقم الحدیث ۵۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱ ص ۲۱۶ رقم الحدیث ۵۸۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۸۶۹۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے عید کا دن بنایا گیا

مگر میلاد آدم (علیہ السلام) کی خوشی کو باقی رکھا گیا اور جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے عید کا دن بنایا گیا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا بے شک یہ عید کا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے بنایا ہے۔ پس جو کوئی جمعہ کی نماز کے لیے آئے تو غسل کر کے آئے اور اگر ہو سکے تو خوشبو لگا کر آئے۔ اور تم پر مسواک کرنا لازمی ہے۔[1]

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

بے شک یوم جمعہ عید کا دن ہے۔[2]

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

جمعہ کے دن روزہ نہ رکھو کیوں کہ یہ عید کا دن ہے۔[3]

اب دیوبندی وہابی بتائیں کہ ہر ہفتہ جمعہ کے دن تمام مسلمان حضرت آدم علیہ السلام کے میلاد کی خوشی میں عید مناتے ہیں یا وفات کی خوشی میں؟

---

[1] (سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوۃ باب فی الزینۃ یوم الجمعۃ ج ۱ ص ۳۴۹ رقم الحدیث ۱۰۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (طبرانی الاوسط ج ۷ ص ۲۳۰ رقم الحدیث ۷۳۵۵ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)، (الترغیب والترھیب للمنذری ج ۱ ص ۲۸۶ رقم الحدیث ۱۰۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[2] (مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۳ رقم الحدیث ۸۰۱۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن خذیمہ ج ۳ ص ۳۱۵ رقم الحدیث ۲۱۶۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۶۰۳ رقم الحدیث ۱۵۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[3] (صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۳۶۱۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۰۲ رقم الحدیث ۸۲۷۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

(۴) باب نمبر چار: آپ ﷺ کے روضہ اقدس کے سامنے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا بیان

بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں مواجہ شریف کے سامنے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت اور حرام ہے حالانکہ آپ ﷺ کے مواجہ شریف کے سامنے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اعتراض کرنا زندیقیت ہے۔

قبر انور پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا سنت ہے:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے جو عبارت فتاویٰ عالمگیری سے نقل کی تھی "**ویقف کما یقف فی الصلوۃ ویمثل صورتہ الکریمۃ البھیۃ کانہ نائم فی لحدہ عالم بہ یسمع کلامہ**" یہ عبارت دیگر فقہاء احناف نے بھی نقل کی ہے۔

امام عبداللہ بن محمود بن مودود موصلی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

ویقف کما یقف فی الصلوۃ ویمثل صورتہ الکریمۃ البھیۃ کانہ نائم فی لحدہ عالم بہ یسمع کلامہ۔

ترجمہ: روضہ مطہرہ کے سامنے ایسے کھڑا ہو جیسے کہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور اس جمال پاک کا نقشہ ذہن میں جمائے گویا کہ وہ سرکار اپنی قبر انور میں آرام فرما ہیں۔ اس کو جانتے ہیں اور اس کی بات سنتے ہیں۔[1]

نیز امام عبداللہ بن محمود بن مودود موصلی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

ثم یقف عند وجھہ مستدبر القبلۃ ویصلی علیہ ماشاء۔[2]

امام عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان افندی متوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں:

ویقف کما یقف فی الصلاۃ ویقول السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علیک یا رسول اللہ۔[3]

احناف کے مستند عالم علامہ شیخ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

ثم انھض متوجھا الی القبر الشریف فتقف بمقدار اربعۃ اذرع بعیدا عن المقصورۃ الشریفۃ بغایۃ الادب مستدبر القبلۃ محاذیا لراس النبی ﷺ ووجہ الاکرام ملاحظا نظرہ السعید الیک وسماعہ کلامک وردہ علیک سلامک وتامینہ علی دعائک۔[4]

---

[1] (الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[2] (الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[3] (مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر مسائل منثورۃ فی کتاب الحج ج ۱ ص ۳۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[4] (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۷۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

(ثم تنهض) ای تقوم الادب و المراد انه لا يتراخی و ان كان بالتانی و التمهل قوله مستدبر القبلة ای كما هو السنة فی زيارة الاموات۔ [1]

علامہ زکریا بن محمد بن احمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ لکھتے ہیں:

ثم وقف مستدبر القبلة مستقبل راس القبر الشريف۔ [2]

علامہ شمس الدین محمد بن احمد خطیب شربینی شافعی متوفی ۹۷۷ھ لکھتے ہیں:

ثم وقف مستدبر القبلة مستقبل راس القبر الشريف۔ [3]

ملا علی قاری مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَالِمٌ بَحُضُوْرِكَ وَقِيَامِكَ وَسَلَامِكَ ای بَلْ بَجَمِيْعِ اَفْعَالِكَ وَاَحْوَالِكَ وَارْتِحَالِكَ وَمَقَامِكَ۔

ترجمہ: بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال واحوال وکوچ ومقام سے آگاہ ہیں۔ [4]

امام مجیر الدین عبد الرحمن بن محمد حنبلی علیمی متوفی ۹۲۷ھ لکھتے ہیں:

و ياتی القبر الشريف من باب المقصورة القبلی فاذا وصل المقصورة استقبل وجهه الكريم ﷺ و ذلك بان يستدبر القبلة ويستقبل الجدار القبر الشريف على نحو اربعة اذرع من السارية التی فی زاوية المقصورة ويجعل القنديل على راسه ولا يمس الجدار بيده ولا بشی من بدنه ويقف متادبا بين يديه كما لو كان حيا مظهرا لاحترامه ويستحضر فی نفسه ان رسول الله ﷺ عالم بحضوره وقيامه تجاهه وسلامه عليه وانه يجيب من سلم عليه من بعيد فكيف بالقريب ويسلم على رسول الله ﷺ ويصلی عليه۔ [5]

---

[1] (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۷۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[2] (فتح الوہاب بشرح منہج الطلاب ج ۱ ص ۱۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[3] (الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع ج ص مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[4] (مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[5] (الانس الجلیل بتاریخ القدس و الخلیل ج ۱ ص ۳۴۵ مطبوعہ مکتبۃ دندیس الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۹ء عمان بتحقیق عدنان یونس)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی سنت:

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو مصعب قال حدثنا مالک عن عبداللہ بن دینار انہ قال رایت عبداللہ بن عمر یقف علی قبر النبی ﷺ فیصلی علی النبی ﷺ ویدعو لابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔[1]

اسی طرح دوسرا نسخہ "المؤطا لامام مالک روایۃ یحییٰ بن یحییٰ اللیثی ج ۱ ص ۱۶۶ رقم الحدیث ۳۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث مصر بتحقیق محمد فؤاد عبدالباقی" میں بھی یقف علی قبر النبی ﷺ کے الفاظ موجود ہیں۔

امام اسماعیل بن اسحاق القاضی متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبداللہ بن مسلمۃ عن مالک عن عبداللہ بن دینار انہ قال رایت عبداللہ بن عمر یقف علی قبر النبی ﷺ و یصلی علی النبی ﷺ و ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔

ترجمہ: عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو حضور ﷺ کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے دیکھا اور وہ حضور ﷺ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر درود (و سلام) پڑھتے تھے۔[2]

فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ لابن اسحاق قاضی کے محقق غیر مقلد عبد الحق الترکمانی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اسنادہ موقوف صحیح۔ یعنی اس کی سند موقوف صحیح ہے۔[3]

العلامہ محمد عابد بن احمد بن علی السندی الانصاری المدنی الحنفی متوفی ۱۲۵۷ھ لکھتے ہیں۔

ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "مِنَ السُّنَّةِ أَنْ تَأْتِيَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ، وَتَجْعَلَ ظَهْرَكَ إِلَى الْقِبْلَةِ، وَتَسْتَقْبِلَ الْقَبْرَ لِوَجْهِكَ، ثُمَّ تَقُولَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ"۔

---

[1] (المؤطا لامام مالک (روایۃ ابی مصعب الزہری المدنی) کتاب الصلاۃ باب ماجاء فی الصلاۃ علی النبی ﷺ ج ۱ ص ۱۹۶ رقم الحدیث ۵۰۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۹۹۸ء بتحقیق الدکتور بشار عواد معروف و محمود محمد خلیل)

[2] (فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ لابن اسحاق قاضی ص ۹۳ ۔ ۹۴ رقم الحدیث ۹۸ مطبوعہ رمادی للنشر الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۶ء بتحقیق عبدالحق الترکمانی)

[3] (فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ لابن اسحاق قاضی ص ۹۳ تحت رقم الحدیث ۹۸ مطبوعہ رمادی للنشر الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۶ء بتحقیق عبدالحق الترکمانی)

ترجمہ: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ آپ نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر کے پاس قبلہ کی طرف سے آؤ اور اپنی پیٹھ کو قبلہ کی طرف پھیر دو اور اپنے چہرے کو آپ ﷺ کے قبر اطہر کے سامنے کر لو پھر کہو: السَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ"۔

اس حدیث شریف کی شرح میں شیخ محمد عابد سندھی لکھتے ہیں :

واستدبار القبلة واستقبال الوجه الشريف مذهبنا ومذهب الجمهور العلماء۔قال ابن الهمام وماروى عن ابى الليث يقف مستقبل القبلة فمردود بحديث الباب وسبقه ابن جماعة ومايدل على أن استقبال الوجه مطلوب لاتفاق العلماء على أنه ﷺ حى فى قبره يعلم بزائره وهو ﷺ لو كان حيالم يأت زائره إلا لاستقباله۔

وقد سأل المنصور مالكاً فقال:أستقبل القبلة وادعو,أم أستقبل رسول الله ﷺ ؟فقال مالک ولم تصرف وجهک عنه وهو وسيلتک ووسيلة أبيک آدم عليه السلام إلى الله يوم القيامة؟۔

ترجمہ: قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا اور آپ ﷺ مبارک کی قبر کی طرف منہ کرنا یہ ہمارا مذہب ہے اور جمہور علماء کا مذہب ہے علامہ ابن الہمام کہتے ہیں کہ جو روایت ابو اللیث کی طرف سے کی گئی ہے کہ قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہونے کی ہے پس وہ مردود ہے اس حدیث کے باب سے۔ اور ابن جماعۃ نے اس کی طرف سبقت کی ہے اور جو دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ مواجہ شریف کی طرف چہرہ کرنا مطلوب ہے علماء کے اتفاق کی وجہ سے اس بات پر کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ ہر آنے والے کو جانتے ہیں اور آپ ﷺ مبارک کی ظاہری زندگی میں نہیں آتے مگر آپ ﷺ کی طرف چہرہ کر کے آتے اور منصور نے امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا میں قبلہ کی طرف چہرہ کر کے دعا مانگوں یا آپ ﷺ کی طرف چہرہ کر کے دعا مانگوں؟ تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضور ﷺ سے اپنے چہرے کو کیوں پھیرتے ہو آپ ﷺ کی ذات بابرکات آپ کیلئے اور آپ کے باپ آدم علیہ السلام کیلئے وسیلہ ہے قیامت تک۔

امام ابو بکر احمد بن الحسین بیہقی شافعی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو الحسن على بن محمد بن على المهرجانى ابن ابى على السقاء بنيسابور وابو الحسن على بن محمد بن على المقرى المهرجانى بها قالا انا الحسن بن محمد بن اسحاق ثنا يوسف بن يعقوب القاضى ثنا سليمان بن حرب ثنا حماد بن زيد عن ايوب عن نافع ان ابن عمر كان اذا قدم من سفر دخل المسجد ثم اتى القبر فقال السلام عليک يا رسول الله السلام عليک يا ابا بكر السلام عليک يا ابتاه۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر سے واپس آتے تو حضور ﷺ کی مسجد میں داخل ہوتے پھر قبر انور کے پاس آ کر فرماتے۔ السلام علیک یا رسول اللہ! السلام علیک یا ابا بکر! السلام علیک یا ابتاہ۔[1]

فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ لابن اسحاق قاضی کے محقق غیر مقلد عبد الحق الترکمانی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اسنادہ موقوف صحیح۔

ترجمہ: اس کی سند موقوف صحیح ہے۔[2]

امام ابو بکر احمد بن الحسین بیہقی شافعی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

و اخبرنا ابو احمد العدل انا ابو بکر بن جعفر المزکی ثنا محمد بن ابراهیم ثنا ابن بکیر ثنا مالک عن عبداللہ بن دینار انہ قال رایت عبداللہ بن عمر یقف علی قبر النبی ﷺ ثم یسلم علی النبی ﷺ و یدعو ثم یدعو لابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔[3]

امام اسماعیل بن اسحاق القاضی متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنی اسحاق بن محمد قال ثنا عبداللہ بن عمر عن نافع ان ابن عمر کان اذا قدم من سفر صلی سجدتین فی المسجد ثم یاتی النبی ﷺ فیضع یدہ الیمین علی قبر النبی ﷺ و یستدبر القبلۃ ثم یسلم علی النبی ﷺ ثم علی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر سے واپس آتے تو مسجد میں دو رکعتیں پڑھتے پر حضور ﷺ (کی قبر انور) کے پاس آتے تو اپنا دایاں ہاتھ حضور ﷺ کی قبر انور پر رکھتے اور قبلے کی طرف پیٹھ کرتے پھر حضور ﷺ پر سلام کہتے پھر حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر سلام کہتے تھے۔[4]

---

[1] (السنن الکبریٰ کتاب الحج باب زیارۃ قبر النبی ﷺ ج ۵ ص ۴۰۲ رقم الحدیث ۱۰۲۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۲۰۰۳ء بتحقیق محمد عبد القادر عطا) مزید تخریج: (۱):... اسی طرح امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ نے "مصنف عبد الرزاق باب السلام علی قبر النبی ﷺ ج ۳ ص ۵۷۶ رقم الحدیث ۶۷۲۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۳ھ بتحقیق حبیب الرحمن الاعظمی" میں (۲):... امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے "مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۸ رقم الحدیث ۱۱۷۹۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۹ھ بتحقیق کمال یوسف الحوت" میں (۳):... امام اسماعیل بن اسحاق القاضی متوفی ۲۸۲ھ نے "فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ لابن اسحاق قاضی ص ۹۴ رقم الحدیث ۱۰۰ مطبوعہ رمادی للنشر الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۶ء بتحقیق عبد الحق الترکمانی" میں روایت کیا ہے۔

[2] (فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ لابن اسحاق قاضی ص ۹۴ تحت رقم الحدیث ۱۰۰ مطبوعہ رمادی للنشر الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۶ء بتحقیق عبد الحق الترکمانی)

[3] (السنن الکبریٰ کتاب الحج باب زیارۃ قبر النبی ﷺ ج ۵ ص ۴۰۳ رقم الحدیث ۱۰۲۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۲۰۰۳ء بتحقیق محمد عبد القادر عطا)

[4] (فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ لابن اسحاق قاضی ص ۹۴۔۹۵ رقم الحدیث ۱۰۱ مطبوعہ رمادی للنشر الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۶ء بتحقیق عبد الحق الترکمانی)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

امام محمد بن احمد بن عثمان ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

فمن وقف عند الحجرة المقدسة ذليلا مسلما مصليا على نبيه فيا طوبى له فقد احسن الزيارة واجمل التذلل والحب وقد اتى بعبادة زائدة على من صلى عليه في ارضه او في صلاته اذ الزائر له اجر الزيارة واجر الصلاة عليه والمصلي عليه في سائر البلاد له اجر الصلاة فقط فمن صلى عليه واحدة صلى الله عليه عشرا۔

ترجمہ: کس قدر خوش نصیب ہے وہ انسان جو حجرہ اقدس کے پاس تضرع و عاجزی کے ساتھ کھڑے ہو کر آپ پر درود وسلام کی ڈالیاں نچھاور کرے اس لیے کہ اس نے اچھی طرح زیارت کی تضرع و انکسار کی دولت اور کمال محبت سے سرشار رہا اس نے اس شخص سے بہتر عبادت کی جس نے اپنی سرزمین پر یا اپنی نماز میں حضور پر درود و سلام پیش کیا اس لیے کہ زیارت کرنے والا زیارت اور آپ پر درود بھیجنے کا اجر پاتا ہے اور دوسرے شہروں میں درود بھیجنے والے صرف درود بھیجنے کا اجر پاتے ہیں تو جو شخص ایک بار حضور پر درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔[1]

غیر مقلدوں کے گھر سے ثبوت:

غیر مقلدوں کے امام محمد بن ابو بکر ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

فاذا اتينا المسجد النبوی صلينا التحية اولا ثنتان

جب ہم مسجد نبوی میں حاضر ہوں تو سب سے پہلے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کریں۔

ثم انثنينا للزيارة نقصد القبر الشريف ولو على الاجفان۔

پھر روضہ انور کی زیارت کا قصد کریں چاہے پلکوں پر چل کر ہی حاضری کا شرف کیوں نہ حاصل کرنا پڑے۔

فنقوم دون القبر وقفة خاضع متذلل في السر والاعلان۔

پھر باطنا وظاہرا انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ (حضوری کی تمام ترکیفیتوں میں ڈوب کر) قبر انور کے ساتھ کھڑے ہوں۔

فكانه في القبر حي ناطق فالواقفون نواكس الاذقان۔

یہ احساس دل میں جاگزیں رہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور کلام فرماتے ہیں پس (وہاں) کھڑے ہونے والوں کا سر (ادباً تعظیماً) جھکا رہے۔

ملكتهم تلك المهابة فاعترت تلك القوائم كثرة الرجفان

[1] (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۴۸۴ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

بار گاہ نبوی میں یوں کھڑے ہوں کہ رعب مصطفی ﷺ سے پاؤں تھر تھر کانپ رہے ہوں۔[1]

یہ اشعار غیر مقلدوں کے لیے ایٹم بم ہے اس میں صرف سرکار دوعالم ﷺ کی قبر انور پر کھڑے ہو کر سلام کا ذکر نہیں بلکہ "خاضع" اور "متذلل فی السر" اور پھر "فکانه فی القبر حی ناطق" کے الفاظ غیر مقلدوں کے مذہب پر کاری ضرب ہے جو کہ خود ان کے اپنے امام ابن قیم نے لگائی ہے۔ تاہم اس میں سرکار دوعالم ﷺ کی قبر انور کے پاس تعظیماً کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کا واضح ثبوت ہے۔

غیر مقلدوں کے امام قاضی محمد سلیمان منصور پوری اپنے "سفر نامہ حجاز" میں لکھتے ہیں:

مسجد النبی ﷺ

مکان میں قیام کرکے ہم نہائے کپڑے بدلے پاک وصاف ہو کر مسجد نبوی کی جانب جانے کو تیار ہوئے:

اس وقت دل کی عجیب کیفیت تھی شوق میں جان و تن مائل بہپرواز تھے اور روضہ نبوی کی زیارت کی تمنا میں روح بدن عنصری سے پہلے پہنچ جانے کے لئے بیقرار تھی۔ دل و دیدہ میں رقابت سی معلوم ہوتی تھی اور جان و تن میں نفسی نفسی کی حالت نمایاں تھی۔

ہم شہر پناہ کے باب مجیدی سے داخل ہوئے تو سامنے مسجد نبوی تھی۔ یہ عمارت کسقدر نشیب میں واقع ہے۔ ارد گرد کی زمین بلند ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اصلی سطح کو قائم رکھا گیا ہے بلند کرسی کے دینے سے عمارت بلحاظ فن تعمیر بیشک زیادہ خوشنما ہو جاتی مگر جو برکت اصلی سطح کی ہے وہ ضرور مفقود ہو جاتی۔ ہم مسجد میں عجز و خشوع کے ساتھ داخل ہوئے تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بعد روضہ اطہر کی جانب گئے اور وجہ اقدس وانور ﷺ کے سامنے باادب کھڑے ہو کر سلام عرض کیا۔ پھر حضور ﷺ کے وزراء صدق ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر سلام پڑھا اور پھر نماز ظہر میں شامل ہو گئے۔

اللہ اکبر اس فرحت و شادمانی کا بیان نہ قلم سے ہو سکتا ہے نہ زبان سے جو اس نعمت عظمیٰ اور منحت کبری کے حصول سے ہمیں حاصل تھی۔[2]

غیر مقلدوں کے امام قاضی محمد سلیمان منصور پوری اپنے "سفر نامہ حجاز" میں لکھتے ہیں:

حزام سے نیچے جنوبی دیوار پر (جس طرف کھڑے ہو کر سلام عرض کیا جاتا ہے) چار کتبے لگے ہوئے ہیں۔[3]

---

[1] (متن القصیدۃ النونیۃ ص ۲۵۴ مطبوعہ مکتبۃ ابن تیمیۃ القاہرۃ الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۱۷ھ)

[2] (سفر نامہ حجاز موسوم بہ الہادالی سبیل الرشاد ص ۲۱۱ مطبوعہ خلیفہ شیخ ہدایت اللہ پٹیالہ کانشی رام پریس لاہور طبع سنۃ ۱۹۲۴ء)

[3] (سفر نامہ حجاز موسوم بہ الہادالی سبیل الرشاد ص ۲۴۳ مطبوعہ خلیفہ شیخ ہدایت اللہ پٹیالہ کانشی رام پریس لاہور طبع سنۃ ۱۹۲۴ء)

جمعیت اہل حدیث کراچی کی طرف سے شائع ہونے والا ماہنامہ "الارشاد" میں غیر مقلدوں کے خطیب عبد الجبار کہتے ہیں:

حضور ﷺ پر سلام کی ترکیب:

مسجد ہی میں حضور ﷺ کا روضہ ہے۔ روضہ کی جالی میں تین پیتل کے گول رنگ بنے ہوئے ہیں۔ پہلا رنگ حضور انور ﷺ کے سر مبارک کے عین سامنے ہے۔ دوسرا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ہے، تیسرا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے سامنے بنا ہے۔ پہلے آپ حضور انور ﷺ کی قبر کی طرف منہ کرکے رنگ کے پاس کھڑے ہو کر یوں سلام کہے:

السلام علیک ایھا النبی ﷺ و رحمة اللہ و برکاتہ۔

اے نبی ﷺ آپ ﷺ پر خدا کی برکتیں اور رحمتیں اور سلام نازل ہوں۔ سلام کے بعد درود پڑھیں جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

اس کے بعد حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر کے سامنے کھڑے ہو کر اس طرح سلام پڑھیں۔

السلام علیک یا ابا بکر الصدیق خلیفة رسول اللہ ﷺ۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر یہ سلام پڑھیں۔

السلام علیک یا امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔[1]

فرشتوں کا موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک پر سلام پڑھنا:

امام حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل ابن عمر بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تدفین کے بعد ملائکہ نے ان کی قبر پر کھڑے ہو کر ان پر صلوٰة و سلام پڑھا تھا۔[2]

محدثین کا امام ابو عوانہ کی قبر پر کھڑے ہو کر تعظیم کرنا:

محدث کبیر حافظ المؤرخ ابو القاسم علی بن الحسن الشافعی المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

حدثنی الشیخ الصالح الاصیل ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عمر ابن الصفار الاسفراینی قال وقبر ابی عوانة باسفراین مزار العالم ومتبر کا لخلق ویجنب قبرہ قبر الراویة عنه ابی نعیم عبد الملک بن الحسن الازهری

---

[1] (ماهنامه الارشاد جدید ایڈیٹر حافظ عبد الوکیل خطیب وهابی شماره نمبر ۲۱۔ ۲۲ جلد نمبر ۲۳ نومبر ۱۹۷۵ صفحه نمبر ۱۹۔۲۰ مطبوعه جمعیت اهل حدیث کراچی)

[2] (البدایة والنهایة لابن کثیر (اردو) مترجم پروفیسر کوکب شادانی ج ۱ ص ۲۳۲ مطبوعه نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی طبع اول ۱۹۸۷ء)

الاسفراینی فی مشھد واحد داخل المدینة علی یسار الداخل من باب نیسابور من اسفراین وقریب من مشھده مشھد الاستاذ الامام ابی اسحاق الاسفراینی رحمة اللہ علیه علی یمین الداخل من باب نیسابور ویجنب قبره قبر الاستاذ ابی منصور البغدادی الامام الفقیه المتکلم صاحبه الصاحب بالجنب حیا ومیتا المتظاهرین لنصرة الدین بالحجج والبراھین سمعت جدی الامام شیخ الاسلام عمر ابن الصفار رحمه اللہ و نظر الی القبور حول قبر الامام الاستاذ ابی اسحاق واشار الی المشھد و خارج المشھد وقال قد قیل ھاھنا من الائمة والفقھاء علی مذھب الامام الشافعی رضوان اللہ علیه اربعون اماما کل واحد منھم لو تصرف فی المذھب وافتی برایه واجتھاده یعنی علی مذھب الشافعی لکان حقیقا بذلک۔

فقال رحمه اللہ العوام یتقربون الی مشھد الاستاذ ابی اسحاق اکثر مما یتقربون الی مشھد ابی عوانة وھم لا یعرفون قدر ھذا الامام الکبیر المحدث ابی عوانة لبعد العھد بوفاته وقرب العھد بالاستاذ والامام ابو عوانة ھو الذی اظھر لھم مذھب الامام الشافعی باسفرایین بعد ما رجع من مصر واخذ العلم عن ابی ابراھیم المزنی رحمه اللہ۔

وکان جدی اذا وصل الی مشھد الاستاذ رایته لا یدخل المشھد احتراما بل کان یقبل عتبة المشھد وھی مرتفعة بدرجات ویقف ساعة علی ھیئة التعظیم والوقار ثم یعبر عنه کالمودع لعظیم عظیم الھیبة واذا وصل الی مشھد ابی عوانة کان اشد تعظیما له واجلالا وتوقیرا ویقف اکثر من ذلک کانه واقف بقبر النبی ﷺ۔

ترجمہ: امام حافظ ابو القاسم ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ شیخ صالح اصیل ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عمر ابن صفار اسفرائنی نے مجھ سے بیان کیا کہ ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر اسفرایین میں عالم کی زیارت گاہ ہے اور مخلوق کے برکت حاصل کرنے کی جگہ ہے اور آپ کی قبر کے پہلو میں آپ سے روایت کرنے والے ابو نعیم عبد الملک ابن الحسن ازہری اسفرائنی کی قبر ہے جو شہر کے اندر ایک مزار میں ہے۔ اسفرایین سے باب نیشاپور میں داخل ہونے والی کی بائیں جانب اور آپ کے مزار کے قریب باب نیشاپور میں داخل ہونے والے کی دائیں جانب امام استاذ ابو اسحاق اسفرائنی کا مزار ہے اور اس کی قبر کے پہلو میں آپ کے ساتھی استاد ابو منصور بغدادی امام فقیہ متکلم کی قبر ہے جو زندہ اور مردہ ہونے کی حالت میں آپ کا ہم پہلو ہے وہ حجج وبراہین سے دین کی نصرت کے لئے ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں میں نے اپنے دادا امام عمر ابن انصار سے سنا ہے کہ آپ نے امام استاد ابو اسحاق کی اردگرد کی قبروں کی طرف دیکھا اور مزار کی طرف اور مزار سے باہر کی طرف اشارہ کیا اور کہا بیان کیا گیا ہے کہ یہاں پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے چالیس ائمہ اور فقہاء کی قبریں ہیں ان میں سے ہر ایک اگر مذہب میں تصرف کرتا اور اپنی رائے اور اجتہاد سے فتویٰ دیتا۔ یعنی شافعی مذہب کے مطابق۔ تو وہ اس کا سردار تھا اور عوام امام عوانہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی نسبت استاد ابو اسحاق کے مزار سے زیادہ تقرب حاصل کرتے ہیں اور وہ اس امام کبیر محدث ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ کی قدر اس کے وفات کے زمانے کی دوری اور استاد ابو اسحاق کے زمانہ وفات کے قرب کی وجہ سے نہیں جانتے اور امام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ

وہ شخص ہے جس نے ابو ابراہیم مزنی سے علم سیکھنے اور مصر سے واپس آنے کے بعد اسفرایین میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب کو نمایاں کیا اور میرا دادا جب استاد کے مزار پر پہنچا تو میں نے اسے دیکھا کہ وہ احتراماً اس میں داخل نہ ہوا بلکہ وہ مزار کی چوکھٹ کو چومتا تھا اور وہ کئی درجے اونچی تھی اور وہ تعظیم و توقیر کے انداز میں کچھ دیر کھڑا رہا پھر وہ بڑے عظیم ہیبت والے شخص کو الوادع کرنے والے کی طرح اس کے متعلق بیان کرتا اور جب وہ امام عوانہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچا تو اس نے اس کی بہت تعظیم و توقیر کی اور اس سے زیادہ عرصہ کھڑا رہا جس طرح سرکار دو عالم ﷺ کی قبر مبارک پر تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں۔[1]

امام ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن خلکان شافعی متوفی ٦٨١ نے محدث کبیر امام عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے بھی اس کو مکمل نقل کیا ہے لکھتے ہیں:

حدثنی الشیخ الصالح الاصیل ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عمر ابن الصفار الاسفراینی قال قبر ابی عوانۃ باسفرایین مزار العالم و متبرک الخلق۔

ترجمہ: امام حافظ ابو القاسم ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ شیخ صالح اصیل ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عمر ابن صفار اسفرائنی نے مجھ سے بیان کیا کہ ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر اسفرایین میں عالم کی زیارت گاہ ہے اور مخلوق کے برکت حاصل کرنے کی جگہ ہے۔

و العوام یتقربون الی مشھد الاستاذ ابی اسحاق اکثر ما یتقربون الی ابی عوانۃ۔

ترجمہ: عوام امام عوانہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی نسبت استاد ابو اسحاق کے مزار سے زیادہ تقرب حاصل کرتے ہیں۔

و کان جدی اذا وصل الی مشھد الاستاذ رایتہ لا یدخلہ احتراماً بل کان یقبل عتبۃ المشھد و ھی مرتفعۃ بدرجات و یقف ساعۃ علی ھیئۃ التعظیم و التوقیر ثم یعبر عنہ کالمودع لعظیم عظیم الھیبۃ و اذا وصل الی مشھد ابی عوانۃ کان اشد تعظیماً لہ و اجلالا و توقیراً و یقف اکثر من ذلک۔

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میرا دادا جب استاد کے مزار پر پہنچا تو میں نے اسے دیکھا کہ وہ احتراماً اس میں داخل نہ ہوا بلکہ وہ مزار کی چوکھٹ کو چومتا تھا اور وہ کئی درجے اونچی تھی اور وہ تعظیم و توقیر کے انداز میں کچھ دیر کھڑا رہا پھر وہ بڑے عظیم ہیبت والے شخص کو الوادع کرنے والے کی طرح اس کے متعلق بیان کرتا اور جب وہ امام عوانہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچا تو اس نے اس کی بہت تعظیم و توقیر کی اور اس سے زیادہ عرصہ کھڑا رہا۔[2]

---

[1](تاریخ دمشق الکبیر ج ۴۷ ص ۱۴۷ مطبوعہ دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت)

[2](وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان ترجمۃ امام ابو عوانۃ رحمۃ اللہ علیہ ج ص ۳۹۴ برقم ۸۲۶ مطبوعہ دار صادر بیروت طبع سنۃ ۱۹۹۴ء بتحقیق الدکتور احسان عباس)

اس عبارت میں امام محدث ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ کی مزار کی افضلیت پر ایک بڑی دلیل یہ دی کہ:

کان جدی اذا وصل الی مشھد الاستاذ رایتہ لا یدخلہ احتراماً بل کان یقبل عتبۃ المشھد وھی مرتفعۃ بدرجات ویقف ساعۃ علی ھیئۃ التعظیم والتوقیر ثم یعبر عنہ کالمودع لعظیم عظیم الھیبۃ واذا وصل الی مشھد ابی عوانۃ کان اشد تعظیماً لہ واجلالا وتوقیراً ویقف اکثر من ذلک کانہ واقف بقبر النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

ترجمہ: میرے دادا جب استاد کے مزار پر پہنچے تو میں نے اسے دیکھا کہ وہ احتراماً اس میں داخل نہ ہوا بلکہ وہ مزار کی چوکھٹ کو چومتے تھے اور وہ کئی درجے اونچی تھی اور وہ تعظیم و توقیر کے انداز میں کچھ دیر کھڑے رہے پھر وہ بڑے عظیم ہیبت والے شخص کو الوداع کرنے والے کی طرح اس کے متعلق بیان کرتا اور جب وہ امام عوانہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچے تو اس نے اس کی بہت تعظیم و توقیر کی اور اس سے زیادہ عرصہ کھڑے رہے جس طرح سرکار دو عالم ﷺ کی قبر مبارک پر تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں۔

اس عبارت کو پڑھتے ہوئے اس طرح محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے شیخ الاسلام امام عمر ابن الصفار رحمۃ اللہ علیہ وہابیوں کے گلوں پر چھری چلا رہے ہوں ان محدثین کی قبور کو کس کس طرح ایک جلیل القدر محدث تعظیم کر رہا ہے کہ وہ احتراماً پہلے داخل نہیں ہوتا بلکہ سب سے پہلے اس مزار کی چوکھٹ کو چومتا ہے بتائیں آج اس فعل کو شرک کہا جاتا ہے کہ نہیں حالانکہ یہاں ایک محدث مزار کی چوکھٹ کو چوم رہا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ شرک نہیں بلکہ محدثین کا طریقہ ہے اس کے بعد یہ جلیل القدر اس مزار کی تعظیم میں بڑے ہیبت کے ساتھ کھڑا رہتا ہے اور جب وہ محدث امام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور پر پہنچتا ہے تو وہاں اس سے بھی زیادہ اس قبر انور کی تعظیم و توقیر کرتا ہے۔ اور آخر میں اس تعظیماً کھڑے ہونے کی کیفیت اس طرح بیان کی کہ جس طرح سرکار دو عالم ﷺ کی قبر مبارک پر تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں حضور ﷺ کی قبر مبارک پر تعظیماً کھڑا ہونا اتنا مشہور اور معروف تھا کہ ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ اس کی مثال دے رہے ہیں اور یہ سب جلیل القدر محدثین ہیں یہ جاہل عوام نہیں اس لیے ان لوگوں کا یہ استدلال جہلاء کے افعال سے نہیں ہو سکتا جس سے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی سرکار دو عالم ﷺ کی قبر مبارک پر محدثین اسی طرح تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں۔

معلوم ہے کہ مزاروں پر جانا تعظیم کے لئے اس کی چوکھٹ کو چومنا وہاں ادب کے ساتھ کھڑے ہونا وغیرہ وغیرہ یہ سب شرک نہیں بلکہ محدثین کا طریقہ ہے یہ صرف امام ابن عساکر اور ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ ہی کتاب میں نہیں بلکہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو مختصراً لکھا ہے۔

قال ابن عساکر ان قبر ابی عوانۃ باسفرائین مزار العالم و متبرک الخلق۔

ترجمہ: ابن عساکر نے کہا ہے کہ ابی عوانہ کی قبر اسفرائین میں ہے اور مخلوق خدا اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔[1]

وہابیوں کے امام سے بھی اس کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلدوں کے امام المحدثین و امام المفسرین نواب صدیق حسن خان بھوپالی بھی داؤد ارشد وہابی کے نجدی توحید پر حملہ کرتے ہوئے امام ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

كان جدی اذا وصل الی مشهد الاستاذ رايته لا يدخله احتراماً بل كان يقبل عتبة المشهد وهی مرتفعة بدرجات ويقف ساعة علی هيئة التعظيم والتوقير ثم يعبر عنه كالمودع لعظيم عظيم الهيبة واذا وصل الی مشهد ابی عوانة كان اشد تعظيماً له واجلالاً وتوقيراً ويقف اكثر من ذلك۔

ترجمہ: میرے دادا جب استاد کے مزار پر پہنچے تو میں نے اسے دیکھا کہ وہ احتراماً اس میں داخل نہ ہوا بلکہ وہ مزار کی چوکھٹ کو چومتے تھے اور وہ کئی درجے اونچی تھی اور وہ تعظیم و توقیر کے انداز میں کچھ دیر کھڑے رہے پھر وہ بڑے عظیم ہیبت والے شخص کو الوادع کرنے والے کی طرح اس کے متعلق بیان کرتا اور جب وہ امام عوانہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچے تو اس نے اس کی بہت تعظیم و توقیر کی اور اس سے زیادہ عرصہ کھڑے رہے۔[2]

ابن طباطبا کی قبر پر کھڑے ہو کر اشعار پڑھنا:

امام ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن خلکان شافعی متوفی ۶۸۱ لکھتے ہیں:

وكانت ولادته سنة ست وثمانين ومائتين وتوفی فی الرابع من رجب سنة ثمان واربعين وثلثمائة بمصر وصلی عليه فی مصلی العيد وحضر جنازته من الخلق ما لا يحصی عددهم الا الله تعالی ودفن بقرافة مصر وقبره معروف ومشهور باجابة الدعاء۔

روی ان رجلا حج وفاتته زيارة النبی ﷺ فضاق صدره لذلك فرآه فی نومه ﷺ فقال له اذا فاتتك الزيارة فزر قبر عبدالله بن احمد بن طباطبا وكان صاحب الرؤيا من اهل مصر۔

وحكی بعض من له عليه احسان انه وقف علی قبره وانشد وخلفت الهموم علی اناس وقد كانوا ابعيشك فی كفاف فرآه فی نومه فقال قد سمعت ما قلت وحيل بينی وبين الجواب والمكافاة ولكن صر الی مسجد وصل ركعتين وادع يستجب لك رحمه الله تعالی۔

---

[1] (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۴۱۹ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۸۴ء بتحقیق شعیب الارنؤوط)

[2] (التاج المکلل من جواہر ماثر الطراز الاخر والاول ص ۱۴۰ برقم ۱۳۲ مطبوعہ وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ دولۃ قطر الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۷ء)

ترجمہ: آپ کی ولادت ۲۸۶ھ میں اور وفات ۴رجب ۳۴۸ھ میں مصر میں ہوئی اور عید گاہ میں آپ کا جنازہ پڑھا گیا اور آپ کے جنازے میں شامل ہونے والوں کو اللہ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا اور قرافہ مصر میں آپ کو دفن کیا گیا اور آپ کی قبر قبولیت دعا کے لیے مشہور ہے۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے حج کیا اور وہ حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت نہ کر سکا جس پر وہ پریشان ہوا تو اس نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا جب تجھ سے زیارت نہ ہو سکے تو عبد اللہ بن احمد بن طباطبار رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کیا کر آپ اہل مصر میں سے صاحب رؤیا تھے۔ ایک شخص نے جس پر آپ کا احسان تھا بیان کیا ہے کہ اس نے آپ کی قبر پر کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا:

اور تو نے اپنے پیچھے لوگوں پر غم کو جانشین بنایا ہے حالانکہ وہ آپ کی زندگی میں گزارا کر رہے تھے۔

پس اس نے آپ کو خواب میں دیکھا اور آپ نے کہا تو نے جو بات کہی ہے میں نے سن لی ہے اور میرے درمیان اور جواب اور مکافات کے درمیان رکاوٹ ہو گی لیکن تو مسجد جا کر دو رکعت نماز پڑھ اور دعا کر وہ قبول ہو جائے گی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔[1]

امام شافعی کی قبر پر امام ابن عبد البر کا سلام:

امام حافظ ابو عمر یوسف بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے بارے میں فرماتے ہیں:

سلام علی قبر تضمن روحه و جادت علیه المدجنات الهوامع۔[2]

(۴): مسلمانوں کی قبور پر کھڑے ہو کر سلام پیش کرنا سنت ہے:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے جو عبارت فتاویٰ عالمگیری سے نقل کی تھی "یخلع نعلیه ثم یقف مستدبر القبلة مستقبلا لوجه المیت" یہ عبارت دیگر فقہاء احناف نے بھی نقل کی ہے۔

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

و المستحب فی زیارة القبور ان یقف مستدبر القبلة مستقبلا وجه المیت و ان یسلم۔

ترجمہ: زیارت قبور کے وقت مستحب ہے کہ قبلہ کی طرف پشت اور میت کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور سلام کرے۔[3]

شافعی مذہب کے مشہور اور مستند محدث امام یحیٰ بن شرف الدین نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

المستحب فی زیارة القبور ان یقف مستدبر القبلة مستقبلا وجه المیت یسلم۔

---

[1] (وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان ترجمة ابن طباطبار رحمة الله علیه ج۳ ص ۸۲ برقم ۳۴۲ مطبوعه دار صادر بیروت طبع سنة ۱۹۹۴ء بتحقیق الدکتور احسان عباس)

[2] (الانتقاء فی فضائل الائمة الثلاثة الفقهاء ص ۱۸۲ مطبوعه مکتب المطبوعات الاسلامیة بحلب الطبعة الاولیٰ ۱۹۹۷ء بتحقیق عبد الفتاح ابو غدة)

[3] (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۶۲۱ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

ترجمہ: زیارت قبور کے وقت مستحب ہے کہ قبلہ کی طرف پشت اور میت کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور سلام کرے۔[1]

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب ابن الحارث حارثی متوفی ۳۴۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا صالح بن احمد بن ابی مقاتل اخبرنا شعیب بن ایوب اخبرنا مصعب بن المقدام اخبرنا ابو حنیفة عن علقمة بن مرثد عن سلیمان بن بریدة عن ابیه قال کان النبی صلی اللہ علیه و آله و سلم اذا خرج الی المقابر قال السلام علی اهل الدیار من المسلمین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون نسال اللہ لنا و لکم العافیة۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علقمہ سے وہ ابن بریدہ سے وہ اپنے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قبرستان تشریف لے جاتے تو (ان الفاظ سے دعا) فرماتے: **السلام علی اهل الدیار من المسلمین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون نسال اللہ لنا و لکم العافیة** (قبروں میں رہنے والے مسلمانوں پر سلامتی ہو ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔[2]

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ ہر قیام عبادت نہیں اور ہر قیام تعظیمی شرک وبدعت نہیں ان احادیث سے غیر مقلدوں کا رد ہوا جو کہتے ہیں کہ قیام صرف اللہ کے لیے ہیں دیکھئے غیر مقلد خوارج اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثالثاً: اور یہ اعتراض بھی فضول ہے کیونکہ مسند احمد میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے فرمان نبوی موجود ہے۔

فقال رسول اللہ ﷺ لایقام لی انما یقام للہ تبارک و تعالیٰ۔

ترجمہ: یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے لئے قیام نہ کیا کریں کیونکہ قیام فقط اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہے الحدیث مسند احمد ص ۳۱۷ ج ۵۔ اس حدیث نے تو تمام الجھنیں صاف کر دیں کہ قیام تعظیمی فقط اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔[3]

قارئین! تاہم ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر قیام منع نہیں اور نہ ہی ہر قیام اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

---

[1] (کتاب المجموع شرح المهذب للشیرازی ج ۵ ص ۳۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[2] (مسند ابی حنیفه للحارثی ص ۲۰۷ رقم الحدیث ۵۹۱ مطبوعه دار الکتب العلمية بیروت الطبعة الاولیٰ ۲۰۰۸ء بتحقیق ابو محمد السیوطی) تخریج حدیث: (۱):... اس حدیث مبارکہ کو امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ نے "صحیح مسلم کتاب الجنائز باب مایقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها ج ۲ ص ۶۷۰۔ ۶۷۱ رقم الحدیث ۹۷۴۔ ۹۷۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت" میں (۲):... امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے "مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۷ رقم الحدیث ۱۱۷۸۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض" میں (۳):... امام احمد بن حنبل شیبانی متوفی ۲۴۱ھ نے "مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۳ مطبوعہ مؤسسة قرطبة مصر" میں (۴):... امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ نے "سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب فیما یقال اذا دخل المقابر ج ۱ ص ۴۹۴ رقم الحدیث ۱۵۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت" میں (۵):... امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ نے "سنن النسائی کتاب الجنائز باب الامر بالاستغفار للمؤمنین ج ۴ ص ۹۴ رقم الحدیث ۲۰۴۰ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیة حلب" میں (۶):... امام ابو نعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے "المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم ج ۳ ص ۵۳ رقم الحدیث ۲۱۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت" میں (۷):... امام امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ نے "صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۴۴۵ رقم الحدیث ۳۱۷۳ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت" میں روایت کیا ہے۔

[3] (دین الباطل ج ۲ ص ۱۷۲۔ ۱۷۳ مطبوعہ مکتبہ عزیزیہ لاہور تاریخ اشاعت دسمبر ۲۰۰۱ء)

داؤد ارشد وہابی کہتے ہیں کہ قیام تعظیمی فقط اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے لیکن اس کے اس جھوٹ کو اس کے اپنے امام ابن قیم اس طرح واضح کرتے ہیں کہ

فنقوم دون القبر وقفة خاضع متذلل فی السر و الاعلان

پھر باطناوظاہرا انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ (حضوری کی تمام ترکیفیتوں میں ڈوب کر) قبر انور کے ساتھ کھڑے ہوں

فکانہ فی القبر حی ناطق فالو اقفون نوا کس الاذقان

یہ احساس دل میں جاگزیں رہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور کلام فرماتے ہیں پس (وہاں) کھڑے ہونے والوں کا سر (ادباً تعظیماً) جھکا رہے۔

ملکتھم تلک المھابۃ فاعترت تلک القوائم کثرۃ الرجفان

بارگاہ نبوی میں یوں کھڑے ہوں کہ رعب مصطفی ﷺ سے پاؤں تھر تھر کانپ رہے ہوں۔[1]

ان اشعار میں قیام تعظیمی کا واضح ثبوت ہے اس سے معلوم ہوا کہ یا تو ابن قیم مشرک ہے جو قیام تعظیمی جو وہابی داؤد ارشد کے نزدیک خاصہ خدا ہے اس میں سرکار دوعالم ﷺ کی قبر انور کے لیے تعظیماً کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کو کہہ رہے ہیں یا داؤد ارشد کذاب ہے جو حدیث کا غلط مقصد بیان کر کے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اس میں ایک بات تو ضرور ہے فیصلہ خود غیر مقلد اپنے گھر میں کرلے کہ بڑا وہابی مشرک ہے یا چھوٹا وہابی کذاب ہے۔

منکرین سے پوچھئے:

جب قبرستان جائیں تو کہیں السلام علیکم یا اہل القبور حضرات منکرین سے پوچھیے کہ قبرستان کے پاس کھڑے ہو کر سلام کہنا اور وہ بھی یا کے ساتھ یعنی **السلام علیکم یا اھل القبور** کہنا شرک نہیں تو محفل میلاد میں بارگاہ مصطفی ﷺ میں کھڑے ہو کر یا نبی سلام علیک پڑھنا کیسے شرک ہو گیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب یہ اپنے استاذ یا باپ یا کسی دوست کو ملنے کے لئے جاتے ہیں تو جب ملاقات ہوتی ہے تو پہلے کھڑے کھڑے سلام کہتے ہیں اور جس کو ملنے کے لئے جاتے ہیں وہ بھی استقبال کرتے ہوئے کھڑے ہو کر سلام کا جواب دیتا ہے یہ سب کچھ جائز ہے مگر جس پیارے حبیب ﷺ پر ماں باپ سب عزیز واقارب قربان اس پیارے حبیب ﷺ پر اذان سے

[1] (متن القصیدۃ النونیۃ ص ۲۵۴ مطبوعہ مکتبۃ ابن تیمیۃ القاھرۃ الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۱۷ ھ)

پہلے کھڑے ہو کر یا محفل میلاد یا جمعہ کی نماز کے بعد حضور ﷺ کے عاشق کھڑے ہو کر سلام عرض کریں تو انہیں شرک کا دورہ پڑتا ہے۔

اسی طرح مسجد جاتے وقت درود شریف پڑھنے کے بارے میں دیکھ لیجئے مسجد میں آنے والا کھڑے کھڑے ہی تو آئے گا تو حضور ﷺ نے گویا حالت قیام میں اپنی ذات انور پہ "صلوٰۃ و سلام" پڑھا تو آج ہم بھی اگر اپنے آقا کی سنت کے مطابق قیام میں "صلوٰۃ و سلام" پڑھیں تو منع کیوں ہو۔

حدثنا محمد بن عثمان الدمشقی ثنا عبد العزیز یعنی الدراوردی عن ربیعة بن ابی عبد الرحمن عن عبد الملک بن سعید بن سوید قال سمعت ابا حمید او ابا اسید الانصاری یقول قال رسول اللہ ﷺ اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی ﷺ ثم لیقل اللھم افتح لی ابواب رحمتک و اذا خرج فلیقل اللھم انی اسالک من فضلک۔

ترجمہ: حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے پھر کہے اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے باہر نکلے تو کہے اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔[1]

حدثنا محمد بن بشار ثنا ابو بکر الحنفی ثنا الضحاک بن عثمان ثنی سعید المقبری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی ﷺ و لیقل اللھم افتح لی ابواب رحمتک و اذا خرج فلیسلم علی النبی ﷺ و لیقل اللھم اعصمنی من الشیطان الرجیم۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہئے کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور یہ کہے اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب باہر نکلے تو حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے اے میرے اللہ مجھے شیطان مردود سے بچا۔[2]

---

[1] تخریج حدیث: (۱):... اس حدیث مبارکہ کو امام ابو داؤد متوفی نے "سنن ابو داؤد کتاب الصلاۃ باب فیما یقوله الرجل عند دخول المسجد ج ۱ ص ۱۲۶ رقم الحدیث ۴۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت" میں (۲):... امام عبداللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ نے "سنن دارمی ج ۱ ص ۳۷۷ رقم الحدیث ۱۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت" میں (۳):... امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ نے "سنن ابن ماجہ کتاب المساجد و الجماعات باب الدعا عند دخول المسجد ج ۱ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۷۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت" میں (۴):... امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق متوفی ۳۱۶ھ نے "مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۳۴۵ رقم الحدیث ۱۲۳۴ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت" میں (۵):... امام احمد بن حسین بیہقی شافعی متوفی ۴۵۸ھ نے "سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۴۱ رقم الحدیث ۴۱۱۵ مطبوعہ مکتبة دار الباز مکة المکرمة" میں (۶):... امام امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ نے "صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۳۹۷ رقم الحدیث ۲۰۴۸ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت" میں روایت کیا ہے۔

[2] تخریج حدیث: (۱):... اس حدیث مبارکہ کو امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۵ھ نے "سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۷۷۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت" میں (۲):... امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے "مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۸ رقم الحدیث ۳۴۱۲ مطبوعہ مکتبة الرشد الریاض" میں (۳):... امام احمد بن علی بن المثنی ابو یعلی الموصلی متوفی ۳۰۷ھ نے "مسند ابو یعلی ج ۱۲ ص ۱۲۱ رقم الحدیث ۶۷۵۴ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق" میں روایت کیا ہے۔

دیکھئے خطیب جب خطبہ جمعہ میں درود شریف پڑھتا ہے تو منبر پر کھڑے ہو کر ہی پڑھتا ہے تو میرے بھائیو! باستثناء ان مواقع کے جہاں مثلاً بحالت قعود جس طرح التحیات میں یا خاص بحالت قیام جس طرح خطبہ میں یا نماز جنازہ میں یا مسجد میں داخل ہوتے وقت صلوٰۃ و سلام پڑھنا ثابت ہے باقی اور مواقع میں صلوٰۃ و سلام کو کسی حالت سے خصوصیت نہیں بلکہ بلحاظ مندوب و موجب اجر و ثواب ہونے کے سب حالتوں میں برابر ہے تو کسی ایک حالت کی خصوصیت پر زور دینا اور دوسری حالت میں صلوٰۃ و سلام پڑھنے سے روکنا یہ ناجائز و بدعت ہے۔[1]

[1] (بحوالہ احب الاعمال فی زیارۃ خیر الانام ﷺ مصنف حضرت علامہ مولانا مفتی سید عبدالحق شاہ حنفی ترمذی سیفی)

(۵) باب نمبر پانچ: یا رسول اللہ ﷺ کہنے کا بیان

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی اس مسئلے میں کہ زید جو موحد مسلمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنا خدا مانتا ہے اور رسول (ﷺ) کو رسول مانتا ہے اور نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں حضور ﷺ کو کلمہ "یا" کے ساتھ پکارتا ہے اور اس طرح سلام عرض کرتا ہے کہ "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" یا کہتا ہے کہ کہ "اسئلک الشفاعۃ یا رسول اللہ"۔ کیا اس طرح کہنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ بعض دیوبندی، وہابی، پنج پیری، مودودی گروپ، تبلیغی گروپ اور عثمانی گروپ وغیرہ اس طرح درود شریف پڑھنے والے اور یا رسول اللہ (ﷺ) اور یا غوث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہنے والے کو مشرک کہتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہاں تک درست اور صحیح ہے۔ دلائل کی روشنی میں اس مسئلے کا حل بتائیے۔

(بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب)

المستفتی: ڈاکٹر محمد افضل کراچی

الجواب بعون الملک الوھاب!

الحمدللہ الذی جعلنا علی عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ وحفظنا من عقیدۃ الوھابیۃ الکفرۃ الفجرۃ الضآلۃ والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد الذی حکم علی الوھابیۃ بالشقاوۃ وعلی آلہ واصحابہ الذین حکموا علی الوھابیۃ بشرار الخلق الضآلۃ۔ امابعد!

کلمات مذکورہ بلاشبہ جائز ہیں اور ان کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے اس طرح درود شریف پڑھنے والے کو مشرک یا بدعتی کہنا خود مشرک اور بدعتی ہونا ہے اور اسلام کے دائرے سے باہر نکلنا ہے۔

بعض علماء نداء انبیائے کرام علیہم السلام بالخصوص نداء یا رسول اللہ ﷺ کو شرک کہتے ہیں حالانکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شعار تھا۔

جیسے حافظ ابن کثیر اپنی شہرہ آفاق تصنیف میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثمّ نادیٰ بشعار المسلمین وکان شعارھم یومئذٍ یا محمداہ ﷺ۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جنگ کے وقت یا محمداہ ﷺ کہنے کا معمول تھا۔ کیونکہ ابن کثیر و ابن اثیر نے اس کو شعار المسلمین یعنی مسلمانوں کی علامت فرمایا ہے۔

بنسا کی جنگ میں ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سخت مشکل میں گرفتار ہو گئے۔

وکان شعار المسلمین تلک اللیلۃ ینادون یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل۔ (فتوح الشام)

---

[1](البدایۃ والنہایۃ ص ۳۲۹ ج ۶)

شعار یعنی یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نشانی تھی۔ اسی طرح آج جو بھی لوگ **یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا محمداہ** کہتے ہیں تو وہ صحیح اہلسنت والجماعت ہیں۔ اور مخالفت کرنے والے گمراہ کافر بے دین ہیں۔ اور بعض تو "**یا رسول اللہ**" کہنے کو زنا سے بھی بدتر کہتے ہیں جیسے منیر شاکر زندیق نے کہا ہے۔ حالانکہ **نداء خصوصاً فی الجهاد الی الغائب** اور **نداء الی الرسول** ﷺ **لطلب المعونة الروحانی باذن اللہ تعالیٰ** اور بوجہ عشق و محبت آداب کے دائرہ میں (بمع درود شریف) جائز ہے۔ مزید تفصیل کے لئے ہم نے ندا "**یا رسول اللہ**" پر ۳۱۳ دلائل پیش کیے ہیں۔

اس روایت کو علامہ ابن اثیر نے بھی اپنی کتاب "الکامل فی التاریخ" ص ۲۴۶ (مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت) میں ذکر کی ہے۔

لکھتے ہیں: **ثم برز خالد ودعا الی البراز ونادیٰ بشعارهم وکان شعارهم یا محمداه** ﷺ **فلم یبرز الیه احد الا قتله۔**

اس روایت سے ثابت ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شعار یہ تھا کہ **یا محمد** ﷺ کے الفاظ سے آپ ﷺ کو پکارتے تھے۔ اور **نصر اللہ انزل** کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتے تھے۔ شعار اس لفظ کو کہتے ہیں جس کو فوج اپنے درمیان مقرر کرتی ہے تاکہ دوست اور دشمن کے درمیان فرق ہو جائے۔ صحابہ کرام ث نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ جو یا محمداہ ﷺ کہے اسے مسلمان مانا جائے گا۔ اور جو یہ نہ کہے وہ مرتد اور کافر ہو گا۔[1]

دلیل نمبر ۱:

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **یا ایها الرسول، یا ایها النبی** ۔یعنی اے رسول، اے نبی ﷺ کے ذریعے ندا کی گئی ہے اور جو کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے وہ شرک نہیں ہوتا کیونکہ قرآن پاک شرک کی تعلیم نہیں دیتا ۔

دلیل نمبر ۲:

پارہ چوبیس (۲۴) سورہ زمر آیت نمبر ۳۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت تک پیدا ہونے والی تمام امت کو آپ ﷺ نے "**یا عبادی**" کہہ کر مخاطب فرمایا ہے لہٰذا اس کے جواب میں امتی "**یا رسول اللہ** ﷺ" کہہ سکتے ہیں۔ نہ وہ شرک تھا اور نہ یہ شرک ہے۔

[1] (قاموس ص ۲۸، صراح ص ۱۸۷، لغات الحدیث ص ۵۸، لغات عربی مختار الصحاح ص ۳۳۹، المنجد ص ۵۳۰، مفردات ص ۵۴۱)

دلیل نمبر ۳ :

پارہ نمبر ۱۸ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کو اپنے درمیان اس طرح مخاطب نہ کرو جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کرکے آواز دیتے ہو۔[1]

اس آیت کی تفسیر میں سعید بن جبیر اور مجاہد نے فرمایا:

"قولوا یا رسول اللہ فی رفق ولین ولا تقولوا یا محمّد بتجھم"۔[2]

جس طرح تم لوگ ایک دوسرے کو نام لے کر سخت لہجے میں پکارتے ہو اس طرح حضور ﷺ کو مت پکارا کرو بلکہ آپ ﷺ کی صفات کا ذکر کرکے نہایت ادب و نرمی سے یارسول اللہ ﷺ کہہ کر پکارا کرو۔

دلیل نمبر ۴ :

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور مفسر صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ھٰذا فی حیاتہ و کذا بعد وفاتہ فی جمیع مخاطباتہ"۔[3]

یہ حکم آپ ﷺ کی ظاہری زندگی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کا نام مبارک انتہائی ادب سے لینا ضروری ہے۔

دلیل نمبر ۵ :

یٰاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُم بِاَسۡمَآئِهِمۡ (سورہ بقرہ-۴ ع)

یعنی اے اٰدم علیہ السّلام انھیں تمام اشیاء کے نام بتادیجئے۔

دلیل نمبر ۶ :

یٰاٰدَمُ اسۡکُنۡ اَنتَ وَزَوۡجُکَ الۡجَنَّةَ (سورۂ بقرہ-۴ ع)

اے آدم علیہ السّلام آپ اور آپ کی زوجہ جنّت میں رہیئے۔

دلیل نمبر ۷ :

یٰنُوحُ اھۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَکٰتٍ عَلَیکَ (سورۂ ھود-۷ ع)

اے نوح علیہ السّلام ہماری طرف سے سلامتی اور برکت کے ساتھ کشتی سے اتر جائیں۔

---

[1] (سورۃ النور ۲۴، آیت نمبر ۶۳)

[2] (تفسیر قرطبی، ص ۲۲۲، ج ۱۲)

[3] (شرح الشفاء، ص ۳۸۶، ج ۳، تفسیر صاوی، ص ۱۴۹، ج ۳)

دلیل نمبر ۸ :

یٰمُوسٰی اِنِّی اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِینَ (القصص ۳۰)

اے موسیٰ علیہ السَّلام بے شک میں تمام جہانوں کا پالنے والا ہوں۔

دلیل نمبر ۹ :

یَا إِبْرَاهِیمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا (ھود ۷۶)

اے ابراہیم علیہ السَّلام اس سے اعراض فرمایئے۔

دلیل نمبر ۱۰ :

یٰعِیسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ (آل عمران - ع)

اے عیسیٰ علیہ السَّلام میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤنگا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤنگا۔

دلیل نمبر ۱۱ :

پارہ اٹھارہ (۱۸) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا " وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَن سَلٰمٌ عَلَیکُمْ "۔یعنی اعراف والے جو مشرک نہ ہونگے بلکہ موحد ہونگے جنّتیوں کو کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔ اس سے بڑھ کر "السّلام علیک یا رسول اللہ" کہنا ثابت ہوا۔

دلیل نمبر ۱۲ :

آپ ﷺ نے ہر زمانے میں ہر نمازی کو اس طرح سلام عرض کرنے کا حکم فرمایا۔"السَّلام علیک ایھا النّبی" اے اللہ کے نبی ﷺ آپ پر سلامتی ہو۔[1]

دلیل نمبر ۱۳ :

آپ ﷺ جب بھی کسی درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے تو وہ بلند آواز سے "الصَّلٰوۃ و السَّلام علیک یا رسول اللہ" کہتا۔[2]

---

[1] (مشکوٰۃ شریف، ص ۸۵)

[2] (سیرت حلبیہ ص ۲۱۴ ج ۱، مشکوٰۃ ص ۵۴۰)

دلیل نمبر ۱۴ :

آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی سواری گم ہو جائے تو وہ بلند آواز سے پکارے **"یا عباداللہ احبسوا"** ۔[1]

دلیل نمبر ۱۵ :

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی غیر آباد علاقے (اجنبی جگہ) میں کوئی حادثہ پیش آجائے تو یہ وظیفہ پڑھے: **"اعینونی یا عباداللہ"** اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔[2]

چونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں اس لیے **یا رسول اللہ** ﷺ کہہ کر ان سے مدد طلب کرنا بطریق اولیٰ جائز و ثابت ہوا۔

دلیل نمبر ۱۶ :

صحابی رسول ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دوسرے صحابی کو وظیفہ **"یا محمّد ﷺ"** سکھایا جو حاجت مند تھا جب انہوں نے اس وظیفے پر عمل کیا تو خلیفہ وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فوراً انکی حاجت پوری کر دی۔[3]

دلیل نمبر ۱۷ :

ابن حنیف رضی اللہ عنہ اور انکے صاحبزادے رضی اللہ عنہ **(یعلمون الناس)** لوگوں کو وظیفہ یا محمّد ﷺ کی تعلیم دیتے تھے۔[4]

دلیل نمبر ۱۸ :

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص روضہء نبوی ﷺ پر حاضر ہو تو وہ یوں سلام عرض کرے **"السلام علیک ایّھاالنبی"** ۔[5]

---

[1] (حیاۃالحیوان ص ۳۱۹ ج ۱، البصائر ص ۱۵ المولوی حمداللہ دیوبندی، الرسائل الستہ فی المسائل السّتہ ص ۵۲، صواعق الھیہ ص ۳۵)

[2] (نزل الابرار ص ۳۳۵، المولوی وحید الزمان غیر مقلد، تسکین الصدور ص ۳۳۴، اثبات الاغراض ص ۶۵ (مولوی شیخ القرآن شائستہ گل رحمتہ اللہ علیہ، سماع البعید ص ۱۰۹، روح البیان ص ۱۰۱۷ ج ۲، سُنن الھدٰی ص ۴۶۴)

[3] (انجاح الحاجۃ ص ۱۰۰، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۴۳۸ ج ۲، اثبات الاغراض ص ۷۶)

[4] (نسیم الریاض ص ۱۱۴ ج ۳)

[5] (انوار محمّدیہ ص ۲۰۰)

دلیل نمبر ۱۹ :

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ان الفاظ سے سلام عرض کرتے تھے "السلام علیک یا رسول اللہ" ۔[1]

دلیل نمبر ۲۰ :

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "یا أمّة محمّد و اللہ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیراً" ۔[2]

یعنی اے محمّد ﷺ کی امت خدا کی قسم جو میں جانتا ہوں اگر تم اسے جانتے تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے ۔ اس حدیث مبارکہ میں تمام امت کو خطاب ہوا ہے لہٰذا تمام امتی بھی آپ ﷺ کو "یا رسول اللہ" کے ساتھ خطاب کر سکتے ہیں ۔ نہ وہ کفر تھا اور نہ یہ کفر ہے۔

دلیل نمبر ۲۱ :

"یا ابا بکر انّ اللہ سماک الصّدیق" ۔[3]

اے ابو بکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام صدیق رکھا ہے۔

دلیل نمبر ۲۲ :

تبلیغی جماعت کے قائد اور دیوبندی مسلک کے ممتاز عالم مولوی زکریا لکھتے ہیں ۔ میرے خیال میں اگر درود اور سلام دونوں یکجا ہو جائیں تو یہ زیادہ بہتر ہو گا ۔ یعنی "السلام علیک یا رسول اللہ ، السلام علیک یا نبی اللہ" وغیرہ کی جگہ اگر "الصّلٰوۃ و السّلام علیک یا رسول اللہ ، الصّلٰوۃ و السّلام علیک یا نبی اللہ" آخر تک پڑھا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔[4]

دلیل نمبر ۲۳ :

مجاہد حق گو، فاضل العصر، کامل الدھر، صادق الاحوال عاشق الرحمٰن والرسول حضرت مولانا الحاج محمّد امین صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سبحان ربی الاعلیٰ میں لکھا ہے کہ:

تکیہ دھمہ بے کا نولاس راکڑہ — ولاڑ پہ کمر یا رسول اللہ یم
پہ مخ ستا م ستا شفاعت شہ نصیب — لائق دسقر یا رسول اللہ یم

---

[1] (انوار محمّدیہ ص ۲۰۰)
[2] (مشکوۃ شریف ص ۱۳۰)
[3] (کنز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)
[4] (فضائل درود شریف ص ۲۷)

اسی طرح تمام نعتیہ کلام اس کتاب میں ہے جس میں یارسول اللہ ﷺ کہا گیا ہے۔

دلیل نمبر ۲۴ :

"لا تتّخذوا ھم غرضا من بعدی"۔

میرے بعد میرے صحابہ (کرامؓ) کو اعتراضات کا نشانہ نہ بنانا۔[1]

اس حدیث شریف میں **"الخطاب للحاضرین فی الذھن ممن یجئی بعدہٗ"** قیامت تک پیدا ہونے والوں کو ذہن میں حاضر رکھ کر خطاب کیا ہے جو لوگ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے ان کو ذہن میں حاضر رکھ کر خطاب کرنا درست ہے۔ لہٰذا دونوں جہانوں کے سردار، شاھد اعظم ﷺ کو روحانی طور پر حاضر ماننا اور انھیں یارسول اللہ کہہ کر پکارنا اور نداء کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۲۵ :

آپ ﷺ نے ایک نابینا صحابی کو بینائی کے لئے یہ وظیفہ سکھایا **"یا محمّد انّی اتوجّہ بک الی ربّک"** اے محمّد ﷺ، میں آپ ﷺ کے وسیلے سے آپ ﷺ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔[2]

دلیل نمبر ۲٦ :

بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں کہ :

کروڑوں جرم کے آگے یہ نام کا سلام کرے گا یا نبی اللہ میری یہ کیا پکار
مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار[3]

دلیل نمبر ۲۷ :

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

یارسول اللہ ﷺ شفاعت از تو میدارم امید باوجود صد ہزاراں جرم در روز جزا[4]

---

[1] (مشکوۃ ص ۵۵۴)
[2] (ابن ماجہ ص ۱۰۰ ،شفاء ص ۲۱۲ ج ۱)
[3] (البصائر ص ۵۰ ،بحوالہ الشھاب الثاقب) (قصائد قاسمی از مولوی محمد قاسم نانوتوی مکتبہ رشیدیہ دھلی ص ۸)
[4] (بحوالہ البصائر ص ۷۷ مولوی حمداللہ دیوبندی)

دلیل نمبر ۲۸:

حسن السنجری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

کعبۂ دل قبلۂ جان یارسول اللہ توئی　　سجدہ مسکین حسن ہر لحظہ باداسوئے تو[1]

دلیل نمبر ۲۹ :

حضرت محمّد بن سالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی طرف پاپیادہ گیا جب راستے میں کمزوری پیدا ہوئی تو میں نے عرض کی:

"انا فی ضیافتک یا رسول اللہ"۔[2]

دلیل نمبر ۳۰ :

ایک مرتبہ احمد بن محمّد رحمۃ اللہ علیہ کنویں میں گر گئے انہوں نے "یا حبیبی یا محمّد" کہا تو فوراً باہر نکل آئے۔[3]

دلیل نمبر ۳۱ :

"یا ابابکر ھذا جبرئیل یقرئک من اللہ السلام"۔[4]

اے ابو بکر یہ جبریل علیہ السلام آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کہتے ہیں۔

دلیل نمبر ۳۲ :

"یا ابادوس ایاک ومشاورۃ النساء"۔[5]

اے ابو دوس عورتوں کے مشورے سے بچتے رہنا۔

دلیل نمبر ۳۳ :

"یا اباذر انّہ لا یضر من الدنیا ما کان للاخرۃ"۔[6]

اے ابوذر رضی اللہ عنہ دنیا کی کوئی چیز بھی آخرت کیلئے مضر (نقصان دہ) نہیں۔

---

[1](بحوالہ البصائر ص ۷۷ مولوی حمد اللہ دیوبندی)
[2](حجۃ اللہ ص ۱۵)
[3](حجۃ اللہ ص ۱۵۴ ج ۲)
[4](کنوز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)
[5](کنوز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)
[6](کنوز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)

دلیل نمبر ۳۴ :

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے مردہ کو دعائیہ صورت میں اس انداز سے پکارنا جائز لکھا ہے:

" ویقول یا سیدی احمد بن علوان ان لم ترد عليَّ ضالتی لنزعتک من دیوان الاولیاء فان اللہ یرد علی من قال ذلک ضالۃ ببرکتہ"۔ [1]

حاصل عبارت یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی چیز گم ہو جائے اور اس کا ارادہ ہو کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ واپس کر دے تو اسے چاہئے کہ بلند جگہ پر قبلہ رو کھڑا ہو کر سورۃ فاتحہ پڑھ کر آپ ﷺ کی روح مبارک کو اور پھر سیّد احمد بن علوان کی روح مبارک کو بخش دے اور مذکورہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ اس کی گمشدہ چیز کو واپس فرما دیگا۔ اگر مردے کو آواز دینا یعنی پکارنا منع (ناجائز) ہوتا تو علاّمہ شامی یہ کیوں نقل فرماتے۔

دلیل نمبر ۳۵ :

کثیر بن محمد کسی مرض میں مبتلا تھے۔ حکیم نے کہا کہ اس مرض کی کوئی دوا نہیں ہے۔ انہوں نے "یا محمّد انّی اتوجہ بک الی ربّک۔" پڑھا تو بالکل تندرست ہو گئے۔ [2]

دلیل نمبر ۳۶:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی اذان سنتے اور اس میں حضور پُر نور ﷺ کا اسمِ مبارک سنتے تو دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھتے اور پڑھتے "قرۃ عینی بک یا رسول اللہ" ۔ [3]

دلیل نمبر ۳۷ :

بہت سے مشائخ کرام کا یہ معمول ہے کی وہ جب بھی آپ ﷺ کا نام پاک سنتے تو "صلّی اللہ علیک یا سیّدی یا رسول اللہ" پڑھتے۔ [4]

دلیل نمبر ۳۸ :

حضرت مجدد الف ثانی امام ربّانی قدس سرّہ دونوں انگوٹھے چوم کر "قرّۃ عینی بک یا رسول اللہ" پڑھتے۔ [5]

---

[1] (شامی مصری ص ۳۳۴ ج ۳، جاء الحق ص ۱۹۹، اعلام المومنین ص ۵۳ لمولوی سید احمد شاہ دیوبندی)

[2] (حجۃ اللہ ص ۴۱۹ ج ۲)

[3] (روح البیان ص ۲۲۹ ج ۷، جلالین ص ۳۵۷، بر حاشیہ نمبر ۱۳)

[4] (مقاصدِ حسنہ ص ۳۸۴، ص ۳۸۵)

[5] (جواہر مجددیہ ص ۵۲)

دلیل نمبر ۳۹ :

سیّدنا حمزہ اور سیّدنا جعفر رضی اللہ عنھما فرمایا کرتے تھے کہ "لا الہ الا اللہ" کے بعد سب سے بہترین وظیفہ "الصّلوٰۃ والسّلام علیک یارسول اللہ" ہے۔[1]

دلیل نمبر ۴۰ :

آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کعبہ شریف میرے روضہ مطہرہ پر حاضر ہو کر السلام علیک یا محمّد ﷺ کہے گا اور میں اس کے جواب میں وعلیک السلام یا بیت اللہ کہوں گا۔[2]

دلیل نمبر ۴۱ :

کنز العباد میں ہے کہ آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی یارسول اللہ کہنا مستحب ہے۔[3]

دلیل نمبر ۴۲ :

"انا جلیس من ذکرنی"۔

مجھے جہاں بھی یاد کیا جاتا ہے میں وہاں موجود ہوتا ہوں۔[4]

دلیل نمبر ۴۳:

"من قال عشرۃ مرۃ الصلوٰۃ والسّلام علیک یارسول اللہ فکانما اعتق رقبۃ"۔

یعنی جس نے دس مرتبہ الصّلوٰۃ والسّلام علیک یارسول للہ پڑھا تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ان شاء اللہ۔[5]

دلیل نمبر ۴۴ :

مولوی حسین احمد دیوبندی نے لکھا ہے:

"الصّلوٰۃ والسَّلام علیک یارسول اللہ وجملۃ الصور للصّلوٰۃ ولو بخطاب ونداء عند علمائنا مستحب مستحسن"۔[6]

---

[1] (افضل الصلوٰۃ للنبھانی ص ۱۱۰)
[2] (تفسیر عزیزی فارسی سورۂ بقرہ ص ۴۶۳)
[3] (طحطاوی ص ۱۱۱، شامی ص ۲۹۳ ج ۱)
[4] (سعادۃ الدارین ص ۴۵۴، مدارج النبوۃ ص ۵۷۰ روح البیان ص ۳۳۵ ج ۲)
[5] (بحوالہ نسیم الریاض ص ۴۹۳ ج ۳، المدارج السنیہ ص ۵)
[6] (الشھاب الثاقب ص ۶۵)

دلیل نمبر ۴۵ :

حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

"واحضر فی قلبک النبی ﷺ وشخصہ الکریم وقل السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ولیصدق املک فی انّہ یبلغہ ویرد علیک ماھو اوفی منہ"۔

یعنی اپنے دل میں آپ ﷺ کو حاضر رکھو اور انکی سراپا نور شخصیت کا تصور کرو پھر کہو السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اور یہ یقین رکھو کہ میرا سلام آپ ﷺ تک پہنچتا ہے اور آپ ﷺ جواب عنایت فرماتے ہیں۔[1]

دلیل نمبر ۴۶ :

حضرت آدم علیہ السلام بروز قیامت بلند آواز سے فرمائیں گے:

"یا احمد یا احمد ھذا رجل منطلق بہ الی النارّ"۔[2]

اے احمد اے احمد (ﷺ) اس آدمی کو جہنم کی طرف لے جایا جارہا ہے۔

دلیل نمبر ۴۷ :

جب آپ ﷺ نے مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت فرمائی تو مدینہ منوّرہ کے لوگ چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے بچیاں گلیوں میں گھوم کر یہ نعرہ "ینادون یا محمّد یا رسول اللہ" بار بار لگاتے۔[3]

دلیل نمبر ۴۸ :

صالح بن شوشا فرماتے ہیں کہ ہم کشتی میں سوار تھے کہ دشمن کے جہاز نے ہمارا تعقب (پیچھا) کیا قریب تھا کہ ہماری کشتی ڈوب جاتی کہ میں نے عرض کیا "یا محّمد ﷺ نحن فی ضیافتک الیوم یا رسول اللہ"۔[4]

یعنی یارسول اللہ ہم آج آپ ﷺ کے مہمان ہیں اچانک دشمن کے جہاز کا بادبان پھٹ گیا اور ہم خیریت سے تیونس پہنچ گئے۔

---

[1](احیاء العلوم ص ۱۶۹ ج ۱، عمدۃ القاری ص ۱۱۱ ج ۶، مواھب لدنیہ ص ۳۲ ج ۲، سعایہ ص ۲۲۷ ج ۱، حجۃ السّالکین فی رد المنکرین ص ۹۷)

[2](القول البدیع ص ۱۲۳)

[3](مسلم شریف ص ۴۲۹)

[4](حجّۃ اللہ ص ۴۱۶ ج ۲)

دلیل نمبر ۴۹ :

محمّد بن محمود کو کبھی کبھی بخار آتا تھا انہوں نے ایک دن کتاب الشفاء کو سینے پر رکھا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نے آپ ﷺ پر تکیہ کیا ہے تو فوراً بخار ختم ہو گیا۔[1]

دلیل نمبر ۵۰ :

سید العشاق، رئیس مداح سیدنا محمّد ﷺ حاجی محمّد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

یا رسول اللہ! یہ غم کبن ڈوب شو یاران تا پسے۔

یعنی اے اللہ کے محبوب! آپ کے سارے ساتھی آپ کے غم میں نڈھال ہو گئے ہیں۔

دلیل نمبر ۵۱ :

ایک بزرگ سرکار دوعالم ﷺ کے مواجہ شریف میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول للہ انّی جائع۔ یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ میں بھوکا ہوں ایک سیّد زادے آئے اور ان کو ساتھ لے گئے اور کھانا کھلایا پھر فرمایا کہ **" اخی لو طلبت الجنۃ او المغفرۃ او الرضاء "** یعنی اے بھائی کاش کہ آپ شہنشاہ رسالت سے جنت، مغفرت یا رضا خداوندی مانگتے تو اچھا ہوتا۔[2]

دلیل نمبر ۵۲ :

ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی ستر ۷۰ مرتبہ **صلّی اللہ علیک یا رسول اللہ** پڑھے تو اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ بلند آواز سے کہتا ہے کہ تجھ پر بھی درود ہو آج تیری مراد پوری ہو گی۔[3]

دلیل نمبر ۵۳:

حضرت یامین بن محمد فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے وادی القراء پہنچے تو بھوک نے بہت ستایا ہمارے ساتھی نے عرض کیا **یا رسول اللہ نحن جیاع و نحن فی ضیافتک یا رسول اللہ**۔ یعنی یا رسول اللہ ﷺ ہم بھوکے ہیں اور آپ ﷺ کے مہمان ہیں تو فوراً مدینہ منوّرہ کی روٹیاں آئیں اور ہم نے تین دن تک تناول کیں۔[4]

---

[1] (حجۃاللہ ص ۸۱۶ ج ۲)
[2] (حجۃاللہ ص ۸۲۸ ج ۲)
[3] (حجۃاللہ ص ۴۴، انوار محمدیہ ص ۶۰۱)
[4] (حجۃاللہ ص ۸۲۹)

دلیل نمبر ۵۴ :

حضرت جامع الشریعت والطریقت عالم باعمل مرشد اکمل حاجی محمد امین صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں :

یا محمّد عربی تاپسے بہ مرم ترکومہ	یعنی یا محمّد عربی آپ ﷺ پر کب تک مرتا رہوں گا
دَ ننکندن سلگئ بہ تاپسے وھم ترکومہ	یعنی آپ ﷺ کی جدائی میں نزع کی تکلیف کب تک سہتا رہونگا
دواڑہ جہانہ چہ روخانہ کڑہ رب ستالہ مخہ	یعنی دونوں جہاں کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے چہرے سے روشن کیا
ستاد ھجران تورو تیروکی بہ راگیرم ترکومہ	یعنی آپ ﷺ کے ہجر کی تاریکی میں کب تک رہوں گا
مادوصال ساحل تہ ورسوہ للہ محبوبہ	یعنی مجھے للہ وصال کے ساحل تک پہنچا اے محبوب ﷺ !
تریخ سمندرکی دَ ھجران بہ خلتہ خم ترکومہ	یعنی ھجر کے ترش سمندر میں کب تک نیچے جاتا رہوں گا
کوردِ زڑگی مِ شوروخانہ ستاد مخہ	یعنی میرے دل کا محل آپ کے چہرۂ سے روشن ہوا
لکہ پتنگ بہ پہ لمبو سرخونہ خورم ترکومہ	یعنی پتنگ شعلوں پر کب تک گھومتا رہونگا
ترحّم اے دَ مدینے منورے مسیحا	یعنی اے مدینہ منورہ کے مسیحا رحم فرمایئے
پٹئ دَ صبر پہ زخم دزڑہ گدم ترکومہ	یعنی صبر کی پٹی دل کے زخم پر کب تک لگاتا رہوں گا
یو دَ ھجران بل دَ پاکستان غمونہ، یعنی	ایک ھجر کا غم اور دوسرا پاکستان کا غم
زہ محمد آمین بہ دادواڑہ زغم ترکومہ	یعنی میں محمد امین ان دونوں کو کب تک برداشت کرتا رہوں گا[1]

دلیل نمبر ۵۵ :

ایک پکڑے ہوئے ہرن نے فریاد کی **"یارسول اللہ ان لی اولاداً"** اے اللہ کے رسول ﷺ میرے بچے بھوکے ہیں مجھے آزاد کیجیے تاکہ میں انھیں دودھ پلا آؤں۔[2]

دلیل نمبر ۵٦ :

حضرت ابوالخیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ اس حال میں پہنچا کہ میں نے پانچ دن سے کچھ بھی نہیں کھایا تھا میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں آپ کا مہمان ہوں پھر منبر رسول ﷺ کے پاس سو گیا۔ خواب میں زیارت رسول

[1] (دستور جماعت ناجیہ صالحہ ص ۹)
[2] (القول البدیع ص ۱۴۸)

ﷺ ہوئی اور آپ ﷺ نے روٹی عنایت فرمائی میں نے فوراً کھانا شروع کر دی آدھی روٹی کھائی تھی کہ بیدار ہو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ آدھی روٹی میرے ہاتھ میں ہے۔[1]

دلیل نمبر ۵۷ :

شیخ بہاء الدین شطاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کشف الارواح کا ایک طریقہ یہ ہے کہ یا احمد دائیں طرف اور یا محمد بائیں طرف پھر دل پر یا رسول اللہ کی ضرب لگائے۔[2]

دلیل نمبر ۵۸ :

مذاہبِ اربعہ کے محقق سیدی عبد الوھاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سادات کرام اپنے درمیان اختلاف شروع کرتے ہیں تو میں آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر یا رسول اللہ ﷺ کہتا ہوں اور ان کی اصلاح کیلئے دعا کرتا ہوں۔[3]

دلیل نمبر ۵۹:

سیدی عبد القادر الجزائری رحمۃ اللہ علیہ روضہ ءاقدس پر حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا غلام حاضر ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ کی بارگاہ کا ایک کتّا آپ کے روضے کی چوکھٹ پر کھڑا ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی ایک نظر کرم مجھے مایوسی سے مستغنی کر دیگی۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی مہربانی کی ایک جھلک بھی میرے لیے کافی ہو گی۔ تو روضہ ء انور سے آواز آئی کہ تو میرا بیٹا ہے اور میرے روضہ ء انور کی برکت اور اسکے سبب سے تو میرا منظورِ نظر ہے۔[4]

دلیل نمبر ۶۰ :

بیروت کے ایک پریشان حال شخص کو علامہ یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح درود شریف سکھایا "اللّٰھمّ صلّ علٰی سیّدنا محمّد و علٰی اٰل سیّدنا محمّد قلت حیلتی ادرکنی یا رسول اللّٰہ"۔[5]

جب انہوں نے یہ درود شریف پڑھا تو مشکل حل ہو گئی۔

---

[1] (حجۃ اللہ ص ۸۲۸ ج ۲)

[2] (اخبار الاخیار ص ۱۹۹ فارسی)

[3] (لطائف المنن ص ۱۵ ج ۲)

[4] (جامع کرامات الاولیاء ص ۲۱۸ ج ۲)

[5] (جواھر البحار ص ۳۵۴ ج ۲)

دلیل نمبر ۶۱:

سیّدنا علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آئمہ مجتہدین جب مسائل کا استنباط فرماتے تو کتابوں میں انہیں لکھنے سے پہلے بالمشافہ آپ ﷺ سے پوچھتے کہ:

"یارسول اللہ! قدفھمنا کذامن آیات کذاو فھمنامن قولک فی الحدیث الفلان کذافھل تحبُّ"۔[1]

یعنی یارسول اللہ ہم نے فلاں آیت یا حدیث سے فلاں مسئلہ مستنبط کیا ہے استنباط صحیح ہے یا غلط؟ اور آپ کو پسند ہے یا نہیں؟

اس کے بعد جو حکم آپ ﷺ فرماتے اس کے مطابق عمل کرتے۔

دلیل نمبر ۶۲ :

مخدوم جہاں سیّد جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اورادووظائف میں یہ درود شریف بھی داخل ہے:

"الصّلٰوۃ السّلام علیک یا نبی اللہ"۔[2]

دلیل نمبر ۶۳ :

طریقہ ءشطاریہ کے بزرگوں کے اوراد میں یہ بھی داخل ہے:

" نادعلیّا مظھر العجائب تجدہ عونا لک فی النوائب کل ھمّ وغم سینجلی بنبوتک یا محمّد و بو لایتک یا علی یاعلی یاعلی"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آواز دو جو مظہر عجائبات ہیں تو تم انکو اپنے تمام غم اور تکالیف میں مددگار پاؤگے۔ آپ ﷺ کی نبوت کے وسیلے سے یارسول اللہ ﷺ اور آپ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولایت کے وسیلے یا علی یا علی یا علی تمام مصائب ختم ہوجائیں گے۔[3]

دلیل نمبر ۶۴ :

دونوں جہان کے سردار، محبوبِ کبریا ﷺ نے فرمایا کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو دوفرشتے لوگوں کو یا ایھاالنّاس سے مخاطب کرکے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور نصیحت کرتے ہیں "ما قل و کفی خیر ممّا کثیر و الھی" تھوڑا مگر کافی مال (جو کفایت کرے) بہتر ہے اس زیادہ مال سے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کردے۔[1]

---

[1] (المیزان الکبزی ص ۴۳)
[2] (جواھرِ خمسہ اردو ص ۱۰۲)
[3] (جواھرِ خمسہ ص ۲۸۲)

جب اتنی دور سے "یا ایھا النّاس" کہنا شرک نہیں تو یا رسول اللہ کہنا کیسے شرک ہو سکتا ہے۔ پھر اگر تمام انسان یہ آواز نہیں سنتے مگر انسانیت کی روح حضرت محمّد مصطفیٰ ﷺ تو ضرور سنتے ہیں اس لیے کہ آواز سنانے کیلئے اور منادیٰ (جسے پکا راجائے) کو متوجّہ کرنے کیلئے ہوتا ہے۔[2]

دلیل نمبر ٦٥ :

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک فرشتے کو ساری مخلوقات کی آواز سننے کی طاقت بخشی گئی ہے۔ وہ قیامت تک درود شریف سنے گا اور عرض کرے گا یا محمّد ﷺ فلاں بن فلاں نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں نذرانۂ درود شریف پیش کیا ہے۔[3]

جب آپ ﷺ کے نور مبارک سے پیدا شدہ فرشتہ دور و نزدیک سے اگرچہ بلند آواز سے ہو یا آہستہ سنتا ہے اور درود شریف پڑھنے والے اور اسکے آباء واجداد کے نام جانتا ہے تو خود آپ ﷺ کیلئے ان اوصاف کو ثابت کرنا اور ماننا کیسے شرک ہو سکتا ہے۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان　　　　کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

سوال : اپنی حاجت بیان کیے بغیر صرف یا رسول اللہ (ﷺ) کہنا کیسے جائز اور ثابت ہے ؟

جواب : یا رسول اللہ (ﷺ) اور یا اللہ اور دیگر نعروں میں محاورہ کے ساتھ سوال متضمن (پوشیدہ) ہے۔ اپنا مقصد لفظوں میں بیان کرنا اور نہ کرنا دونوں درست ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی حاجت مند اپنے مخدوم کو یا کریم، یانفّاع، یا کریم، یارحمٰن سے مخاطب کرے تو اس کا معنٰی یہ ہے کہ مجھ پر کرم فرما، نفع عطا فرما اور رحم فرما کیونکہ یہ "ھٰذہ الاذکار جاریۃ مجری السوال" یعنی یہ الفاظ اور آواز سوال کے قائم مقام ہیں۔[4]

بناء بریں ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مقصد کو بیان کیے بغیر بار بار یا رسول اللہ (ﷺ) کہا اور اپنی حاجت روائی کی۔[5]

اسی طرح ایک دفعہ انصاری رضی اللہ عنہ نے یا رسول اللہ کہا تو ان کا مقصد پورا ہو گیا۔[6]

---

[1](حلیۃالاولیاء ص ۲۲٦ ج ۲)
[2](شرح جامی ص ۹٦)
[3](شفاءالسقام ص ٤٦، القول البدیع ص ۱۲، جلاءالافھام ص ۵۲)
[4](تفسیر کبیر ص ۱۵۱ ج ۱، طبع جدید)
[5](بخاری شریف ص ۳٦٦)
[6](بخاری شریف ص ۲۷۲، ۲۷۳ ج ۱)

سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لوگ اپنی حاجت کا ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ صرف "یا امیر المؤمنین" پر اکتفاء کرتے تھے۔[1]

رئیس النحاۃ مولانا عبد النبی فرماتے ہیں کہ یا محمد ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد ﷺ بیا کہ من مشتاق توام۔اے محمد ﷺ آیئے کہ میں آپ کے دیدار کا شوق رکھتا ہوں۔[2]

عارف ملا جامی نے شرح جامی ص۹۶ میں یہ فرمایا ہے:"**فالحمدللہ علیٰ ذالک**"۔

دلیل نمبر ۶۶:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

" مرّ النبی ﷺ بقبور بالمدینة فاقبل علیهم بو جهه فقال السلام علیکم یااهل القبور یغفر الله لنا ولکم انتم سلفُنا و نحن بالأثر "۔[3]

"رفع الندا ء باعلی الصوت فی اثبات یا رسول الله بعد الموت " ص۷(لمولوی شیخ طریقت علی محمد البلخی رحمته الله علیه)

آپ ﷺ کا مدینہ منورہ کی قبروں پر سے گزر ہوا تو آپ ﷺ انکی طرف متوجہ ہوئے اور رفرمایا اے اھل قبور تم پر سلامتی ہو۔اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں معاف فرمائے۔آپ ہم سے پہلے گزر گئے ہیں ہم پیچھے (بعد میں) آنے والے ہیں۔

دلیل نمبر ۶۷ :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن مختلف لوگ حاضر ہونگے اور "**اغثنی یارسول اللہ**" عرض کرینگے۔[4]

دلیل نمبر ۶۸ :

مشہور حدیث میں ہے کہ جب لوگ تمام انبیاء علیہم السّلام کے بعد آپ ﷺ کی بارگاہ میں قیامت کے دن حاضر ہونگے تو یا محمّد ﷺ کہہ کر شفاعت کی درخواست کریں گے۔[5]

غلامان احمد مختاریوں پہچانے جائیں گے — کہ محشر میں بھی ہو گا انکا نعرہ یارسول اللہ ﷺ

---

[1] (بخاری شریف ص ۴۳۰ ج ۱)
[2] (جامع الغموص ص ۲۲ ج ۱)
[3] (مشکوٰۃ ص ۱۵۴)
[4] (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۹)
[5] (مسلم شریف ص ۱۱۱ ج ۱)

دلیل نمبر ۶۹ :

"وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون"۔

ہم آپ کی جدائی میں اے ابراھیم (ضرور) غمگین ہیں۔ [1]

دلیل نمبر ۷۰ :

اکابر علماء دیوبند حکیم الامت مولوی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

دستگیری کیجئے میرے نبی ﷺ — کشمکش میں تم ہی میرے ولی

میں ہوں بس اور آپ کا دیا یا رسول اللہ ﷺ — ابر غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی [2]

دلیل نمبر ۷۱ :

حضرت علامہ شمس العلماء سیدی جمال مکی حنفی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں :

" سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یا رسول اللہ یا علی ، یا شیخ عبدالقادر جیلانی مثلاً ھل ھو جائز شرعا ام لا فاجبت نعم الاستغاثہ بالاولیاء ونداءھم والتوسل بھم امر مشروع ومرغوب لاینکر الامکابر او معاند وقد حرم برکۃ الاولیاء الکرام "۔ [3]

یعنی مجھ سے پوچھا گیا اس آدمی کے بارے میں جو تکلیف و مشکل میں یا رسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبد القادر جیلانی کہتا ہے۔ آیا یہ از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں ؟ میں نے جواب دیا کہ اولیاء کرام سے بذریعہ توسل امداد طلب کرنا اور انھیں پکارنا (مشروع) جائز اور مستحسن ہے۔ اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا سوائے اس کے جو انصاف کا دشمن اور حق سے اندھا ہو اور ایسا شخص اولیاء کرام کی برکت سے محروم ہے۔

دلیل نمبر ۷۲ :

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ و مرشد حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

یا رسول اللہ حبیب خالق یکتا توئی — برگزیدہ ذوالجلال پاک و بے ہمتا توئی

[1] (مشکوۃ ص ۱۰۵ ج ۱)

[2] (نشر الطیب ص ۱۴۵)

[3] (المسئلۃ البیضاء ص ۲۲)

دلیل نمبر ۷۳ :

حضرت شیخ محدث دھلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

خرابم در غم ھجرت جمالت یا رسول اللہ ﷺ جمال خود نمار حمے بجان راز و شیدا کن

بھر صورت کہ باشد یا رسول اللہ ﷺ کرم فرما بہ لطف خود سرو سامان جمع بے سرو پا کن[1]

یا رسول اللہ آپ ﷺ کی جدائی کے غم سے میں برباد ہوا اپنا دیدار عطا فرمایئے یا رسول اللہ ﷺ بے سرو پا قافلے کو سامان عطا فرمایئے۔

دلیل نمبر ۷۴ :

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ : "یا محمّد لا اُعذب احدا یسمی باسمک النار"۔

یعنی اے محبوب ﷺ میں اس شخص کو دوزخ کا عذاب نہیں دونگا جس کا نام آپ کے نام پر رکھا گیا ہو۔[2]

دلیل نمبر ۷۵ :

معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا:

"یا محمّد انھنّ خمس صلوات کل یوم و لیلۃ لکل صلوٰۃ عشر فذلک خمسون صلوٰۃ"۔

یعنی اے محبوب یہ پانچ نمازیں ہیں جنکو میں نے دن رات میں فرض کیا ہے۔ ہر نماز کا ثواب دس 10 / نمازوں کے برابر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ثواب کے لحاظ سے 50 نمازوں کے برابر ہے۔[3]

دلیل نمبر ۷۶ :

"یا ابا بکر انت عتیق اللہ من النار"۔

اے ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ دوزخ سے آزاد کر دیئے گئے ہیں۔[4]

دلیل نمبر ۷۷ :

"یا ابا بکر ما ظنک باثنین اللہ ثالثھما"۔

---

[1] (اخبار الاخیار ص ۳۲۳)
[2] (نداء یا محمّد ص ۲۲)
[3] (مشکوٰۃ ص ۵۲۸ ج ۲)
[4] (رواہ احاکم فی المستدرک از کنز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)

اے ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو۔[1]

دلیل نمبر ۷۸:

سر خیل دیوبند مولانا گنگوہی لکھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل اشعار کی وجہ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ جائز ہے۔

یارسول ﷺ کبریا فریاد ہے — یا محمدّ مصطفیٰ ﷺ فریاد ہے

مدد کر بہر خدا حضرت محمدّ مصطفیٰ ﷺ — تم سے ہر گھڑی فریاد ہے[2]

دلیل نمبر ۷۹ :

"یا اباذر صل صلوٰۃ لوقتھا"۔

یعنی اے ابوذر اپنے وقت پر نماز ادا کرو۔[3]

دلیل نمبر ۸۰ :

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پائوں مبارک سن ہو گیا تو آپ نے **"یامحمّداہ"** کہا تو پاؤں بالکل ٹھیک ہو گیا۔[4]

یامحمّداہ میں "الف" استغاثہ کیلئے ہے مطلب یہ ہے کہ اے محبوب میری فریادرسی فرمایئے۔

دلیل نمبر ۸۱ :

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی مسجد میں آتے یا جاتے تو کہتے **السَّلام علیک ایھا النبی**۔[5]

دلیل نمبر ۸۲ :

آپ ﷺ کی بارگاہ میں کسی نے غربت کے بارے میں شکایت کی آپ ﷺ نے انھیں وظیفہ بتایا کہ جب آپ گھر میں داخل ہوں تو گھر والوں کو سلام کہیں پھر مجھ پر سلام پڑھیں اور پھر سورۃ الاخلاص پڑھیں۔ انہوں نے اس پر عمل کیا تو چند دن کے اندر غربت ختم ہو گئی اور خوشحالی آگئی۔[6]

---

[1] (رواہ الشیخان کنوز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)

[2] (فتاوی رشیدیہ ص ۳۹۹)

[3] (رواہ احمد از کنوز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)

[4] (شفاء ص ۱۸ ج ۲)

[5] (شفاء ص ۵۳ ج ۲، نسیم الریاض ص ۴۶۵ ج ۳)

[6] (جلاء الافہام ص ۲۵۵، نسیم الریاض ص ۴۶۴ ج ۳)

دلیل نمبر۸۳:

علامہ علی قاری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"لانّ روحہ علیہ السلام حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام"۔

آپ ﷺ کی روح مبارک ہر مسلمان کے گھر موجود ہوتی ہے۔[1]

اس لیے گھر میں داخل ہوتے وقت "السّلام علی النبی" کی طرح "السّلام علیک ایھا النبی" بھی درست ہے۔

دلیل نمبر ۸۴ :

آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ ءکرام علیہم رضوان آپ ﷺ کے روضہ مبارکہ پر حاضر ہوئے اور عرض کی:

السلام علیک یا رسول اللہ۔[2]

دلیل نمبر ۸۵ :

صحابہ ءکرام علیہم رضوان نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنازہ مبارکہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا اور عرض کیا "السلام علیک یا رسول اللہ" پھر کہا کہ ابو بکر حاضر ہے اور آپ کے پاس دفن کرنے کی اجازت درکار ہے آواز آئی "ادخلوا الحبیب الی الحبیب" یعنی دوست کو دوست کے ساتھ ملاؤ۔[3]

دلیل نمبر ۸۶ :

ابو بکر بن مجاھد نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ نے جناب شبلی رحمتہ اللہ علیہ کو دونوں بھوؤں کے درمیان بوسہ دیا اور اس شفقت کی وجہ یہ بتائی کہ شبلی رحمتہ اللہ علیہ ہر نماز کے بعد تین مرتبہ "صلّی اللہ علیک یا رسول اللہ" پڑھتے ہیں۔[4]

دلیل نمبر ۸۷ :

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ان الفاظ سے درود شریف پڑھتے تھے: "یا محمّد صلّی اللہ علیک و سلّم"۔[5]

---

[1] (شرح الشفاء ص ۴۶۴ ج ۳)

[2] (تنویر الملک ص ۲۳۰ ج ۱)

[3] (تفسیر کبیر ص ۸۷ ج ۲۱ ، نزھۃ المجالس ص ۱۷۹ ج ۲)

[4] (القول البدیع ص ۱۷۳ ، جلاء الافھام ص ۲۵۸ ، فضائل درود شریف از مولوی زکریا)

[5] (القول البدیع ص ۲۲۵)

دلیل نمبر ۸۸ :

جب بھی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوتے تو ان الفاظ سے سلام عرض کرتے:

"السَّلام علیک یا رسول اللہ"۔[1]

دلیل نمبر ۸۹ :

ایک اعرابی آپ ﷺ کے روضہ ءانور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ ماقلت سمعنا" یارسول اللہ آپ ﷺ نے جو فرمایا ہم نے سن لیا ہے ہم آپ ﷺ سے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ "فنودی من قبرہ قد غفر لک" قبر انور سے آواز آئی کہ تیری مغفرت ہو گئی۔[2]

دلیل نمبر ۹۰ :

"یا ابا رافع اُقتل کل کلب بالمدینہ"۔[3]

اے ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے تمام کتوں کو قتل کر دو۔

دلیل نمبر۹۱:

"یا ابا سعید لا یاکل طعامک الاتقی"۔

یعنی اے ابو سعید رضی اللہ عنہ تمھارا کھانا متقی شخص کے علاوہ کوئی نہ کھائے۔[4]

صحابہ ءکرام علیہم رضوان کا یہ طریقہ تھا کہ دور و نزدیک، حاضر و غائب کو ہر جگہ سے ہر حال میں ایک دوسرے کو "یا" کے ساتھ پکارتے تھے۔ اس میں ان کا کوئی اختلاف نہ تھا۔ یہی طریقہ تمام مسلمانان اھلِسنت کا ہے۔ منکرین و وھابیوں کا اعتراض صرف اہلِسنت وجماعت پر نہیں بلکہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر ہے۔

دلیل نمبر ۹۲ :

مفتی غلام رسول صاحب دارالعلوم جماعتیہ نے فرمایا کہ اذان سے پہلے اور بعد دونوں اوقات میں "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" جائز ہے۔[5]

---

[1](القول البدیع ص ۱۸۵)
[2](مدارک ص ۲۲۴ ج ۱)
[3](رواہ احمد کنوز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)
[4](رواہ حاکم کنوز، الترمذی فی النوادر الحقائق ص ۲۰۴ جلد ۲)
[5](فتاوی جماعتیہ ص ۱۲۵)

دلیل نمبر ۹۳ :

"یااباافاطمہ ان اردت تلقائی فا کثر السجود"۔

اے ابو فاطمہ رضی اللہ عنہا اگر تم میری ملاقات چاہتے ہو تو سجدوں کی کثرت کرو (یعنی سجدے زیادہ کیا کرو مراد نماز پڑھنا ہے۔) واللہ اعلم۔[1]

دلیل نمبر ۹۴ :

"یااباھریرۃ اذاتوضأت فقل بسم اللہ"۔

یعنی اے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ جب بھی آپ وضو کریں تو بسم اللہ پڑھا کریں۔

دلیل نمبر ۹۵:

"یااباھریرۃ جددالاسلام تکثر من الشھادۃ"۔

اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام کی تجدید کرتے رہو اور کلمہ ٔشہادت کثرت سے پڑھا کرو۔[2]

دلیل نمبر ۹۶:

"یااخی عمر لاتنسنامن دعائک"۔

اے بھائی عمر ہمیں اپنی دعاء میں نہ بھولنا۔[3]

دلیل نمبر ۹۷ :

"یاابن عباس اذاقرأت فرتل"۔

اے ابن عباس جب آپ تلاوت کریں تو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں۔[4]

دلیل نمبر ۹۸ :

"یاسعدارم فداک اُمی وأبی" اے سعد رضی اللہ عنہ تیر اندازی کرو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔[5]

---

[1] (کنوز الحقائق ص ۲۰۴)
[2] (از کنوز الحقائق ص ۲۰۴)
[3] (البصائر از کنوز الحقائق ص ۲۰۴)
[4] (کنوز الحقائق)
[5] (کنوز الحقائق ص ۲۰۵)

دلیل نمبر ۹۹ :

"یاعائشہ اعطی و لا تحصی فیحصی اللہ علیک"۔

اے عائشہ رضی اللہ عنہا سخاوت کیا کرو اللہ کی راہ میں اور گنتی نہ کیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمھیں گن کر عطا کریگا۔

دلیل نمبر ۱۰۰ :

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کوئی بارگاہ نبوی میں حاضر ہونا چاہے تو اس کا سنت طریقہ یہ ہے کہ قبر انور کی طرف منہ کرے اور قبلہ شریف کی طرف پشت کرے اور اس طرح عرض کرے "السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ"۔[1]

دلیل نمبر ۱۰۱ :

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب بھی سفر سے واپس آتے تو بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کرتے "السّلام علیک یا رسول اللہ"۔[2]

دلیل نمبر ۱۰۲ :

سیّدنا ابراھیم علیہ السلام جب کعبۃ اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو آواز دی:

"ایھّا النّاس انّ ربکم قد اتخذ بیتا فحجّوہ"۔

یعنی اے لوگو! بیت اللہ شریف کا حج کرو۔ تو قیامت تک جتنے بھی لوگ پیدا ہونے والے ہیں ان سب نے آواز کو سن لیا اور جن کی قسمت میں حج تھا انہوں نے لبّیک کہا۔[3]

لبیک کہنے والوں میں آپ ﷺ بھی تھے۔ انھیں بھی آواز دی گئی اور انہوں نے جواب بھی دیا۔[4]

دلیل نمبر ۱۰۳ :

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں :

"یا رحمۃ للّعلمین ادرک لزین العابدین محبوس فی ایدی الظالمین فی موکب و مزدحم"۔[5]

---

[1] (مسند امام اعظم ص ۱۲۶)

[2] (مسند امام اعظم ص ۱۲۶ حاشیہ نمبر ۴)

[3] (تفسیر ابن کثیر ص ۲۱۶ ج ۳، بخاری شریف ص ۴۷۶ حاشیہ نمبر ۵)

[4] (حیوٰۃ الحیوان ص ۱۱۵ ج ۱)

[5] (البصائر ص ۳۷، احسن المأرب ص ۳۴)

اے دونوں جہاں کیلئے رحمت زین العابدین کی مدد فرمایئے کہ وہ (ازدحام) ظالموں کے ہجوم میں پھنس گیا ہے۔

دلیل نمبر ۱۰۴ :

جب آپ ﷺ معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر انور پر تشریف لائے تو موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں نماز ادا فرمارہے تھے انہوں نے نماز میں پڑھا "اشھد انّک یا رسول اللہ" اے اللہ کے رسول میں آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں۔[1]

دلیل نمبر ۱۰۵ :

سیّدنا ابراھیم، سیّدنا موسیٰ، سیّدنا عیسیٰ علیہم السلام بلند آواز سے ان الفاظ کے ساتھ سلام پڑھتے تھے۔

"السلام علیک یا اول, السلام علیک یا آخر, السلام علیک یا حاشر۔ﷺ"[2]

دلیل نمبر ۱۰۶ :

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم سے جب مسیلمہ کذّاب کے ساتھ لڑائی ہوئی تو صحابہ کرام نے میدان جنگ میں مسلمانوں کے شعار کے (مطابق) طور پر بلند آواز سے "یا محمّداہ" کہا۔[3]

شعار اس لفظ کو کہتے ہیں جسے فوج اپنے درمیان مقرر کرتی ہے تاکہ دوست اور دشمن کے درمیان فرق ہو جائے۔ صحابہٗ کرام علیہم الرضوان نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ جو یا محمداہ کہے تو اسے مسلمان مانا جائے گا اور جو یہ نہ کہے تو وہ مرتد و کافر ہو گا۔[4]

شعار یعنی یہ صحابہء کرام علیہم الرضوان کی نشانی تھی۔ اسی طرح آج جو بھی لوگ یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ اور یا محمد اہ کہتے ہیں تو وہ صحیح اہل سنت و جماعت ہیں اور مخالفت کرنے والے گمراہ ہیں۔

دلیل نمبر ۱۰۷ :

جناب عاشق الرّحمٰن والرسول حاجی محمد امین صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الصلوٰۃ والسلام یا رحمۃ للعلمین ﷺ قاب قوسین آپ ﷺ کا مقام یا رحمۃ للعلمین ﷺ

[1] (الانوار المحمدیہ من المواھب اللدنیہ ص ۳۳۴)
[2] (انوار محمدیہ ص ۳۳۴)
[3] (البدایہ والنہایہ ص ۳۳۴ ج ۲)
[4] (قاموس ص ۲۸۱، صراح ص ۱۸۷، لغات الحدیث ص ۵۸، لغات عربی مختار الصحاح ص ۳۳۹، المنجد ص ۵۳۰، مفردات ص ۵۴۱)

خیرات دیدار چاہیئے خوار وبے نوا محمد امین کو آپ کا مداح عاجز مداح یا رحمۃ للعلمین ﷺ[1]

اسی طرح چودہ (۱۴) اشعار ذکر کیے ہیں۔

دلیل نمبر ۱۰۸ :

الحاج مولوی احتشام الحق دیوبندی نے بارگاہ نبوی میں اسطرح سلام عرض کیا ہے:

السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ السلام علیک یا خیر خلق اللہ ﷺ

السلام علیک یا حبیب اللہ ﷺ السلام علیک یا سید ولد آدم ﷺ[2]

دلیل نمبر ۱۰۹ :

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ کے وقت مسلمانوں کا شعار یا محمد ﷺ، **یا منصور امتک** تھا۔ اے محبوب اے مدد کیے گئے اپنی امت کی مدد فرمائیے۔[3]

دلیل نمبر ۱۱۰ :

آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا :

السلام علیک یا سید المرسلین، یا خاتم النبین، ویا شفیع المذنبین، طبتَ حیا و میّتا و رحتَ سعیداً ومحموداً وتر کتنا فی دار الظلام فکیف نعیش فی دار الدنیا بغیرک"۔

اے محبوب آپ زندگی اور موت دونوں میں خوش ہیں۔ آپ ﷺ نیک بخت اور صفت کیے گئے، تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے ہمیں تاریکی کے گھر میں چھوڑ دیا، ہم یہاں (دنیا میں) آپ کے بغیر کیسے زندگی گزاریں گے۔[4]

دلیل نمبر ۱۱۱ :

بھنسا کی جنگ میں ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سخت مشکل میں گرفتار ہوگئے **" وکان شعار المسلمین تلک اللیلۃ ینادون یا محمد یا محمد ﷺ یا نصر اللہ انزل"۔**

اس رات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا شعار یہ تھا یعنی یا محمد یا محمد ﷺ کے الفاظ سے آپ ﷺ کو پکارتے تھے اور **نصر اللہ انزل** کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتے تھے۔[5]

---

[1] (کتاب الحمداللہ ص ۱۰۰)

[2] (تجلیات مدینہ ص ۸۱)

[3] (فتوح الشام للواقدی ص ۱۲۰ ج ۲)

[4] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۲)

[5] (فتوح الشام ص ۲۱۸)

دلیل نمبر ۱۱۲ :

حضرت مولانا شیخ المشائخ قدوۃ السّالکین، زبدۃ العارفین اخون حافظ عبد المقتدر رحمۃ اللہ علیہ اپنے دیوان میں فرماتے ہیں:

اے داعی ھادی برھان ﷺ مجھے دیدار سے مشرف فرما
نورانی ماہِ تابان مجھے دیدار سے مشرف فرما
یہ دنیا و عقبیٰ سب کچھ آپ کے نور سے پیدا ہوا ہے...الخ[1]

دلیل نمبر ۱۱۳ :

حاجی محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

السّلام علیک یا نور الھدیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرحبا، مرحبا، مرحبا، مرحبا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[2]

دلیل نمبر ۱۱۴ :

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں قحط سالی ہوئی، ایک شخص روضۂ انور پر حاضر ہوا اور عرض کیا **"استسق لامتک یا رسول اللہ"** اے اللہ کے رسول ﷺ اپنی امت کیلئے بارش کی دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے خواب میں بشارت عطا فرمائی۔[3]

دلیل نمبر ۱۱۵ :

آپ ﷺ کی وفات کے بعد عورتوں کی تعزیت کی مجلس میں حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا نے بلند آواز سے درود شریف پڑھا **"یا خاتم الرسل المبارک ضوئہ صل علیک منزل القرآن"**۔[4]

یعنی اے رسولوں کے سردار (خاتم) اے مبارک نور آپ ﷺ پر قرآن نازل کرنے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے درود ہو۔

---

[1] (دیوان حافظ الپوری ص ۱۶، ولادت حافظ الپوری ۱۱۲۸ھ، وفات ۱۲۱۵ھ، بحوالہ تذکرہ اولیاء پاکستان ص ۸۰۹)
[2] (گلزارِ مدینہ ص ۵)
[3] (حجۃ اللہ ص ۸۳۰ ج ۲)
[4] (سیرۃ ابن ھشام ص ۳۸۰ ج ۲)

دلیل نمبر ۱۱۶ :

سیدنا زہیر رضی اللہ عنہ صحابیٔ رسول ﷺ نے عرض کی "امنن علینا رسول اللہ فی کرم وانک المراء نرجوه وننتظر"۔[1]

یارسول اللہ ﷺ مہربانی فرمایئے اور ہم پر احسان فرمایئے ہم آپکے کرم کے امیدوار ہیں۔

دلیل نمبر ۱۱۷ :

ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا :

ولیس لنا الا الیک فرارنا　　　واین فرار الناس الا الی الرسول ﷺ

یارسول اللہ ﷺ آپ کے علاوہ ہمارا کون ہے کہ ہم اسکی طرف مشکل اور سختی کے وقت دوڑیں۔ رسول ﷺ کے علاوہ لوگوں کے فرار کی جگہ کونسی ہے۔[2]

دلیل نمبر ۱۱۸ :

سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :

"یا بردنار الخلیل یا سببا لعصمة النار وهی تحرق"۔

اے ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے ذریعے اور ان کو سخت آگ سے بچانے کے سبب۔[3]

دلیل نمبر ۱۱۹ :

ایک اعرابی روضہء انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا السلام علیک یارسول اللہ اور پھر عرض کی:

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه　　　فیه العفاف وفیه الجود والکرم

قال ثم أنصرف فحملني عيناي فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم في النوم فقال يا عتبيّ الحق الأعرابي فبشره بأن الله قد غفر له"۔[4]

میری روح اس قبر (انور) پر قربان ہو جائے جس قبر (انور) میں آپ ﷺ تشریف رکھتے ہیں۔ جس میں عفو، بخشش اور مہربانی ہے نے فرمایا کہ مجھے خواب میں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اس اعرابی کو بخشش کی بشارت دے دو۔[5]

---

[1] (سیرۃ ابن ھشام ص ۳۰۶ ج ۲)
[2] (حجۃ اللہ ص ۷۲۳ ج ۲)
[3] (نسیم لریاض ص ۲۰۵ ج ۲)
[4] (خلاصۃ الوفاء ص ۸۵)
[5] (خلاصۃ الوفاء ص ۸۵)

دلیل نمبر ۱۲۰ :

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا :

یاسیدالسّادات جئتک قاصدا — ارجو رضاک واحتمی بحماک

یارسول اللہ ﷺ بندہ آپ کے دربار میں حاضر ہے آپ کی خوشنودی اور حفظ وامان چاہیئے۔[1]

دلیل نمبر ۱۲۱ :

شھاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

فیاسیّدالرسل یامن تری — مواطئہ اثمد للمقل

اے رسولوں کے سردار۔اے وہ (عظیم) شخصیت جنکے قدموں کی مبارک خاک آنکھوں کا سرمہ ہے۔[2]

دلیل نمبر ۱۲۲ :

آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا :

الایارسول اللہ کنت رجاءنا — وکنت بنابرا ولم تک جافیا

یارسول اللہ آپ ﷺ کی ذات سے ہماری امید یں قائم ہیں۔آپ ﷺ نے ہمیشہ اچھا سلوک کیا ہے۔آپ ﷺ نے کبھی بدسلوکی نہیں کی۔[3]

دلیل نمبر ۱۲۳ :

تحریک آزادی کے ایک شہید فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کالاپانی کے جزیرے میں عرض کیا۔

"یارحمۃ للّعٰلمین ارحم علی من لا لہ فی العالمین وثاء"۔

اے رحمت عالمین ﷺ اس شخص پر رحم فرمایئے جس کیلئے اس زمانے میں کوئی رحم نہیں۔[4]

دلیل نمبر ۱۲۴ :

شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یاصاحب الجمال ویاسیدالبشر — من وّجھک المنیر لقدنور القمر

[1](قصیدہ نعمانیہ ص ۱)
[2](نسیم الریاض ص ۷۵۹ ج ۴)
[3](حجۃ اللہ ص ۳۳۹ ج ۲)
[4] (الثورۃ الھندیہ ص ۳۱۳)

اے حسن وجمال کے مالک ﷺ، اے انسانوں کے سردار ﷺ، آپ ﷺ کے روشن چہرے سے چاند نے روشنی حاصل کی ہے۔[1]

دلیل نمبر ۱۲۵:

آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا:

" السّلام علیک یا حبیب اللہ و یا نبی اللہ ذھبت الی دار السرور و ترکتنا فی دار الغرور فکیف نحیی الی یوم النفور"۔

اے اللہ کے محبوب نبی ﷺ آپ دارالسرور یعنی خوشی کے گھر تشریف لے گئے اور ہمیں دھوکہ کے گھر چھوڑ گئے۔ ہم مرنے تک کیسے زندگی گزاریں گے۔[2]

دلیل نمبر ۱۲۶ :

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی حاضرِ بارگاہ رسالت ﷺ ہوئے اور عرض کیا:

"السلام علیک یا افصح العرب و منبع الجود و الکرم و یا صاحب التاج و العلم ذھبت الی دار الرضوان و ترکتنا فی دار الخذلان لان فماندری کیف نجد الامان"۔

اے عرب کی فصیح ترین شخصیت اور سخاوت اور کرم کے سرچشمے، تاج و علم والے (یارسول اللہ ﷺ) آپ جنت کی طرف گئے اور ہمیں شرمندگی کے گھر چھوڑ دیا۔ ہم نہیں جانتے کہ کیسے امن پائیں گے۔[3]

دلیل نمبر ۱۲۷ :

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"السّلام علیک یا سیّد السادات و یا خزائن الرحمۃ و السعادۃ اخترت العقبیٰ و ترکتنا فی دار الدنیا"۔

یعنی اے سرداروں کے سردار آپ ﷺ پر سلام ہو۔ اے رحمت و نیک بختی کے خزانے آپ نے آخرت کو ترجیح دی اور ہمیں دنیا میں چھوڑ گئے۔[4]

---

[1] (تفسیر عزیزی پارہ نمبر ۳۰، اردو ص ۳۷۰، فارسی ص ۲۲۷)

[2] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۲)

[3] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۲)

[4] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۲)

دلیل نمبر ۱۲۸ :

اسی درمیان حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کیا:

"الصلٰوۃ السلام علیک یا نور الھدی وتا ج الوریٰ انت ذھبت الی دار الجنان وتر کتنا فی دار البطلان فکیف حالنا"۔

اے ھدایت کے نور اور مخلوق کے تاج آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام ہو۔ آپ جنتوں کی طرف گئے اور ہمیں خرابی کے گھر چھوڑ گئے ہمارا کیا حال ہو گا۔[1]

دلیل نمبر ۱۲۹:

اسی دوران حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے اور عرض کیا:

"الصّلٰوۃ والسلام علیک یا امام المتقین ویا امین رب العٰلمین رحلت الی دار القرار وترکتنا فی الدنیا وفی دار بلااعتبار فکیف فی یوم البوار"۔

اے پرہیز گاروں کے امام اور رب العالمین کے امین آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام ہو آپ نے دار قرار کی طرف سفر فرمایا اور ہمیں دنیا اور بے اعتباری کے گھر میں چھوڑ گئے۔ ہمارا قیامت کے دن کیا حال ہو گا۔[2]

دلیل نمبر ۱۳۰ :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی عرض کیا:

" الصلٰوۃوالسلام علیک یاسلطان الأنبیاء ویا برھان الأصفیا ء انت سافرت الی دارالامان وتر کتنا فی دارالاحزان فکیف حالنا یانبی آخر الزمان"۔

اے سلطان الانبیاء اور برھان الاصفیاء آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام ہو۔ آپ نے دارالامان کی طرف سفر کیا اور ہمیں غم کے گھر چھوڑ گئے۔ اے محبوب ﷺ اے نبی آخر الزماں ہمارا کیا حال ہو گا۔[3]

---

[1](تذکرۃالواعظین ص ۴۷۲)
[2](تذکرۃالواعظین ص ۴۷۳)
[3](تذکرہالواعظین ص ۴۷۳)

دلیل نمبر ۱۳۱ :

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی تشریف لائیں اور عرض کیا کہ:

"السلام علیک یا رسول الثقلین و یا امام القبلتین ذهبت الی دار النعیم و ترکتنا فی دار الغمیم فکیف معیشتنا من الخواص و العمیم"[1]

اے جن وانس کے رسول علیہ السلام، اے دونوں قبلوں کے امام آپ ﷺ پر سلام ہو آپ نعمتوں والے گھر تشریف لے گئے اور ہمیں غموں والے گھر میں چھوڑ گئے ہم خواص وعوام کی زندگی کیسے گزرے گی۔

دلیل نمبر ۱۳۲:

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

انت الشفیع و امالی معلقة　　　　و قد رجو تک یا ذالفضل تشفع لی

اے شفاعت فرمانے والے میری آرزوئیں آپ سے وابستہ ہیں۔ اے فضل کے مالک میں آپ کی شفاعت کا امیدوار ہوں۔[2]

دلیل نمبر ۱۳۳ :

الشیخ احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب میں دور ہوتا ہوں تو روح کو اپنا نائب مقرر کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجتا ہوں وہ میری طرف سے اس پاک سرزمین کو بوسہ دیتی ہے۔ اب جب مجھے حاضری کی سعادت ملی ہے تو آپ ﷺ اپنا دست اقدس ظاہر فرمایئے تا کہ میرے ہونٹ اسے چومنے کی سعادت حاصل کریں تو فوراً آپ ﷺ کا دست اقدس ظاہر ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بوسہ دیا۔[3]

دلیل نمبر ۱۳۴ :

امام ابن حجر الھیتمی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"یا رسول اللہ یا جد الحسین کن شفیعی یا امام الحرمین"۔

اے رسولِ خدا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے نانا ﷺ میری شفاعت فرمایئے۔[4]

---

[1](تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۳)
[2](خلاصۃالوفاء ص ۸۵)
[3](نسیم الریاض ص ۴۴۲ ج ۳+فضائل حج)
[4](النعمۃالکبری ص ۲۶)

دلیل نمبر ۱۳۵ :

امام شرف الدین البوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ　　سواک عند حلول الحادث العمم

اے مخلوق میں معزز ترین مہربان نبی ﷺ۔ عام مصائب کے نزول کے وقت آپ ﷺ کے سوا ہماری کوئی جائے پناہ نہیں کہ (ہم وہاں پناہ لیں)۔[1]

دلیل نمبر ۱۳۶ :

حضرت العارف الصرمری رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا :

الا یا رسول الالہ الذی　　ھدانا بہ اللہ من کل تیہ

یا رسول اللہ آپ ﷺ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ہمیں بچایا اور ھدایت عطا فرمائی[2]

دلیل نمبر ۱۳۷ :

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

چہ وصف کند سعدی ناتمام　　علیک الصلاۃ اے نبی والسلام

سعدی ناقص آپ ﷺ کی تعریف کیسے کر سکے گا یا نبی اللہ آپ پر درود و سلام ہو۔[3]

دلیل نمبر ۱۳۸:

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خالہ یا پھوپھی نے عرض کیا کہ "اے ہاشم کے بیٹے میری روح آپ پر قربان ہو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے امین اور ساری مخلوق کیلئے رسول ہیں" ۔[4]

دلیل نمبر ۱۳۹ :

صحابیٔ رسول حضرت مازن بن عضوبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ﷺ کی خدمت میں میری سواری دوڑتی ہوئی آئی۔ اس نے عمان سے عرج تک ایسا راستہ طے کیا کہ جس کے دونوں طرف درخت تھے۔[5]

---

[1] (قصیدہ بردہ شریف)
[2] (نسیم الریاض ص ۳۰۵ ج ۱)
[3] (بوستان سعدی ص ۱۱)
[4] (الاصابۃ فی تمییز الصحابہ ص ۳۲۸ ج ۴)
[5] (الاصابۃ ص ۳۳۶ ج ۴)

دلیل نمبر ۱۴۰ :

مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

یا نبی اللہ سلام علیک انما الفوز و الفلاح لدیک

اے اللہ کے نبی ﷺ آپ پر سلام ہو، کامیابی اور کامرانی آپ کے پاس ہے۔[1]

دلیل نمبر ۱۴۱ :

ز مھجوری برآمد جانِ عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم

آپ کی جدائی کی وجہ سے تمام عالم کی روح نکلنے والی ہے۔ اے اللہ کے نبی ﷺ رحم فرمایئے رحم فرمایئے۔[2]

دلیل نمبر ۱۴۲ :

مولانا احمد تھانسیری لکھتے ہیں "یا مولائی" ، اے میرے آقا و مولیٰ ﷺ مجھ پر رحم فرمایئے، مدد فرمایئے، کرم فرمایئے کیونکہ آپ کے علاوہ میری کوئی جائے پناہ نہیں۔[3]

دلیل نمبر ۱۴۳ :

ھشیم بن جمیل الانطاکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام عبد الرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ کی ٹوپی دیکھی جو ایک گز لمبی تھی اس کے اندر "یا محمّد ﷺ یا منصور ﷺ" لکھا ہوا تھا۔[4]

دلیل نمبر ۱۴۴ :

شیخ المحدثین شاہ عبد الحق دھلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

خرابم در غم ھجرِ جمالت یا رسول اللہ ﷺ جمال خود نما رحمے بجان زار شیدا کن

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ ﷺ کرم فرما بلطف خود سر و سامان جمع اے سرو پا کن

یا رسول اللہ ﷺ آپ کی جدائی کی وجہ سے میرا حال خراب ہے اپنا چہرہ انور دکھایئے اور عاشق زار پر رحم فرمایئے۔ یا رسول اللہ ﷺ بہر صورت رحم فرمایئے میرے پراگندہ خراب حال اسباب کو ترتیب دیجیے۔

---

[1] (سلسلۃالذھب ص ۱۴، روح البیان ص ۱۵۲ ج ۱)
[2] (زلیخا ص ۱۵، فضائل درود شریف)
[3] (اخبار الاخیار ص ۱۴۶)
[4] (میزان الاعتدال ص ۵۷۴ ج ۲)

دلیل نمبر ۱۴۵ :

صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وسلم۔[1]

دلیل نمبر ۱۴۶ :

مجددِ چودھویں صدی، مفتی اعظم الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ انت بعثت فینا — کریما رحمۃ حصنا حصینا

تخوفنی العدی کیدا متینا — اجرنی یا امان الخائفینا

یارسول اللہ آپ ﷺ ہم میں کریم، رحمت، قوی محافظ بنائے گئے ہیں ہمارے دشمن کو مضبوط تدبیر سے ڈرایئے۔ مجھے پناہ دیجیے۔ اے ڈرے ہوئے کی جائے پناہ۔[2]

دلیل نمبر ۱۴۷ :

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

امت کا حق نے کر دیا آپ ﷺ کے ہاتھ — بس اب چاہو تراؤ ڈوباؤ یارسول اللہ ﷺ[3]

دلیل نمبر ۱۴۸:

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ کے جواز میں کوئی شک نہیں۔[4]

دلیل نمبر ۱۴۹ :

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مرید کو تعلیم دیتے ہیں کہ:

"اکیس (۲۱) مرتبہ استغفر اللہ اور تین مرتبہ "الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔" پڑھو۔

دلیل نمبر ۱۵۰ :

ہم اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا جائز ہے جبکہ وہابی اسے شرک کہتے ہیں۔ یا جو بھی یارسول اللہ ﷺ کو شرک کہتے ہیں وہ اہل سنت سے خارج ہیں۔[5]

---

[1] (مکتوبات برھامش اخبار الاخیار ص ۳۱۶)
[2] (فتاوی رضویہ ص ۱۷۳ ج ۱)
[3] (گلزارِ معرفت ص ۷)
[4] (امداد المشتاق ص ۵۹)
[5] (فتاوی خیریہ ص ۱۸۶ ، عقائد المسلمین ص ۱۷)

دلیل نمبر ۱۵۱ :

سیّدنا محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

یا رسول اللہ ﷺ انظر حالنا	**یا حبیب اللہ ﷺ اسمع قالنا**
انّنی فی بحر ھمّ مغرق	**خذ یدی سھل لنا اشکالنا**[1]

یارسول اللہ ﷺ میرے حال پر رحم فرمایئے اور میری فریادرسی فرمایئے، میں مشکلات کے دریا میں غرق ہوں۔ میری دستگیری فرمایئے اور میری مشکلات حل فرمایئے۔

دلیل نمبر ۱۵۲ :

ولی کامل حاجی محمّد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نصیب دِرب کڑہ سرداری اغثنی یارسول اللہ ﷺ	اللہ آپ ﷺ کو سرداری عطا فرمائے اغثنی یا رسول اللہ ﷺ
شولہ رابیجہ لاچاری اغثنی یارسول اللہ ﷺ	قسمت میں میری لاچاری ہے اغثنی یا رسول اللہ ﷺ
خاورے ددرستام پہ سر کہ شی لطف وکرم بہ وی	آپ ﷺ کے در کی خاک اگر سر پر ہو تو لطف وکرم ہوگا
لرمہ داامیدواری اغثنی یارسول للہ ﷺ	یہ امید رکھتا ہوں اغثنی یارسول للہ ﷺ
فقیر گدا محمد امین ﷺ برائے رب العالمین	فقیر گدا محمد امین ﷺ واسطے رب العالمین
وائی پہ شاہِ مختاری اغثنی یارسول للہ ﷺ	شاہ مختار کو کہتا ہے اغثنی یارسول للہ ﷺ

اسی طرح بارہ اشعار ہیں ۔[2]

---

[1](جاء الحق ص ۲۰۱ ج ۱)(تنویر الایمان بوسیلۃ اولیاء الرحمٰن ص ۲۱۴)
[2](دیوان مدح ص ۲۲۲)

دلیل نمبر ۱۵۳ :

آپ ﷺ کی مثالی صورت کا تصور کر کے درود شریف پڑھے۔ دائیں طرف یا احمد ﷺ، بائیں طرف یا محمد ﷺ، اور دل پر ہزار مرتبہ یا رسول اللہ ﷺ پڑھے ان شاء اللہ خواب میں یا بیداری میں زیارتِ رسول ﷺ ہو جائیگی۔[1]

دلیل نمبر ۱۵۴ :

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم فرماتے ہیں :

دلش نالد چرا نالد؟ نداند ۔۔۔ نگاہے یا رسول اللہ نگاہے[2]

دلیل نمبر ۱۵۵:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے میدان کربلا میں عرض کی:
"یامحمداہ یامحمداہ صلی اللہ علیک"۔[3]

دلیل نمبر ۱۵۶ :

حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ روم کے کفار نے تین غازیوں کو گرفتار کیا تو انہوں بلند آواز سے "یامحمداہ یامحمداہ" کہا۔[4]

دلیل نمبر ۱۵۷ :

درود شریف کی مشہور کتاب "دلائل الخیرات" میں ہے: "ھٰذہ الصلوٰۃ تعظیماً لحقک یاسیدنا محمداً" یعنی یہ درود شریف آپ کی تعظیم کیلئے ہے۔[5]

دلیل نمبر ۱۵۸ :

حضرت شیخ عبد القادر البغدادی الصدیقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درج ذیل درود شریف کو ایک ہزار مرتبہ پڑھنے سے تمام مصیبتیں ٹل جاتی ہیں "الصلوٰۃ والسلام علیک یاسیّدی یارسول اللہ قلّت حیلتی ادرکنی"۔[6]

---

[1] (ضیاء القلوب ص ۳۹)
[2] (ارمغان حجاز ص ۳۸)
[3] (البدیہ والنھایہ ص ۱۹۳ ج ۸)
[4] (شرح الصدور ص ۹۰)
[5] (ص ۱۳۸، مطالع المسرات ص ۲۸۲)
[6] (افضل الصلوات ص ۱۵۵)

دلیل نمبر ۱۵۹ :

جزیرۂ سقر کے ایک مسلمان قیدی نے جیل میں آپ ﷺ سے مدد طلب کی **"کان یستغیث ویقول یا رسول اللہ "** جب اُس مسلمان قیدی نے یارسول اللہ ﷺ کہا تو وہاں کسی کافر نے کہا **" قل لہٗ یُنقذک "** کہ اپنے رسول ﷺ سے کہو کہ تمھیں رہائی دلائے ۔جب رات ہوئی تو کوئی شخص جیل میں آیا اور کہا کہ اذان دو جب اس نے اذان میں **اشھدانّ محمدرسول اللہ** پڑھا تو فوراًز نجیریں ٹوٹ گئیں اور وہ جیل سے رہا ہو گئے۔[1]

دلیل نمبر ۱۶۰ :

ایک مسلمان قیدی نے کہا کہ ایک کافر بادشاہ کا جہاز سمندر میں پھنس گیا۔ تین ہزار افراد نے زور آزمائی کی مگر جہاز کو نہ نکال سکے۔ آخر کار مسلمان قیدیوں سے کہا کہ آپ لوگ جہاز نکالیں **" فقلنا با جمعنا یا رسول اللہ "** تمام قیدیوں نے ملکر یک آواز **یا رسول اللہ** ﷺ کا نعرہ لگایا اور جہاز کو زور لگا کر نکال لیا حالانکہ ہم صرف چار سو پچاس (۴۵۰) آدمی تھے۔[2]

دلیل نمبر ۱۶۱ :

حضرت ابو یونس رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ امیر شہر نے دوسو (۲۰۰) علماء کو گرفتار کیا۔ ابو یونس رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں آزاد ہونے کیلئے بارگاہ رسالت میں اس طرح فریاد کرنے کیلئے عرض کی **" یا احمد ، یا محمّد یا ابا القاسم یا خاتم النّبیّین یا سید المرسلین یا من جعلہ رحمۃ للّعٰلمین "** **خواب** میں آپ ﷺ نے بشارت دی کہ **" غدا یطلقون ان شآء اللہ "** کل ان شآء اللہ آپ آزاد ہو جائیں گے۔ جیسے ہی صبح ہوئی وہ سب آزاد کر دیئے گئے۔[3]

دلیل نمبر ۱۶۲ :

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا اونٹ گم ہو گیا تلاش کرنے پر بھی نہ ملا تو پھر مدینہ منورہ کی طرف مُنہ کیا اور ان الفاظ سے فریاد کی **"یا سیّدی یا رسول اللہ انا مستغیث بک "** فوراًمیرا اونٹ واپس مل گیا۔[4]

---

[1] (حجۃاللہ ص ۲۰۹ ج ۲)
[2] (حجۃاللہ ص ۴۱۰ ج ۲)
[3] (حجۃاللہ ص ۴۱۰ ج ۲)
[4] (حجۃاللہ ص ۴۱۵)

دلیل نمبر ۱۶۳ :

آپ ﷺ نے ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں فرمایا کہ جب بھی آپ کو کوئی تکلیف دے تو مجھے ان الفاظ سے پکار کر فریاد کریں "انا مستجیر ک بک یا رسول اللہ" یارسول اللہ ﷺ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔[1]

دلیل نمبر ۱۶۴ :

حضرت ابو سالم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے یہ (مذکورہ) واقعہ سنا تو ایک نابینا شخص نے حفظ کر لیا جب وہ مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور (رابغ) مقام تک پہنچے تو پانی کا مشکیزہ سوکھ گیا تھا، نابینا شخص نے پیاس کی حالت میں کہا انا مستجیر ک بک یا رسول اللہ تو اچانک ایک شخص آیا اور اس کا مشکیزہ پانی سے بھر دیا۔[2]

دلیل نمبر ۱۶۵ :

جب آپ ﷺ نے وفات پائی تو تمام صحابہ ء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ نعرہ لگایا "واویلاہ، واویلاہ، یا احمد خلق اللہ ھیہات ھیہات الی فراق حبیب اللہ"۔[3]

دلیل نمبر ۱۶۶ :

ایک طویل حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا: "یا محمّد اسمع یا محمّد انا رب لطیف و انت نبی شریف فانت تنادی فی القیامۃ امتی امتی و انا اقول رحمتی رحمتی"۔[4]

اے محبوب ﷺ میں رب لطیف (کریم) ہوں اور آپ ﷺ شریف (شرافت والے) نبی ﷺ ہیں آپ ﷺ قیامت کے دن امتی امتی یعنی (میری امت امت) پکاریں گے اور میں رحمتی رحمتی کہونگا۔[5]

دلیل نمبر ۱۶۷:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جہاد کیلئے ایک لشکر مجاھدین کا روانہ فرمایا اور ان کی کمان حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی۔ ایک دن جمعہ کے خطبہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے "یا ساریۃ الجبل الجبل الجبل" اے ساریہ رضی اللہ عنہ پہاڑ کی طرف ہو جایئے۔ تین مرتبہ فرمایا، کچھ دن بعد جب لشکر کا قاصد پہنچا تو حضرت عمر فاروقؓ نے اس سے

[1] (حجۃ اللہ ص ۸۱۵)
[2] (حجۃ اللہ ص ۸۱۵)
[3] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۴)
[4] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۸۶)
[5] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۸۶)

مجاہدین کے حالات دریافت فرمائے تو انہوں نے بیان کیا کہ اے امیر المومنین ایک دن ہم شکست کھانے والے تھے کہ اچانک ایک آواز آئی کہ اے ساریہ رضی اللہ عنہ پہاڑ کی طرف ہو جایئے یہ آواز تین دفعہ سنائی دی جب ہم پہاڑ کی طرف ہوئے تو کفار کے لشکر کو شکست ہو گئی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے خطبے میں تین مرتبہ "یا سارية الجبل" کہا اور یہ پہاڑ نہاوند میں ہے جو مدینہ منوّرہ سے تقریباً پندرہ (۱۵۰۰) سو میل کے فاصلے پر ہے۔

لطیفہ

زمانہ جاہلیت میں ایک واقف کار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہم دونوں ہم عمر ہیں اور میری اتنی نظر باقی نہیں رہی کہ میں ایک میل تک کسی کو دیکھ سکوں اور آپ پندرہ سو / (۱۵۰۰) میل تک دیکھ سکتے ہیں اور حفاظت کر سکتے ہیں۔ کون سی دوائی استعمال کرنے سے آپ کی نظر تیز ہوئی ہے وہ مجھے بھی بتا دیں تا کہ میں بھی استعمال کروں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ دوائی صرف اور صرف ادب اور عشق مصطفیٰ ﷺ ہے جسکے ذریعے میری ظاہری اور باطنی قوتوں اور کارخانوں کی تعمیر ہوئی ہے۔[1]

دلیل نمبر ۱۶۸:

شیخ الاسلام شہاب الرملی الانصاری الشافعی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آیا یہ جائز ہے؟ کہ لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ مصیبت کے وقت یا فلاں پیر یا دیگر اولیاء، انبیاء اور صالحین سے استغاثہ کرتے ہیں۔

"فاجاب بما نصه الاستغاثه بالانبیاء و المرسلین و الصالحین جائزة بعد موتهم... الخ"۔

امام ممدوح رحمتہ اللہ نے جواب دیا کہ انبیاء، اولیاء علماء، صلحاء کی وفات کے بعد ان سے استعانت اور استمداد جائز ہے۔[2]

دلیل نمبر ۱۶۹:

علامہ امام شہاب الدین خفاجی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"والمنقول انهم کانوا یقولون فی تحیة الصلوٰة و السلام علیک یا رسول اللہ"۔[3]

صحابہ ءکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے منقول ہے کہ وہ دربار رسالت میں ان الفاظ سے سلام عرض کرتے تھے۔

---

[1] (الجهاد ص ۱۲۶، محدث هزاره)
[2] (الصواعق الربانیه فی الرد علی الوهابیه ص ۲۴، فتاویٰ خیریه ص ۲۸۲ تا ص ۲۹۰)
[3] (نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض ص ۴۵۴ ج ۳)

(الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ)

دلیل نمبر ۱۷۰:

علامہ امام محمد بن عبد الباقی المالکی الزرقانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"انہٗ ورد فی عدۃ طرق جماعۃ من الصحابۃ انہم قالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک"۔[1]

متعدد طرق سے منقول ہے کہ صحابہ ءکرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت ان الفاظ سے درود شریف پڑھتی تھی:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک"۔

دلیل نمبر ۱۷۱:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد قحط سالی ہوئی جو عام الرمادہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس قحط کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو انکی قوم کے لوگوں نے کہا کہ ہم موت کے قریب ہیں کوئی بکری وغیرہ ذبح کریں تو آپ نے کہا کہ بکریوں میں سے کچھ بھی نہیں بچا۔ بہر حال ان کے اصرار کی وجہ سے انہوں نے بکری ذبح کر دی اور کھال اتاری دیکھا تو ہڈی کے علاوہ کچھ باقی نہ رہا۔ جب یہ حالت دیکھی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آواز دی: فناذی یا محمّداہ فرأی فی المنام ان رسول اللہ ﷺ اتاہ فقال البشر۔[2]

آپ نے آواز دی کہ یا محمّداہ تو آپ ﷺ نے خواب میں ان کو بشارت فرمائی۔

دلیل نمبر ۱۷۲:

میدان کربلا میں جب ظالموں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور ان کی بہن حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے جب ان کی لاش خون میں آلود اور خاک آلود دیکھی تو روتے روتے آپ ﷺ کو اس طرح پکارا: "یا محمّداہ یا محمّداہ صلّی اللہ علیک وملک السماء ھذا حسین با لعراۃ مزمل بالدماءمقطع الاعضاءیامحمّداہ وبناتک سبایاوزریتک فقتلہ تسفی علیہا الصباءیامحمّداہ یامحمّداہ"۔[3]

یعنی یا محمّد ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ اور آسمان کے فرشتوں کی طرف سے سلامتی ہو۔ یہ حسین رضی اللہ عنہ بے گور وکفن، خون میں لت پت ہیں۔ ان کے اعضاء کٹ چکے ہیں۔ یا محمّداہ آپ کی بیٹیاں قیدی بنادی گئی ہیں اور آپ کی اولاد قتل کی گئی ہے اور ہوا ان پر خاک اڑا رہی ہے۔

---

[1](زرقانی علی المواہب ص ۳۳۰ ج ۲)
[2](ابن اثیر ص ۲۳۵ ج ۲، البدایہ والنہایہ ص ۹۱)
[3](البدایہ والنہایہ ص ۱۹۳ ج ۸)

نوٹ: اگر یا محمّد ﷺ کہنا شرک ہوتا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کیوں **یا محمّداہ** کہتیں۔ **ولکن الوھابیة لا یعلمون۔**

دلیل نمبر ۱۷۳:

علامہ رملی حنفی رحمتہ اللہ علیہ جو مصنف درِّ مختار کے استاذ ہیں اپنی کتاب میں فرماتے ہیں **"قولھم یاشیخ عبدالقادر نداء فما الموجب لحرمة۔**[1]

لوگوں کا یہ قول **"یاشیخ عبدالقادر"** یہ ایک آواز ہے۔ پھر اسکے حرام ہونے کی کیا وجہ ہے۔

دلیل نمبر ۱۷۴:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

"یا سیدی یا رسول اللہ قد شرفت قصائدی بمدیح فیک قدر صفا"۔[2]

اے آقا و یا رسول اللہ ﷺ آپ کی مدح سرائی کی وجہ سے میرے قصیدوں نے خوب عزت و شرافت حاصل کی۔

دلیل نمبر ۱۷۵:

امام الاولیاء سیّدی ابو مدین المغربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

فھو النبی محمّد وھو الذی ترجی شفاعته غدا فی الموقف

یعنی آپ ﷺ وہ شخصیت ہیں جنکی شفاعت کی امید کل بروزِ قیامت کی جائیگی۔[3]

دلیل نمبر ۱۷۶:

دیوبندی جیّد عالم مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :

یاشفیع العباد خذ بیدی انت فی الاضطرار معتمدی

اے مخلوق کی شفاعت کرنے والے میری دستگیری فرمایئے آپ مشکلات میں میری امید گاہ ہیں ۔[4]

---

[1] (فتاویٰ خیریه ص ۲۸۲ ج ۲، احسن المأرب ص ۲۷)
[2] (المجموعة النبھانیة ص ۵۸ ج ۲، المدائح النبویه)
[3] (المجموعه النبھانیه ص ۳۸۰ ج ۲)
[4] (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب)

دلیل نمبر ۱۷۷ :

نواب صدیق حسن خان بھوپالی غیر مقلد لکھتے ہیں:

یاسیدی یاعروتی ووسیلتی یاعدتی فی شدۃ ورخاء
یامقصدی یااسوتی ومعاضدی وذریعتی یامرصدی مولائی
شفعت جاھک ضارعامتزللا مالی وراءک صارف الضراء
انت المغیث برحمۃ وکرامۃ فی غمۃ وغوایل وبلاء
انجح مرامی یاکریم کرائم انت القدیر علی نفاذرجائی
مالی وراءک مستغاث فارحمنی یارحمۃ للغلمین بکائی

یعنی اے میرے سردار اے میرے وسیلے اور سہارے، اے میرے سختی ونرمی کے سازوسامان، اے میرے مقصود، اے میرے پیشوا اور میرے مددگار، اے میرے ذریعہ اور ٹھکانے اور اے میرے مولا، میں نے انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنے لیے آپ کی جاہ وجلال کو شفیع بنایا، میرے لیے آپ کے علاوہ کوئی اور تکلیف اور مصیبت دور کرنے والا نہیں۔[1]

دلیل نمبر ۱۷۸ :

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیہقی کی روایت میں حضرت فاطمہ خزاعیہ فرماتی ہیں:

"وقفنا علی قبرہ فقلنا السلام علیک یا عم رسول اللہ فسمعنا کلاما رد علینا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

یعنی ہم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور پر حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کی کہ اے رسول اللہ ﷺ کے چچا مبارک، آپ پر سلامتی ہو تو ہم نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سُنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سلام عرض کیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے سن کر جواب دیا۔[2]

دلیل نمبر ۱۷۹ :

امام عبدالوھاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیّدی شمس الدین محمّد حنفی اپنے حجرہ میں وضو فرمارہے تھے کہ اچانک ان کا ایک جوتا (نعل شریف) غائب ہوا حالانکہ حجرہ میں کوئی جانے کا راستہ بھی نہیں تھا۔ اور دوسرا جوتا اپنے خادم کو دیا کہ اپنے پاس رکھو جب تک کہ دوسرا جوتا واپس نہ آئے۔ کچھ دن بعد ملک شام سے ایک شخص نے وہی جوتا واپس لاکر دیا اور

---

[1] (مائرصدیقی موسوم بہ سیرت والاجاھی ص ۳۱+۳۰ ج ۲، القصیدۃ العنبریۃ فی مدح الخیر البریۃ، راہ حق)
[2] (شرح الصدور ص ۸۷)

عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ "ان اللص لما علی صدری لیذبحنی قلت فی نفسی یا سیّدی محمّدیا حنفی فجاءته فی صدره فانقلب مغمی علیه ونجانی الله عزّ و جل ببر کتک"۔

یعنی جب ڈاکو نے میرے سینے پر بیٹھ کر مجھے قتل (ذبح) کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے دل میں کہا کہ (یاسیدی یا حنفی) جب میں نے یہ آواز دی تو اسی وقت غیب سے یہ جو تا آیا اور اس ڈاکو کے سینے پر اس زور سے لگا کہ وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر گیا اور میں آپ کی برکت سے بچ گیا۔[1]

دلیل نمبر ۱۸۰ :

مولوی سید نور الحسن بخاری دیوبندی لکھتے ہیں کہ علماء نجد میں ایک ممتاز عالم علامہ عبد المجید خطیب، جو پاکستان میں سعودی سفیر کی حیثیت سے بھی رہے ہیں اور سعودی مجلس شوریٰ کے رکن بھی تھے، نے آپ ﷺ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا نام "تحیۃ للحبیب" ہے۔ مصر میں طبع ہوا ہے۔ اس کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

و صلی الله و الملائکة من قدیم ... علیه الله فی الرسل الکرام

و قال علیه صلوا یاعبادی ... و زیدوا فی التحیة و السلام

لهذا یارسول الله انی ... اتیت مقدما کل احترام

و حسبنی ان ترد علی سلامی ... بنفسک یا حبیبی بالسلام

علیک سلام الله یاسید الوریٰ ... و من قدره عند الاله عظیم

و فی مسجدی یاقوم صلو و سلموا ... علی فانی بالسلام علیکم

ارد علیکم بالسلام فخالقی ... یرد الی الروح و هو حکیم

و کان ابن فاروق یجئی اذاتی ... الیه من الاسفار و هو بهیم

ولم یعرض یوما علیه صحابی ... و هذا دلیل للجواز قویم

آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ قدیم (پہلے) سے رسولوں کے درمیان میں رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے میرے بندو میرے رسول ﷺ پر درود پڑھو اور ھدیہ سلام پیش کرو۔ یا رسول اللہ ﷺ اس لئے میں انتہائی ادب اور احترام سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اے میرے محبوب میرے لئے یہ کافی ہے کہ آپ ﷺ میرے سلام کے جواب میں سلام فرمادیجئے۔ اے سردار کائنات آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو۔ بارگاہِ الٰہی میں آپ کی بڑی عزّت وقدر و منزلت ہے۔ اے مسلمانوں میری مسجد میں مجھ پر درود و سلام عرض کیا کرو کیونکہ میں صلوٰۃ و سلام سنتا ہوں

---

[1] (طبقات الکبریٰ مصری ص ۹۵ ج ۲)

اور میرا خالق میری روح کو میری طرف متوجہ فرماتا ہے تو میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔ جب بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سفر سے تشریف لاتے تو بالارادہ آپ کے در پر حاضر ہوتے اور سلام عرض کرتے اور کسی صحابی رضی اللہ نے بھی آپ پر اعتراض نہیں کیا تو اس عمل پر یہ مضبوط دلیل ہے۔[1]

دلیل نمبر ۱۸۱ :

دیوبندی مسلک کے حکیم الامت مولوی تھانوی صاحب اپنے ایک خط میں سخت پریشانی کے وقت اپنے مرشد کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں:

یامرشدی یاموئلی یامغزعی — یاملجائی فی مبدئ ومعادی
ارحم علی یاغیاث فلیس لی — کھفی سوی حبکم من زاد
فاز الانام بکم وانی ھائم — فانظر الی برحمۃ یاھاد
یاسیّدی اللّٰہ شیئا انہٗ — انتم لی المجدی وانی جادی

اے میرے مرشد، میرے مولا۔ اے میرے وحشت کے انیس، اے میری دنیا و آخرت کی جائے پناہ، اے میرے فریادرس مجھ پر رحم فرمایئے کیونکہ میں محبت کے علاوہ کچھ نہیں رکھتا، اے ھادی مجھ پر نظر رحمت فرمایئے۔ اے میرے سردار اللہ کیلئے کچھ عطاء کیجیے کیونکہ آپ دینے والے ہیں اور میں سوالی ہوں۔[2]

دلیل نمبر ۱۸۲:

غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

من استغاث بی فی کربۃ کشفت — عنہٗ ومن نادی باسمی فی شدۃ
فرجت عنہ ومن توسل بی — الی اللہ عزّ وجل فی حاجۃ قضیت لہٗ

یعنی جو بھی تکلیف کے وقت مجھ سے فریاد کرے تو اس کی تکلیف ختم ہو جائے گی اور جو بھی سختی کے وقت میرا نام لے تو سختی دور ہو جائے گی اور جو بھی مجھے حاجت کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ کرے تو اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔[3]

---

[1](حیاۃالنبی سیدالکائنات ص ۱۳۲)(رحمت کائنات ص ۲۳۵، ص ۲۳۶ مولوی زاھدالحسینی صاحب)
[2](تذکرہ الرشید ص ۱۱۴ ج ۱)
[3](بھجۃالاسرار، خلاصۃالمفاخر، نزھۃالخاطر، تحفہ قادریہ، زبدۃالاثار)

دلیل نمبر ۱۸۳ :

در مختار میں ہے:

"ویقصد بالفاظ التشهد معانیها مرادة له علی وجه انشاء کانه یحیی الله ویسلم علی نبیه وعلی نفسه واولیاءه لا الاخبار عن ذلک ذکره فی المجتبی"۔

تشہد کے الفاظ سے ان کے معنٰی کو انشاء کے طریقے سے مراد لیا جائے گویا کہ نمازی تحیۃ خداوندی ادا کرتا ہے اور اس کے رسول پر سلام عرض کرتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ پر اور اپنے آپ پر سلام عرض کرتا ہے۔ اس سے مراد اخبار نہ لیا جائے۔[1]

دلیل نمبر ۱۸۴:

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی :

"یارسول الله کیف نصلی علیک یعنی فی الصلوۃ قال تقولون اللهم صلّی علی محمّد ... الخ"۔

یعنی حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم آپ پر نماز میں کس طرح درود پڑھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللهم صلّی علی محمّد ... الخ۔[2]

دلیل نمبر ۱۸۵ :

علامہ شامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" ای لا یقصد الاخبار والحکایة عما وقع فی المعراج منه ﷺ ومن ربه سبحانه ومن الملائکة علیهم السلام"۔

یعنی التحیات میں "السلام علیک ایها النبی" سے واقعہ معراج کی حکایت کا ارادہ نہیں کرنا چاہیے۔[3]

دلیل نمبر ۱۸۶ :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب ۵۶)

---

[1](درمختار ص ۳۵۴، البصائر ص ۱۰۵)
[2](جلاء الافهام لابن قیم ص ۱۶)
[3](ردالمختار ص ۳۵۸)

اس آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صلوٰۃ وسلام دونوں کا حکم فرمایا ہے۔ اس کی تعمیل میں امّتی الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہہ سکتا ہے۔ صلوّا کے حکم سے الصلوٰۃ اور سلموا کے حکم سے السلام اور علیہ کے حکم سے علیک یارسول للہ کہے۔ گویا "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" اس حکم کی تعمیل ہے اگر اس آیت کریمہ کی تعمیل درود ابراھیمی سے ہو تو یہ تعمیل پوری نہ ہوگی کیونکہ درود ابراھیمی میں صلوٰۃ ہے مگر سلام نہیں ہے اور آیت میں دونوں کا حکم ہے۔ لہٰذا آیت کریمہ کی مکمل تعمیل "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کے ساتھ ہوگی۔ اور رہی بات درود ابراھیمی کی کہ آپ ﷺ نے ہمیں تعلیم دی ہے تو یہ درود نماز کے ساتھ خاص ہے جسے تمام مسلمان پڑھتے ہیں۔[1]

دلیل نمبر ۱۸۷ :

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا:

"یامحمّد لا یصلی علیک احد الا صلی علیہ الف ملک و من صلت علیہ الملائکۃ کان من اھل الجنّۃ"۔

اے محبوب ﷺ آپ پر جو بھی ایک مرتبہ درود شریف پڑھے اس پر ہزار فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اور جس پر فرشتے درود شریف پڑھیں وہ جنتی ہے۔[2]

دلیل نمبر ۱۸۸ :

اتوار کے دن جب آپ ﷺ کا مرض شدت اختیار کر گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور پھر دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی "الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ"۔[3]

دلیل نمبر ۱۸۹ :

"یا عائشۃ الویل ثم الویل لمن لم یرنی یوم القیامۃ" اے عائشہ رضی اللہ عنہا اس شخص پر ہلاکت ہو جو قیامت کے دن بھی مجھے نہ دیکھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے محبوب ﷺ وہ کون بدبخت ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا جو بخیل ہوگا۔ پوچھا کہ بخیل کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جو میرا نام مبارک سنے اور مجھ پر درود پاک نہ پڑھے۔[4]

---

[1] (راہ حق ص ۳)
[2] (درۃ الناصحین ص ۲۷)
[3] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۶۱)
[4] (تذکرۃ الواعظین ص ۱۷۸)

دلیل نمبر ۱۹۰:

حضرت علی رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آپ ﷺ کے ساتھ سفر پر جارہا تھا ایک جگہ پہاڑی سلسلہ آیا ابھی ہم زیادہ دور بھی نہیں گئے تھے کہ ایک آواز آئی "الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ و السلام علیک یا حبیب اللہ" حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چاروں طرف دیکھا آواز تو آرہی ہے مگر کوئی نظر نہیں آرہا۔ آواز دوبارہ آئی مگر نظر کوئی نہ آیا، میں نے بارگاہِ اقدس میں عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ اس پہاڑ میں کون آپ کا عاشق ہے جو محبت سے درود پڑھ رہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا وہ پہاڑ نظر آرہا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں: فرمایا اس کی چوٹی نظر آرہی ہے تو میں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا کہ اس چوٹی پر ایک پتھر ہے جو مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے۔[1]

دلیل نمبر ۱۹۱:

ویتحول قدر زراع حتی یحاذی رأس الصدیق ایضاً" ویقول السّلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ، السّلام علیک یا صاحب رسول اللہ فی الغار، السّلام علیک یا رفیقہ فی الاسفار، السّلام علیک یا امینہ علی الاسرار جزاک اللہ عنّا"۔[2]

پھر ایک گز فاصلے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سرِ مبارک کے سامنے ہو جائے اور مذکورہ الفاظ سے سلام عرض کرے۔

دلیل نمبر ۱۹۲:

"ثم یرجع قدر نصف ذراع فیقول السلام علیکما یا ضجیعی رسول اللہ ﷺ ورفیقیہ ووزیریہ ومشیریہ والمعاونین لہ علی القیام فی الدین والقائمین بعدہ بمصالح المسلمین جزاکما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء"۔[3]

پھر نصف گز کے فاصلے سے واپس ہو کر مذکورہ الفاظ سے عرض کرے۔

دلیل نمبر ۱۹۳:

مولانا شیخ القرآن والحدیث عبد المتین دیوبندی شموزئ سواتی لکھتے ہیں کہ: بعض دشمنانِ اسلام یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ جیسے ندائیہ الفاظ سے اور زیارت قبور سے لوگوں کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غیر اللہ کو نداء کرنا (پکارنا) ناجائز ہے۔ حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ غائب کو نداء کرنا (پکارنا) جائز ہے۔[1]

---

[1](شفا شریف، بارہ تقریریں ص ۱۸۰)
[2](سراج الوہاج ھندیہ، مراقی ص ۴۴۹)
[3](سراج الوہاج، ھندیہ ص ۲۸۵)

دلیل نمبر ۱۹۴ :

"ان جسده الشريف لا يخلو عنه زمان ولا مكان ولا عرش ولا كرسى ولا قلم ولا بر ولا بحر ولا سهل ولا وعر ولا برزخ ولا قبر"۔

بیشک آپ ﷺ کے جسم مبارک سے نہ کوئی زمانہ خالی ہے نہ مکان، نہ عرش، نہ کرسی، نہ قلم، نہ جنگل، نہ دریا، نہ نرم زمین، نہ سخت زمین نہ برزخ نہ قبر۔[2]

دلیل نمبر ۱۹۵ :

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِینَ مِنْ اَنفُسِهِمْ (الاحزاب ٦) یعنی آپ ﷺ مومنوں سے انکی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔[3]

دلیل نمبر ۱۹۶ :

حضرت مولوی حمد اللہ جان دیوبندی لکھتے ہیں :

"ويقصد بالفاظ التشهد معانيها مرادة له على وجه الانشاء كانّه يحيى الله تعالٰى ويسلم على نبيه ﷺ وعلى نفسه"۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیھم الرضوان اور تمام امت کے لوگوں نے نداء کی ہے لہذا یہ کفر اور شرک نہیں ہے اگر کوئی دور سے پکارنے کو کفر و شرک کہتا ہے تو وہ خود اپنے آپ کو کافر بناتا ہے۔[4]

دلیل نمبر ۱۹۷ :

حضرت علامہ پیر طریقت شمع ھدایت شیخ گل صاحب لنڈی کوتل رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں "الصّلٰوۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ" درود شریف ہے اور اذان سے پہلے اور بعد میں درود شریف پڑھنے کا بہت ثواب ہے یہ بات کتاب وسنت اور اقوال علماء اہلسنّت سے واضح ہے۔[5]

---

[1] (الرسائل الستہ فی المسائل الستہ ص ۵۷)
[2] (جواھر البحار ص ۴۸۳)
[3] (تحذیر الناس ص ۱۴، عقائد اھلسنت ص ۹۶)
[4] (البصائر ص ۱۰۵، مراقی ص ۱۷۰، ھندیہ ص ۹۸، اثبات الاغراض ص ۲۵)
[5] (اوضح البیان ص ۱۴۰)

دلیل نمبر ۱۹۸:

آپ ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اس طرح ندائیہ کلمات کی تعلیم دی ہے۔ "السّلام علیک ایھّا النبی۔۔۔ الخ" اس غرض سے کہ یہ نداء قیامت تک ہو گی اور وقت زمین کے اوپر اور اندر دونوں کو شامل ہے تو اس سے نداء بعد الوفات ثابت ہوئی اس پر صحابہ کرام علیہم رضوان، تابعین اور آئمہ اربعہ اور تمام امت نے عمل کیا ہے۔[1]

دلیل نمبر ۱۹۹ :

قولہٗ تعالیٰ حکایۃ عن شعیب علیہ السلام " وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِینَ کَفَرُو ا مِن قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُونَ (۹۰) فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جٰثِمِينَ (الاعراف ۹۱) "ای بارکین علی الرکب متین (الی قولہ) وقال یا قوم لقد ابلغتکم رسالٰت ربّی و نصحت لکم فکیف أسی علی قوم کافرین۔

اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کا قصّہ یوں سنایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے کافر سردار بولے کہ اگر تم شعیب علیہ السلام کے تابع ہوئے تو تم ضرور نقصان میں رہو گے تو انہیں زلزلے نے آلیا تو صبح اپنے اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے والے گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے۔ شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے والے ہی تباہی میں پڑے تو شعیب علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا اے میری قوم میں تمھیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمھارے بھلے کو نصیحت کی تو کیونکر کافروں کا غم کروں۔

دلیل نمبر ۲۰۰ :

دیوبندی مسلک کے ممتاز عالم مولوی حمداللہ صاحب لکھتے ہیں:

" یستحب ان یقال عند سماع الاول من الشہادۃ صلّی اللہ علیک یا رسول اللہ ، و عند الثانیہ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ "۔

مستحب ہے کہ اذان میں پہلی مرتبہ اشھد انّ محمد رسول للہ ﷺ پر صلی اللہ علیک یا رسول للہ اور دوسری شھادت کے وقت قرّۃ عینی بک یا رسول اللہ کہے۔[2]

دلیل نمبر ۲۰۱:

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال اذا اصاب احد کم جرحۃ بارض فلاۃ فلینا داعینو ایا عباداللہ یرحمکم اللہ"۔

---

[1] (اثبات الاغراض ص ۶۵، البصائر ص ۱۰۵)

[2] (البصائر ص ۱۰۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی کسی جنگل میں گرفتار ہو جائے تو یوں آواز دے کہ اللہ تعالیٰ کے بندو تم پر اللہ کی رحمت ہو میری مدد کرو۔[1]

دلیل نمبر ۲۰۲ :

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیفَۃً فِی الْاَرْضِ (ص ۲۶)

اے داوٗد (علیہ السلام) ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا۔

دلیل نمبر ۲۰۳ :

یٰعِیسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِ (المائدۃ ۱۱۰)

اے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام میرے احسانات کو یاد کرو۔

دلیل نمبر ۲۰۴ :

یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ (مریم ۷)

اے زکریا (علیہ السلام) ہم آپ کو خوشخبری سناتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲۰۵ :

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ (مریم ۱۲)

اے یحیٰ (علیہ السلام) کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

دلیل نمبر ۲۰۶ :

یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ (المزمل ۱)

اے کمبل میں لپٹنے والے۔

دلیل نمبر ۲۰۷ :

یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ (المدثر ۱)

اے بالا پوش اوڑھنے والے۔

[1] (تفسیر کبیر ص ۱۶۳، البصائر ص ۱۵، اثبات الاعراض ص ۶۵، فدائے یا محمد ص ۱۵۲، ضیاء الصدور ص ۱۷، جآء الحق ص ۱۹۸، سماع البعید ص ۱۰۹، روح البیان ص ۱۱۷ ج ۲، الحجج البیّنات ص ۹، حصن حصین مع شرح تحفۃ الزاکرین ص ۱۸۱ + ص ۱۸۲، کتاب الاذکار ص ۲۰۱، الرسائل الستہ فی المسائل الستہ ص ۵۶، تنبیہ الضمائر ص ۳۹، اطیب البیان ص ۵۵، المسائل المنتخبہ ص ۲۳، فتنۃ الوھابیۃ ص ۷۰، مقیاس مناظرہ ص ۲۶)

دلیل نمبر ۲۰۸ :

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب ۳۲)

اے نبی کریم (ﷺ) کی ازواج مطہرات آپ دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہیں۔

دلیل نمبر ۲۰۹ :

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ (الاحزاب ۳۰)

اے ازواج مطہرات آپ میں سے جو آئیں۔

دلیل نمبر ۲۱۰ :

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا جب آپ ﷺ جا رہے تھے۔ ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں اونٹ کو قتل کیا گیا تھا اور لوگ جمع تھے۔ جب آپ ﷺ اونٹ کے قریب ہوئے تو اونٹ نے آپ ﷺ کو دیکھ کر آواز دی "اغثنی یا رسول اللہ" اے اللہ کے رسول ﷺ میری دادرسی فرمایئے۔[1]

دلیل نمبر ۲۱۱ :

جب نبوتِ سرکارِ مدینہ کا ظہور ہوا تو اس دن تمام جمادات نے ان الفاظ سے سلام پیش کیا:

"السّلام علیک یا رسول اللہ"۔[2]

دلیل نمبر ۲۱۲ :

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (پیر و مرشد اکابر دیوبند) لکھتے ہیں:

آپ کی فرقت نے مارا یا نبی ﷺ — دل ہوا غم سے دوپارہ یا نبی ﷺ
طالب دیدار ہوں دکھلایئے — روئے نورانی خدارا یا نبی ﷺ
حق تعالیٰ کے تم ہی محبوب ہو — کون ہے ہمسر تمہارا یا نبی ﷺ
لیجئیے در پر بلا کب تک پھروں — دربدریاں مارا مارا یا نبی ﷺ
باغِ جنت سے ہے افضل لاکھ بار — مجھ کو وہ کوچہ تمھارا یا نبی ﷺ
چین آتا ہے میرے دل کو تمام — نام لیتے ہیں تمھارا یا نبی ﷺ

---

[1] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۹۰)

[2] (جواھر البحار ص ۱۷۹)

مرتے دم گر دیکھ لوں روئے شریف   زندگی ہووے دوبارہ یا نبی ﷺ[1]

اگر ہم اہلسنت کو یارسول اللہ کہنے پر وہابی "مشرک" کہتے ہیں تو انکا اپنا پیر و مرشد بھی مشرکین کے زمرہ میں آتا ہے اور اگر وہ مشرک نہیں تو "یارسول اللہ" کا نعرہ لگانے والے بھی مشرک نہیں الغرض جن مسائل میں علماء و عوام مشرک نہیں ہوتے تو ان کو مشرک کہنا خود مشرک ہونا ہے۔[2]

دلیل نمبر ۲۱۳ :

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا (الاحزاب ۴۵)

اے نبی غیب کی خبر دینے والے ہم نے آپکو گواہ بنا کر بھیجا۔

دلیل نمبر ۲۱۴:

"وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ من خبر الاولین والاٰخرین وما کان وما ھو کائن قبل ذلک من فضل اللہ علیک یا محمدمن خلقک"۔

یارسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولین وآخرین کا علم دیا ہے جنکا آپ کو علم نہ تھا اور آپ کے پیدا ہونے کے بعد آپ کو ما قبل اور بعد میں ہونے والے تمام اشیاء کا علم عطا فرمایا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے۔[3]

دلیل نمبر ۲۱۵ :

مشہور فقیہ عبدالرحمٰن بن الشیخ محمد بن سلیمان الحنفی المعروف بداماد آفندی لکھتے ہیں:

"ویقول السلام علیک یا رسول اللہ اسئلک الشفاعۃ الکبرٰی و اتوسل بک الی اللہ تعالٰی فی ان اموت مسلما علی ملتک و سنتک"۔

یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر سلامتی ہو میں آپ ﷺ کی شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کو وسیلہ بناتا ہوں کہ میں آپ ﷺ کی ملت اور سنت پر مسلمان ہو کر مروں۔[4]

---

[1] (بحوالہ تحفہ محمدی ص ۲۲، حصہ چہارم)

[2] (برکاتِ میلاد شریف و سلام و قیام)

[3] (ابن جریر ص ۱۶۳ ج ۵)

[4] (مجمع الانہر ص ۳۱۳ ج ۱، بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۶۱)

دلیل نمبر ۲۱۶ :

علامہ سیّد احمد طحطاوی رحمتہ اللہ علیہ "الشفاعة" کی تشریح فرماتے ہیں "ای نطلب منک الشفاعة یا رسول اللہ" یا رسول اللہ ہم آپ سے شفاعت کی التجاء کرتے ہیں۔[1]

دلیل نمبر ۲۱۷ :

"ویبلغه سلام من اوصاه فیقول السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان یشفع بک الی ربک فاشفع له ولجمیع المسلمین۔۔۔الخ"۔

جو شخص کسی کو آپ ﷺ پر سلام کرنے کی وصیت کرے تو وہ بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر یوں سلام عرض کرے کہ یا رسول اللہ فلان ابن فلان آپ کی خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں اور آپ کو بارگاہِ خداوندی میں وسیلہ بناتے ہیں ان کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمایئے۔[2]

دلیل نمبر ۲۱۸ :

خاتم المحدثین برکتہ المصطفیٰ فی الہند حضرت مولانا عبدالحق محدث دھلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"صلّی اللہ علیک یا رسول اللہ، وسلم علیک یا حبیب اللہ"۔[3]

دلیل نمبر ۲۱۹ :

"واخرج ابویعلیٰ عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ سمعتُ رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسیٰ بن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبنّہ"۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا فرمایا کہ قسم اس ذات (خداوندی) کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، وہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو نازل فرمائیگا (آسمان سے اتارے گا) کہ جو میری قبر شریف پر کھڑے ہو کر یا محمد (ﷺ) کہیں گے تو میں ضرور جواب دونگا۔

دلیل نمبر ۲۲۰ :

وایضاًقال رئیس المخالفین مولوی اشرف علی تھانوی۔

یاشفیع العباد خذ بیدی　　　　انت فی الاضطرار معتمدی

---

[1] (طحطاوی ص ۴۰۶)
[2] (عالمگیری ص ۲۸۲ ج ۱)
[3] (تکمیل الحسنات ص ۷)

اے بندوں کی شفاعت کرنے والے میری دستگیری فرمایئے کیونکہ آپ پر میرا اعتماد و بھروسہ ہے۔[1]

دلیل نمبر ۲۲۱ :

قَالُوا يٰاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا اِنَّا كُنَّا خٰطِئِينَ (یوسف ۹۷)

بولے اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے بیشک ہم خطاوار ہیں۔

دلیل نمبر ۲۲۲ :

قوله تعالیٰ حکایه عن صالح علیه السلام وقالوا وَ قَالُوا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جٰثِمِينَ ﴿۷۸﴾ (بارکین علی الرکب میتین) فَتَوَلّٰى (اعرض صالح) عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّونَ النّٰصِحِينَ ﴿۷۹﴾ (ای بعد ان هلکوا وما توا کما خاطب النبی الکفار من قتلی بدر حین القوا فی القلیب فقال عمر رضی اللہ عنہ یارسول اللہ کیف تکلم اقواما قد جیفوا فقال ماانتم باسمع لما اقول منهم ولکن لا یجیبون۔ (جلالین وصاوی)

یعنی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مُردوں کو آواز دینا (پکارنا) جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کا قصہ یوں بیان فرمایا ہے:

بولے اے صالح ہم پر لے آئو وہ عذاب جس کا تم وعدہ کر رہے ہو اگر تم رسول ہو تو انھیں زلزلے نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ تو صالح علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا اے میری قوم! بیشک میں نے تمھیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی اور تمھارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرض (پسند کرنے والے) ہی نہیں۔ (کنزالایمان) یہ باتیں اور نداء اور حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کی ہلاکت اور موت کے بعد کی ہیں جیسے کہ آپ ﷺ نے ان کفار کو خطاب فرمایا تھا جو میدان بدر میں قتل کئے گئے تھے اور پھر کنویں میں پھینک دیئے گئے تھے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ان لوگوں سے باتیں کرتے ہیں جو مر گئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن یہ لوگ جواب نہیں دے سکتے یعنی یہ ہے کہ ایسا جواب نہیں دیتے جو تم نہیں سنتے۔

---

[1] (نشر الطیب ص ۱۹۴)

دلیل نمبر ۲۲۳ :

مسلک اہل سنّت میں عقیدت سے یا شیخ عبد القادر جیلانی اور اسی طرح دیگر اولیاء مثلاً پیر بابا، داتا گنج بخش، شاہ سمنگاں وغیرہم کو نداء کرنا (پکارنا) جائز ہے اور جو شخص ان الفاظ کے قائلین کو مشرک، کافر یا مرتد و ملعون کہتا ہے وہ خود ملعون، و کافر ہے۔ (الحق المبین)

وہابیوں کے امام ابن قیم نے بھی یہ حدیث بطور استدلال نقل کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ مردے سنتے ہیں جب عام مردوں کا سننا ثابت ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی سماعت بدرجہ اولیٰ ثابت ہے۔

دلیل نمبر ۲۲۴ :

مولوی حمد اللہ جان دیوبندی صاحب جب حج کیلئے تشریف لے گئے تو امام الخوارج فی زمانہ مولوی محمد طاہر پنج پیری بھی گیا اور مکہ میں ان سے مناظرہ کیا اور پنج پیری کو ملامت کر کے شرمندہ کیا۔ دورانِ مناظرہ مولانا سیّد جلال الدین نے مفتی مکہ مکرمہ سے پوچھا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ دربار نبوی سے باہر (دور) پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مفتی مکہ مکرمہ نے کہا کہ میں یہاں بھی الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھتا ہوں یعنی مکہ مکرمہ میں اور یہ میرے نزدیک جائز ہے۔[1]

دلیل نمبر ۲۲۵ :

دیوان قاضی بیدل میں اسطرح نداء کی گئی ہے:

یا شفیع المذنبین المستغاث　　　یا امام المتقین المستغاث[2]

دلیل نمبر ۲۲۶:

شیخ القرآن والحدیث حافظ کفایت اللہ دیوبندی لکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص بطورِ وظیفہ یہ وظیفہ پڑھے "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأللہ اقض حاجتی باذن اللہ و بحرمة محمد بن عبداللہ" اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ انھیں یہ آواز سُنا دے گا بطور کرامت تو یہ فعل جائز ہے۔ اور شیأ مصدر ہے شوی یشوی شواءً سے مطلب یہ ہوا کہ محبت الٰہی میں بھُنا ہوا۔[3]

دلیل نمبر ۲۲۷ :

مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ "یا دافع البلاء والوباء" کہنا جائز ہے۔ اس میں آپ ﷺ کی طرف نسبت مجازاً ہوئی ہے۔[1]

---

[1] (دعوۃ التوحید والسنۃ ص ۴)

[2] (دیوان، قاضی بیدل ص ۲۶)

[3] (الذخائر لاہل البصائر ص ۲۱)

دلیل نمبر ۲۲۸ :

مولانا موصوف لکھتے ہیں جب کوئی شخص درود شریف "الصّلوٰۃ و السّلام علیک یا رسول اللہ" پڑھے تو آپ ﷺ خود بطورِ خرقِ عادت اپنے کان مبارک سے سنتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲۲۹ :

دارالعلوم حقّانیہ کے مفتی و شیخ الحدیث مفتی محمد فرید سے پوچھا گیا "یا محمّد و یا رسول اللہ" کہنا جائز ہے یا نہیں ؟ آپ نے جواب دیا کہ یا محمّد لکھنا اور پڑھنا جائز ہے اسکی مخالفت کرنے والے سلفی اور وھابی ہیں ۔(فتویٰ ہمارے پاس موجود ہے)

دلیل نمبر ۲۳۰ :

حضرت علامہ حافظ کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ ایک اعرابی آپ ﷺ کی وفات کے بعد روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور اپنے سر پر خاک پاک ڈالی اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ جو قرآن پاک آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت کریمہ بھی ہے "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنفُسَهُمْ جَآءُوکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾ " میں حاضر ہو اہوں میرے لیے دعا فرمایئے تو قبر انور سے آواز آئی کہ تمھاری بخشش ہو گئی ہے۔[2]

دلیل نمبر ۲۳۱ :

شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ بعض لوگ طریقت کے مقاصد کے حصول کیلئے ختم کرتے ہیں اس میں گیارہ مرتبہ "یاشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ شیأللہ" پڑھتے ہیں۔[3]

دلیل نمبر ۲۳۲ :

خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں "الصلوۃ والسّلام علیک یارسول للہ" پڑھنا بیشک جائز ہے اس کو شرک کہنا جہالت اور گمراہی ہے۔[4]

دلیل نمبر ۲۳۳ :

مولانا قاضی حبیب الحق پر مولوی دیوبندی لکھتے ہیں انبیاء واولیاء کو نداء کرنا بطریقہ توسل جائز ہے۔[1]

---

[1](الذخائر لاھل البصائر ص ۲۱)

[2](تفسیر ابن کثیر ص ۵۲۰ ج ۱، الذخائر ص ۵، تسکین الصدور ص ۳۵۲)

[3](بحوالہ اظہار حق ص ۵۲، میاں ظاھر شاہ مدین سوات)

[4](راہ حق ص ۲)

دلیل نمبر ۲۳۴ :

الحمد للہ اہلِ سنت وجماعت "الصلوۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ" پڑھتے ہیں جو آیت کریمہ کی تعمیل ہے۔[2]

دلیل نمبر ۲۳۵ :

مولانا شمس الحق افغانی جامعہ اسلامیہ بہاولپور لکھتے ہیں یا رسول اللہ شوق و محبت سے پڑھنا جائز ہے اور جب کوئی شخص تشھد میں بیٹھے تو اپنے دل میں آپ ﷺ کو حاضر کر کے السلام علیک ایھا النبی کہے۔[3]

دلیل نمبر ۲۳۶ :

حضرت مولانا حافظ کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں "ان فلتت دابۃ احد کم فلیصلی رکعتین والیقراء فاتحۃ الکتاب فلیقل یا سیّدی احمد بن علوان ان لم ترد علیّ ضالتی لنزعتک من دیوان الاولیاء وھذا مجرب" اس میں میت سے توسل کرنا اور اسے (نداء کرنا) پکارنا ثابت ہے۔[4]

دلیل نمبر ۲۳۷ :

آپ ﷺ کے دربار گہربار میں آپ ﷺ پر درود شریف "الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" پڑھا جاتا ہے۔ جس میں آیتِ کریمہ کی تعمیل ہے۔ جو لوگ مذکورہ درود شریف کو شرک کہتے ہیں ان سے پوچھنا چاہیے کہ آیا یہ لوگ صبح و شام دربار نبوی میں شرک کرتے ہیں بلکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہاں شرک نہیں ہے مگر یہاں شرک ہے۔ چونکہ یہ لوگ ہر کارِ خیر کو شرک کہتے ہیں اس لیے اگر درود شریف کو بھی شرک کہیں تو کوئی تعجب نہیں۔[5]

دلیل نمبر ۲۳۸ :

"اشفع لامتی حتی ینادینی ربی ارضیت یا محمّد فاقول ای رب رضیت" (فیصلہ حق و باطل) آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھ سے فرمائیگا کہ یا محمد ﷺ کیا آپ راضی ہو گئے ہیں میں عرض کرونگا کہ اے میرے رب میں راضی ہو گیا۔

---

[1](المسائل المنتخبہ ص ۳۳)
[2](راہِ حق ص ۲)
[3](صحیح مسلک ص ۱۶، امدادالفتاویٰ ص ۳۸۳ ج ۵)
[4](شامی ص ۳۳۴ ج ۳، الذخائر ص ۷)
[5](راہِ حق ص ۷)

دلیل نمبر ۲۳۹ :

"یامحمدارفع رأسک وقل تسمع وسل تعط واشفع تشفع فاقول یارب امتی امتی"۔[1]

روزِ قیامت اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے فرمائیگا کہ سر اٹھایئے اور فرمایئے سُنا جائیگا مانگئے عطا کیا جائیگا۔شفاعت فرمایئے قبول ہو گی،میں عرض کرونگا کہ یا اللہ میری امت کو معاف فرما۔

دلیل نمبر ۲۴۰ :

مولانا عبد الجبار دیوبندی لکھتے ہیں: انبیاء کرام علیھم السلام کو آواز دینا جائز ہے۔اگر کوئی کہے "یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا رحمۃ للّعٰلمین، یا محمد ﷺ یا احمد، یا عیسیٰ، یا موسیٰ، یا داؤد، یا زکریا، یا ایھا النبی، یا ایھا الرسول، یا ایھا المزمل، یا ایھا المدّثر، یا آدم علیھم السلام، یہ سب جائز ہیں "۔[2]

دلیل نمبر ۲۴۱ :

تمام صحابہ کرام علیھم الرضوان، تابعین، تبع تابعین، آئمّہ، اولیاء اللہ اور تمام اہلِسنت یہ درود شریف پڑھتے ہیں "الصلوۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ" اور کہتے ہیں کہ یہ درود شریف حق ہے۔[3]

دلیل نمبر ۲۴۲ :

آپ ﷺ کو احترام کے ساتھ یا محمد ﷺ سے پکارنا جائز ہے۔[4]

دلیل نمبر ۲۴۳ :

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن میں کوہِ حرا پر تھا کہ غیبی آواز یوں آئی "یا محمد انک رسول اللہ" میں نے ارد گرد دیکھا کوئی نظر نہ آیا۔اوپر دیکھا تو وہ فرشتہ نظر آیا جو وحی لیکر غارِ حرا آیا تھا۔[5]

---

[1](مشکوٰۃ شریف ص ۴۸۸)

[2](سنن الھدیٰ ص ۵)

[3](راہِ حق ص ۹۲)

[4](ندائے یا محمد ﷺ ص ۱۷)

[5](شانِ حبیب الرحمٰن ص ۲۰۹)

دلیل نمبر ۲۴۴ :

حضرت علامہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روح البیان میں لکھا ہے کہ درود شریف کی بہت فضیلت ہے ہر مسلمان کو چاہیے کہ یہ درود شریف پڑھے: "الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ" یا حبیب اللہ، یا خلیل اللہ"۔[1]

دلیل نمبر ۲۴۵ :

مولانا حمد اللہ جان دیوبندی لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی وفات پر فرمایا:

"یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ جنۃ الفردوس ماواہ"۔

اے میرے والدِ محترم آپ نے رب کی دعوت قبول فرمائی۔ اے میرے ابا جان جنت الفردوس آپ کا ٹھکانہ ہے۔[2]

دلیل نمبر ۲۴۶ :

حضرت مولانا نوران شاہ صاحب لکھتے ہیں:" یارسول اللہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں، آپ کے وسیلے سے دنیا روشن ہوئی آپ کی مثل کوئی نہیں، میں اپنا سر و مال آپ پر قربان کرونگا...الخ"۔[3]

دلیل نمبر ۲۴۷ :

آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا " یا محمد ارسلنی اللہ الیک تکریما لک و تشریفا لک خاصۃ لک"۔[4] اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں آپ کی تعظیم و تکریم کیلئے بھیجا کیا ہے۔

دلیل نمبر ۲۴۸ :

"یا محمد من ادرک احد والدیہ فلم یدخلاہ الجنّۃ فابعدہٗ اللہ ثم ابعدہ"۔

اے محبوب ﷺ جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پایا اور انکی خدمت کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو اپنی رحمت سے دور فرمائے۔[1]

---

[1](شانِ حبیب الرحمٰن ص ۱۵۷)
[2] (بخاری شریف، البصائر ص ۱۰۵)
[3](کیمیائے صداقت ص ۵)
[4](بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۴۹)

دلیل نمبر ۲۴۹ :

احادیث اور فقہ کی کتابیں ثابت کرتی ہیں کہ ہمیشہ کیلئے یارسول اللہ کہنا مستحب اور باعثِ برکت ہے۔[2]

دلیل نمبر ۲۵۰ :

یامحمدان ربّک یقرأعلیک السلام ... (الخ)۔

اے محبوب ﷺ بیشک اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے۔[3]

دلیل نمبر ۲۵۱ :

"کلھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاءک یامحمد"۔

سب لوگ میری رضا طلب کرتے ہیں اور میں آپ کی رضا چاہتا ہوں۔[4]

دلیل نمبر ۲۵۲ :

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ معراج کی رات میں نے انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی: "فحانت الصلوۃ فاممتھم فلما فرغت من الصلوٰۃ قال لی قائل یامحمد ھذا ملک خازن النار فسلم علیہ فالتفت الیہ فبدأنی بالسّلام" نماز کا وقت آیا تو میں نے انبیاء کی امامت کی جب میں نماز سے فارغ ہوا تو غیبی آواز آئی کہ یا محمد ﷺ یہ دوزخ کا نگران فرشتہ مالک ہے سلام کیجئے جب میں نے انکی طرف دیکھا تو اس نے مجھ پر سلام کرنے میں پہل کی۔[5]

دلیل نمبر ۲۵۳ :

میں مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وھابی، پنج پیری، مودودی، تبلیغی کے چکر میں نہ آئیں بلکہ ذوق وشوق سے رحمتوں والا درود شریف "الصّلوۃ والسّلام علیک یارسول اللہ، الصّلوۃ والسّلام علیک یا حبیب اللہ" پڑھیں۔[6]

دلیل نمبر ۲۵۴ :

"یامحمد من أمن بی ولم یؤمن بالقدر خیرہ وشرہ فلیلتمس ربا غیری"۔[7]

---

[1](جلاءالافہام ص ۶۵)

[2](بحوالہ ندائے یامحمد مفتی غلام سرور سیفی ص ۵۴، روح البیان ص ۲۲۸ ج۷)

[3](الاتحافات السنیہ ص ۴۴)

[4](تکمیل الایمان ص ۲۰)

[5](مشکوٰۃ ص ۵۳۰)

[6](راہِ حق ص ۲۶)

[7](الاتحافات السنیۃ ص ۲۲)

اے محبوب ﷺ جو مجھ پر ایمان لائے اور تقدیر خیر و شر پر ایمان نہ لائے تو وہ اپنے لیے، میرے علاوہ دوسرے خدا کو تلاش کرے۔

دلیل نمبر ۲۵۵ :

حضرت مولانا حمد اللہ جان دیوبندی لکھتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ اور یا محمد ﷺ بطور استعانت جائز ہے۔[1]

دلیل نمبر ۲۵۶ :

مولوی فقیر محمد عباس قادری دیوبندی لکھتے ہیں۔ ہر مصیبت اور آفت سے بچنے اور سلامتی کیلئے "الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" بہترین وظیفہ ہے۔ خواہ وہ مصیبت بمباری یا توپوں کی گولیاں کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ جو آپ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے تو آپ بھی اس پر ضرور پڑھتے ہیں تو جس کیلئے آپ ﷺ سلامتی کی دعا فرماتے ہیں تو وہ یقیناً سلامت رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی دعا رد نہیں فرماتا۔[2]

دلیل نمبر ۲۵۷ :

یا محمد، یارسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگانا مسجدوں میں یا گھروں میں ادب سے تو یہ جائز اور باعث برکت ہے۔[3]

دلیل نمبر ۲۵۸ :

"یامحمد اخبرنی عن الاسلام"۔[4]

جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی یا محمد ﷺ مجھے اسلام کے بارے میں خبر دیجیے۔

دلیل نمبر ۲۵۹ :

جو شخص "الصّلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" اس نیت سے پڑھے کہ فرشتے بارگاہِ نبوی میں پیش کریں گے تو اس طرح اس درود شریف کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔[5]

---

[1] (البصائر ص ۱۴۹)
[2] (دم درھہ ص ۲۸)
[3] (میزائل ص ۱ ،اقتدار احمد خان شیخ الحدیث)
[4] (مشکوۃ شریف وصحیحین)
[5] (اختلافِ امت وصراط مستقیم ص ۴۶، مولانا لدھیانوی)

دلیل نمبر ۲۶۰ :

حضرت ملک الموت عزرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی روح قبض کرنے کیلئے جب تشریف لائے تو عرض کیا کہ "یا محمدان اللہ ارسلنی الیک"۔[1]

دلیل نمبر ۲۶۱ :

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان افغانی قندھاری ثم فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

بکار خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ ﷺ
پریشانم پریشانم اغثنی یا رسول اللہ ﷺ

ندارم جز تو ملجائے ندانم جز تو ماوائے
توئی خود سازو سامانم اغثنی یا رسول اللہ ﷺ[2]

دلیل نمبر ۲۶۲ :

مولانا موصوف لکھتے ہیں :

حبیبی یا رسول اللہ ﷺ
اغثنی یا رسول اللہ ﷺ

خدا کے بعد ہے تیری
بڑائی یا رسول اللہ ﷺ

فرشتے تجھ کو دیتے ہیں
سلامی یا رسول اللہ ﷺ

ثناء خواں ہوگئی ساری
خدائی یا رسول اللہ ﷺ

مصیبت میں ضرورت ہے
مدد کی یا رسول اللہ ﷺ[3]

دلیل نمبر ۲۶۳ :

امام واقدی (م ۲۰۷ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب مسلمانوں کا روم کے عیسائیوں سے مقابلہ ہوا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس جہاد میں پیش پیش تھے ان کا نعرہ یا محمداہ تھا۔

"کان خالدا امامنا فی حملتہ و نحن من ورائہ و کان شعارنا یا محمداہ یا منصور امتک امتک"۔[4]

---

[1] (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۸۹)
[2] (بحوالہ اغثنی یا رسول اللہ ص ۲۲، محمد منشاء تابش قصوری)
[3] (اغثنی یا رسول اللہ ص ۱۳۰)
[4] (فتوح الشام ص ۱۴۱)

دلیل نمبر ۲۶۴ :

وسعت رزق کیلئے امام شاہ احمد رضا خان افغانی قندھاری ثم بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وظیفہ بتایا کہ جو کہے:
" یا رسول اللہ یا نبی اللہ اغثنی و امددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات " تو اللہ تعالیٰ اسکی مشکلات آسان فرما دیگا۔[1]

دلیل نمبر ۲۶۵ :

مولانا نورالدین دیوبندی لکھتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کو پکارنا جائز اور اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔[2]

دلیل نمبر ۲۶۶ :

حضرت مفتی اقتدار احمد خان نے لکھا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک جس طرح یا اللہ لکھنا، پڑھنا جائز ہے اسی طرح یا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی جائز ہے۔

دلیل نمبر ۲۶۷ :

حضرت عبید اللہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے قنسر کو فتح کرنے کیلئے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ کو بھیجا۔ راستے میں دشمن کے ۵۰۰۰ کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا جنگ کے دوران ہی دشمنوں کا ۵۰۰۰ کا لشکر مزید امداد کیلئے پہنچ گیا۔ مسلمان مصیبت میں پھنس گئے۔ انتہائی بے قراری کی حالت میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
"یامحمداہ یامحمداہ یا نصر اللہ انزل یا معشر المسلمین اثبتو ا انما ھی الساعۃ وانتم الاعلون"۔
یا محمد یارسول اللہ ﷺ اے اللہ کی مدد نازل ہو۔ اے مسلمانوں ثابت قدم رہو تھوڑی دیر مصیبت ہے پھر غلبہ ہمارا ہے۔[3]

دلیل نمبر ۲۶۸ :

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "نعرہ رسالت یا رسول اللہ" کہنا جائز ہے۔ قرآن و حدیث سے جائز ہے۔ "قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُولُ اللّٰہِ اِلَیکُمْ جَمِیعاً" اے محبوب فرمایئے کہ لوگوں میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے تمام انسانوں کو "یا" سے خطاب کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے

---

[1] (شمع شبستان رضا حصہ دوم)
[2] (نور الوسیلہ ص ۳۲)
[3] (فتوح الشام ص ۲۹۸)

کہ اس کے مخاطب کون ہیں؟ آیا مکہ کے لوگ تھے جو آپ کے سامنے تھے۔ اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر یہ کہنا ہوگا کہ آپ کو صرف اُن ہی لوگوں کیلئے رسول بنایا گیا۔ اور یہ حکم "أمنو اباللہ و رسولہ۔۔۔الخ" ۔ یہ بھی صرف انہیں لوگوں کیلئے ماننا پڑے گا۔ مگر بات یہ نہیں ہے بلکہ یہ خطاب تمام بنی نوع انسان سے ہے جو قیامت تک آنے والے ہیں۔ کیونکہ خطاب عام ہے اور لفظ (جمیعاً) اس پر قرینہ ہے۔ جیسا کہ اس پر مفسرین کرام کا اتفاق ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے تمام بنی نوع انسان کو "یا" سے خطاب کیا۔[1]

دلیل نمبر ۲۶۹:

مولانا محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں "اگر کوئی شخص عشق و محبت کی وجہ سے 'یا رسول اللہ' کہے تو جائز ہے۔[2]

دلیل نمبر ۲۷۰:

غیر مقلدین کے پیشوا مولوی وحید الزماں لکھتے ہیں:

"ماتقولہ العامہ یا رسول اللہ أو یا علی او یا غوث النداء لا نحکم بشر کھم کیف و قد نادی رسول اللہ ﷺ قتلٰی بدر یا فلاں ابن فلاں و فلان بن فلاں"۔[3]

عام لوگ جو یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث کے نعرے لگاتے ہیں ہم صرف ان کے اس کہنے کی وجہ سے انھیں مشرک نہیں کہتے اور کیسے مشرک کہیں گے کہ خود آپ ﷺ نے مقتولین بدر (کفّار) کو یا فلان بن فلان سے خطاب فرمایا تھا۔ اور عثمان بن حنیف رحمتہ اللہ علیہ کی حدیث میں **"یا محمد"** کا لفظ بھی آیا ہے اور اس حدیث کو بیہقی اور جزری نے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ دوسری روایت میں **"یا رسول اللہ"** بھی آیا ہے اور یہ الفاظ **یا عباد اللہ اعینونی** بھی حدیث میں آیا ہے۔[4]

دلیل نمبر ۲۷۱:

مولانا نور محمد بشیر لکھتے ہیں **"یا رسول اللہ یا علی یا غوث"** کے نعروں کو شرک نہیں کہا جا سکتا جو انھیں مشرک کہے وہ سخت غلطی پر ہے۔[5]

---

[1] (راہِ حق ص ۲۸)
[2] (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۴۵)
[3] (ھدیۃ المھدی ص ۲۴)
[4] (ھدیۃ المھدی ص ۲۴)
[5] (خطبات ص ۱۹٦)

دلیل نمبر ۲۷۲ :

مولانا حافظ نذیر احمد حافظ انوری لکھتے ہیں:

"اغثنی سیّدی انظر بحالی یا رسول اللہ تقبلنی و لا تردد سوالی یا رسول اللہ"۔[1]

دلیل نمبر ۲۷۳:

حضرت مولانا فقیہہ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

حبیبی حبی محبوبی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
محبی حبی مطلوبی اغثنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
عبیدک فی الرزایا و المراضا مستغیث یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
طبیبی طبی مصحوبی اغثنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[2]

دلیل نمبر ۲۷۴:

حضرت مجاھد اعظم قاسم بریلوی لکھتے ہیں :

مدد کیجیے شہنشاہ معظم یا رسول اللہ ﷺ
پریشان ہیں ہم مسلمانانِ عالم یا رسول اللہ ﷺ
خدا کے واسطے سن لیجئیے صدقہ نواسوں کا ﷺ
گرفتارِ بلا ہیں آج کل ہم یا رسول اللہ ﷺ[3]

دلیل نمبر ۲۷۵ :

حضرت امام ابو محمد صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت ابنِ عبّاس روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا :

السّلام علیک یا اول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
السّلام علیک یا آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
السّلام علیک یا ظاھر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
السّلام علیک یا باطن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[4]

دلیل نمبر ۲۷۶ :

اذان سے پہلے اور بعد میں بلند آواز میں درود شریف "الصلوۃ و السّلام علیک یا رسول اللہ" جائز اور مستحب ہے۔[5]

---

[1] (بحوالہ اغثنی یا رسول اللہ ص ۸۴)
[2] (بحوالہ اغثنی یا رسول اللہ ص ۱۷)
[3] (اغثنی یا رسول اللہ ص ۸۲)
[4] (سعادۃ الدارین ص ۲۳۵، بحوالہ نداء یا محمد ص ۸۴)
[5] (اوضح البیان فی تائید احسن البیان ص ۱۲۵، مفتی سرحد ظاھر شاہ میاں مدین سوات)

دلیل نمبر ۲۷۷ :

مفتی غلام رسول دارالعلوم جماعتیہ لکھتے ہیں۔ اذان سے پہلے اور بعد میں بلند آواز میں "الصلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ" دونوں طرح سے جائز ہے۔[1]

دلیل نمبر ۲۷۸ :

فقیہہ جلیل مولانا مفتی محمد رفیق صاحب لکھتے ہیں اذان سے پہلے اور اذان کے بعد بلند آواز سے "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کے جواز میں کوئی شک نہیں۔ اس کے پڑھنے میں ثواب اور نہ پڑھنے میں عذاب نہیں لیکن اسکو بدعت سئیہ اور ناجائز کہنا جاہلوں کا کام ہے۔[2]

دلیل نمبر ۲۷۹ :

حضرت شیخ الحدیث مولانا فضل سبحان قادری صاحب لکھتے ہیں کہ اذان سے پہلے اور اذان کے بعد میں "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" پڑھنا آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہ علیہم اجمعین اور علماء اہلسنت سے ثابت ہے۔[3]

دلیل نمبر ۲۸۰ :

مفتی غلام سرور ایم اے اسلامک لاء لکھتے ہیں۔ اذان سے پہلے یا بعد میں درود شریف پڑھنا مسنون اور مشروع ہے۔[4]

دلیل نمبر ۲۸۱ :

اورادِ فتحیہ میں یہ درود شریف بھی ہے:

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ ﷺ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعٰلمین ﷺ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا شفیع المذنبین ﷺ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیّد المرسلین ﷺ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا امام المتقی ﷺ[5]

---

[1](فتاویٰ جماعتیہ ص ۱۲۵)
[2](انوالعرفان ص ۳۰)
[3](احسن البیان ص ۵۸، بحوالہ اوضح البیان ص ۱۴۰)
[4](مسئلہ صلوٰۃ والسلام ص ۴)
[5](بحوالہ راہِ حق ص ۸)

دلیل نمبر ۲۸۲:

مولانا سیف الدین قندھاری دیوبندی لکھتے ہیں۔ وہابی پنج پیری کافر ہیں کیونکہ یہ لوگ یارسول اللہ، یا محمد کو شرک و کفر کہتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ نے بنفسِ نفیس اپنے لخت جگر کی وفات کے بعد یوں فرمایا "انا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون" آپ ﷺ کے عمل سے مردوں کو نداء کرنا (پکارنا) ثابت ہوا تو اس کو شرک کی نسبت کرنا آپ ﷺ کی طرف نسبت شرک کرنا ہے۔ (نعوذ باللہ)[1]

دلیل نمبر ۲۸۳ :

حضرت استاذ العلماء مولانا ابو الضیاد محمد باقر ضیاء النوری فرماتے ہیں:

تجلی نور حبک فی فوأدی یا رسول اللہ ﷺ ۔۔۔ و حبک اصل ایمان العباد یا رسول اللہ ﷺ

و مابی من الی الا بفضلک یا رسول اللہ ﷺ ۔۔۔ مجدلی خذیدی یوم التناد یا رسول اللہ ﷺ[2]

دلیل نمبر ۲۸۴:

حضرت استاذ العلماء عالم بے بدل سلطان المناظرین سیّد احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ یارسول اللہ (ﷺ) سے انکار کرنا اصل میں معجزہ اور کرامت سے انکار کرنا ہے کیونکہ غائب کو نداء کرنا (پکارنا) ثابت ہے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے قول سے ثابت ہے جب آپ جبلِ ابی قبیس پر چڑھے تو آواز دی "یا معشر المسلمین انّ ربکم بنی لکم بیتا و امرکم ان تحجوہ فاجابہ الناس من اصلاب الآباء و ارحام الامھات فمن اجابہ مرۃ حج مرۃ و من اجاجہ عشرا احج عشرا"۔[3]

دلیل نمبر ۲۸۵ :

مولانا موصوف دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن ساریہ رضی اللہ عنہ کو آواز دی جو غائب تھے مثلاً "یا ساریۃ الجبل"۔[4]

دلیل نمبر ۲۸۶ :

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ کو یوں نداِء فرماتے ہیں:

"یا نبی اللہ سلام علیک انما الفوز و الفلاح لدیک"۔[1]

---

[1] (کشف الاسرار ص ۸۶)
[2] (بحوالہ اغثنی یا رسول اللہ ص ۱۸)
[3] (روح البیان ص ۲۲۶ ج ۱) (اظہار الکمال)
[4] (مشکوٰۃ ص ۵۴۶)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور علامہ جامی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی غائب کو آواز دی ۔ ان گمراہ ، زندیق گروہ وھابی اور پنج پیری اور دورِ حاضر کے دیوبندیوں کے نزدیک یہ حضرات بھی مشرک ہونگے۔(نعوذ باللہ من ذالک)

بہر حال مذکورہ تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا، نداء کرنا یعنی انبیاء کرام، شھداء کرام اور اولیاء کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کو پکارنا قرآن، حدیث، مذاھبِ اربعہ اور اجماع سے ثابت ہے اور ان کی مخالفت گمراہی ہے۔ ان دلائل کے باوجود بھی اگر کوئی اس جائز فعل کو حرام و ناجائز کہتا ہے تو ان کے متعلق فقہاء کرام فرماتے ہیں:

"من حرم الحلال فقد وقع فی الضلال و استوجب العقوبۃ و النکال"۔[2]

یعنی جو حلال کو حرام کہے تو وہ گمراہ ہے اور عذاب کا مستحق ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے طفیل ہر مسلمان کو ان بے دینوں، خارجیوں، وھابی خبیثوں کے قول و فعل سے محفوظ رکھے اور مسلکِ اہلِ سنت و جماعت پر قائم و دائم رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے۔(آمین ثم آمین)

دلیل نمبر ۲۸۷ :

بعض علماء اس دور میں کہتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ کہنا شرک ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ آیا قھستانی یا مصنف کنز العباد، دیلمی، امام طحطاوی اور مصنف روح البیان اور جامی رحمتہ اللہ علیھم اجمعین کیا یہ مشرک ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک ۔[3]

یہ حضرات مشرک نہیں ہیں۔ بلکہ منع کرنے والے خود مشرک اور اسلام کے دائرہ سے باہر ہیں۔

دلیل نمبر ۲۸۸ :

قرآن پاک کے ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور قرآن پاک میں "یا فرعون" سات حروف پر مشتمل موجود ملتا ہے ان پر بھی ستر ۷۰ نیکیاں ملتی ہیں۔ تو کیا یا رسول اللہ کہنے پر کچھ بھی نیکیاں نہیں ملیں گی ضرور ملیں گی ۔[4]

دلیل نمبر ۲۸۹ :

شیخ عبد الحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں بعض عارفین نے بیان کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کو تشہد میں سلام اس وجہ سے عرض کیا جاتا ہے۔ کہ حقیقت محمدی نہ صرف یہ کہ تمام موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور تمام حوادث کے ہر فرد میں مومن

---

[1] (اظہار الکمال ص ٦)

[2] (فتاویٰ خیریہ ص ۱۸۳ ج ۲)

[3] (شرح نور الایضاح مصنف مولانا محمد عبید اللہ الایوبی القندھاری السلمانخیلی الحنفی ص ۳۷۰ جلد ۱)

[4] (تنبیہ الاخوان مصنف مولوی عبد الجلیل دیوبندی سواتی نور اللہ مرقدۃ ص ۱۱)

آپ کے مشاہدہ سے غافل نہ ہوں تاکہ انوار قلب اور اسرار معرفت حاصل کر لیں۔ اے اللہ کے رسول آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو۔[1]

دلیل نمبر ۲۹۰:

مولوی ابن قیم جوزی اپنی کتاب جلاالافہام میں لکھتے ہیں کہ ابو بکر محمد بن عمر نے کہا کہ میں ابو بکر مجاھد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک شبلی آ گئے تو ابو بکر بن مجاھد ان کے لئے کھڑے ہو گئے ان سے معانقہ کیا اور انکی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا یا سیّدی تمام بغداد کے لوگ شبلی کو دیوانہ کہتے ہیں اور آپ نے اس کی اس قدر تعظیم کی۔ انہوں نے کہا میں نے اس کے ساتھ وہی کیا ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک دن خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ شبلی آئے تو رسول اللہ ﷺ اس کے لئے کھڑے ہو گئے اور اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ شبلی کی اس قدر عزت افزائی کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ شخص ہر نماز کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (توبۃ ۱۲۸)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس ایک عظیم رسول تشریف لائے ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا سخت گراں ہے۔ وہ تمہاری بھلائی بہت چاہنے والے ہیں اور مومنوں پر نہایت رحیم اور بے حد مہربان ہیں۔ اس آیت کے بعد تین بار مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ اور کہتا ہے صلّی اللہ علیک یا محمد۔ پھر جب میرے پاس شبلی آئے تو میں نے ان سے پوچھا آپ نماز کے بعد کیا پڑھتے ہیں۔ تو انہوں نے اسی طرح بیان کیا۔[2]

دلیل نمبر ۲۹۱:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے معراج کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں۔ اس میں ہے:

"فقال الجبار یا محمد قال لبیک و سعدیک قال انہ لا یبدل القول لدی کما فرضت علیک فی ام الکتاب فکل حسنۃ بعشر امثالھا فھی خمسون فی ام لکتاب و ھی خمس علیک"۔

[1](لمعات ص ۱۸۱ ج ۳، مطبوعہ لاہور، شیخ عبدالحق محدث دھلوی)
[2](ابن قیم جوزی جلا لافھام ص ۲۵۸ تبلیغی نصاب)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا محمد ﷺ! آپ نے کہا میں حاضر ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی میں نے جس طرح آپ پر ام الکتاب میں (نمازیں) فرض کی ہیں تو ہر نماز دس گنا ہے لہٰذا ام الکتاب میں پچاس نمازیں ہیں۔ اور آپ پر پانچ نمازیں (فرض) ہیں۔[1]

دلیل نمبر ۲۹۲ :

امام احمد عبد الرحمٰن بن عائش کی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ اس میں ہے:

"اتانی ربی عزوجل اللّیلۃ فی احسن صورۃ قال یامحمّد"۔

یعنی آج رات میرے پاس میرا رب عزّوجل بہترین صورت میں آیا اور فرمایا **یا محمد** ﷺ۔[2]

دلیل نمبر ۲۹۳ :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف مسلسل شفاعت کرتا رہوں گا۔ اور میری شفاعت قبول کی جاتی رہے گی حتٰی کہ میں کہوں۔ اے میرے رب جنھوں نے **لا الٰہ الا اللہ** ، کہا ہے ان کے لیے میری شفاعت قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یا محمد ان کی مغفرت کرانا تمھارا منصب نہیں ہے۔ ان کی براہِ راست مغفرت کرنا صرف میری خصوصیت ہے۔[3]

دلیل نمبر ۲۹۴ :

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شاخ رکھی جس سے لوگوں کو خاموش کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی یا محمد اپنی امت کے سروں کو نہ توڑیں۔ اس کے بعد آپ کے پاس وہ شاخ نہیں دیکھی گئی۔[4]

دلیل نمبر ۲۹۵ :

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت جبرائیل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا محمد جو شخص مجھ پر ایمان لایا ہو اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان نہ لایا ہو وہ میرے علاوہ کوئی اور رب تلاش کرے۔[5]

---

[1] (صحیح بخاری ص ۱۱۲۱ ج ۲)

[2] (مسند احمد ص ۶۶ ج ۴، ترمذی ص ۴۶۶)

[3] (مسند ابو یعلٰی الموصلی ص ۱۸۸ ج ۳، بحوالہ شرح صحیح مسلم ص ۳۱۷ ج ۱)

[4] (مصنف عبد الرزاق ص ۱۸۵ ج ۳)

[5] (علامہ سید محمد بن محمد مرتضٰی حسینی زبیدی حنفی اتحاد السّادۃ المتقین ص ۱۵۶ ج ۹)

دلیل نمبر ۲۹۶ :

فقیہہ اعظم محمد نور اللہ نعیمی فتاویٰ نوریہ میں لکھا ہے:

"یستحب ان یقال عند السماع الاولیٰ من الشھادۃ صلّی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند الثانیۃ منھا قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ثم یقول اللّھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع الابھامین علی العینین فانہ علیہ السلام یکون قائد الہ الی الجنۃ"۔

دلیل نمبر ۲۹۷ :

علامہ غلام رسول سعیدی نے لکھا ہے کہ یا محمد کہنا منع نہیں۔ اور اس کے بارے میں انہوں نے بہت دلائل جمع کئے ہیں۔ ان دلائل کے آخر میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لئے کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کو یا محمد کے ساتھ نداء کرنے کو مسلمان حرام سمجھنے سے باز رہیں اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت صحابہ کرام، تابعین عظام، سلف صالحین اور اخیارِ امت کی اتباع کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔[1]

دلیل نمبر ۲۹۸ :

"عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ۔ قال ان اللہ ملائکۃ فی الارض سوی الحفظۃ یکتبون ما یسقط من ورق الشجر فاذا اصاب احدکم عرجۃ بارض فلاۃ فلیناد اعینوا عباد اللہ"۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کراماً کاتبین کے سوا اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں۔ جب تم میں سے کسی شخص کو جنگل کی سرزمین میں کوئی مشکل پیش آئے۔ تو وہ یہ نداء کرے۔ اے اللہ کے بندوں! میری مدد کرو۔[2]

دلیل نمبر ۲۹۹ :

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ نے مطالب عالیہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر عیسیٰ میری قبر پر کھڑے ہو کر "یا محمد اہ" کہیں۔ تو میں ان کو ضرور جواب دونگا۔[3]

---

[1] (شرح صحیح مسلم ص ۳۲۲ ج ۱)
[2] (کشف الاستار عن زوائد البزار ص ۳۴ ج ۴)
[3] (شرح صحیح مسلم ص ۸۴ ج ۷)

دلیل نمبر ۳۰۰ :

عہد صحابہ اور تابعین میں مسلمانوں کا یہ شعار تھا۔ کہ وہ شدائد اور ابتلاء کے وقت "یا محمد اہ" کہ کر رسول اللہ ﷺ کو نداء کرتے تھے۔[1]

دلیل نمبر ۳۰۱ :

حاجی اداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دربار رسالت ﷺ میں یوں فریاد کرتے ہیں

یارسول کبریا فریاد ہے — یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل — اے میرے مشکل کشا فریاد ہے[2]

دلیل نمبر ۳۰۲ :

مہاجر مکی حاجی امداد اللہ رسول اکرم ﷺ کی زیارت کا طریقہ لکھتے ہیں۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کا سفید شفاف کپڑے اور سبز پگڑی اور منور چہرہ کے ساتھ تصور کرے اور "الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کی داہنے اور "الصلوۃ والسلام علیک یا نبی اللہ" کی بائیں اور "الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ" کی ضرب دل پر لگائے۔[3]

دلیل نمبر ۳۰۳ :

مولوی عبد الشکور دیوبندی لکھنوی اپنی تصنیف "علم الفقہ" کے (ص ۱۵۹) پر لکھتے ہیں اذان سننے والے کے لئے مستحب ہے کہ پہلی مرتبہ اشھد ان محمد رسول للہ سنے تو یہ بھی کہے۔ صلّی اللہ علیک یا رسول اللہ اور جب دوسری مرتبہ سنے تو اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو آنکھوں پر رکھ کر کہے "قرۃ عینی بک یا رسول اللہ اللّٰھم متعنی با السّمع و البصر"۔[4]

دلیل نمبر ۳۰۴ :

حضرت شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے قوت القلوب میں فرمایا کہ ابن عینیہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی اور جب اشھد ان محمدًا رسول اللہ کہا۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھے آنکھوں پر لگا کر پڑھا "قُرّۃُ عینی بک یا رسول اللہ" اور جب حضرت بلال رضی اللہ

---

[1] (الکامل فی التاریخ للامام محمد بن محمد ابن اثیر جوزی ص ۲۴۶ ج ۲، البدایۂ و نہایہ ص ۳۲۴ ج ۶)

[2] (نالہ امداد غریب ص ۲۲، مطبع راشد کپنی دیوبند)

[3] (ضیاء القلوب ص ۵۵، مطبع راشد کمپنی دیوبند)

[4] (جامع الرموز، کنز العباد، علم فقہ ص ۱۵۹، مطبع دار الشاعت کراچی، مصدقہ مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی)

نے اذان ختم کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر جو کوئی یہ پڑھے جو تو نے پڑھا ہے از روئے شوق دیدار اور ایسے کرے جیسا تو نے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ اس کے نئے پرانے پوشیدہ اور ظاہر گناہ خطا سب معاف فرمادیگا۔[1]

دلیل نمبر ۳۰۵:

علماء دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں ہم سے عہد لیا گیا کہ وعظ سے پہلے جب تک پوری توجہ اور حضور قلب کے ساتھ نہ کہہ لیں۔ یا رسول اللہ میں اجازت چاہتا ہوں۔ کہ آپکی نیابت میں کچھ بیان کروں۔ اس وقت تک وعظ نہ کہیں اور یہ اس لئے کہ جناب رسول ﷺ اور احباب یعنی علماء و اولیاء باطنی طریقہ سے ہماری امداد کریں۔ پھر ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارے بیان میں الجھنیں یا لغزش یا رکاوٹ نہ ہوگی۔[2]

دلیل نمبر ۳۰۶:

مولوی سرفراز خان دیوبندی **"نداء یا رسول اللہ ﷺ"** کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ الفاظ یا رسول اللہ ﷺ محبت اور عقیدت کے طور پر پیش کرتا ہے یہ بھی فی الجملہ درود شریف کے الفاظ ہیں اور فرشتے ان کو آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کردینگے۔ تو درست اور صحیح ہے۔[3]

دلیل نمبر ۳۰۷:

ہمارے ہم عصر دیوبندی مسلک کے جید عالم دین۔ مفتی محمد فرید صاحب مجددی سابقہ شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک فرماتے ہیں۔ انتہائی عشق و محبت سے اگر آپ ﷺ کو حاضر اور مخاطب کی طرح سمجھ کر یا رسول اللہ ﷺ سے پکارے تو یہ نہ شرک ہے نہ ایہام شرک ہے۔ بلکہ معمول و معروف ہے۔[4]

دلیل نمبر ۳۰۸:

.مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی وھابیہ خبیثیہ کا رد اس انداز سے فرماتے ہیں۔ کہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا ہے۔ کہ **الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** ۔ کو سخت منع کرتے ہیں اور اس ندا اور خطاب کی وجہ سے اہل حرمین سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور یہ کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اس

---

[1] (حاشیہ تفسیر جلالین ص ۳۵۷، بحوالہ البرھان ص ۴۸۲ مصنف فقیہہ عصر حضرت علامہ الحاج مفتی محمد امین صاحب فیصل آباد)

[2] (دعوۃ الحق مصنف مولانا سیّد گل بادشاہ فاضل دیوبند ص ۲۹، بحوالہ یا رسول اللہ ﷺ کے متعلق فتویٰ از حضرت علامہ الحاج مفتی محمد آمین صاحب فیصل آباد)

[3] (سماع الموتٰی ص ۱۰۷)

[4] (مقالات ص ۲۰، پشتو)

صورت اور جملہ صورت درود شریف کو اگرچہ بصیغۂ خطاب ونداء کیوں نہ ہوں۔ مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور یہ اپنے متعلقین کو اسکا امر کرتے ہیں معلوم ہوا کہ درود شریف بصیغہ خطاب کو منکر بدعت کہنے والے اور استھزاء کرنے والے وہابیہ خبیثیہ ہیں۔[1]

دلیل نمبر ۳۰۹ :

"ابو حنیفه عن نافع عن ابن عمر قال من السنة ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة یجعل ظهرک الی القبلة و استقبل القبر بوجهک ثم تقول السلام علیک ایها النبی ورحمة اللہ و برکاتهٔ"۔

ترجمہ: حضرت ابو حنیفہ نافع اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی قبر انور پر قبلہ کی طرف سے آئے پیٹھ قبلہ کی طرف کرلے اور رخ قبر انور کی طرف پھر کہے سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اسکی برکت نازل ہو۔[2]

لیل نمبر ۳۱۰ :

امام مجتہد فقیہہ اجل عبد الرحمٰن ہُذلی کوفی مسعودی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پوتے اور اجلّہ تبع تابعین واکابر ائمہ مجتہدین سے ہیں۔ سر پر بلند ٹوپی رکھتے ہیں جس میں لکھا تھا "محمّد یامنصور" ۔[3]

دلیل نمبر ۳۱۱ :

شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری کے فتاویٰ میں ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاء ومرسلین واولیاء وصالحین سے فریاد کرتے اور یارسول للہ، یا علی، یا شیخ عبد القادر جیلانی اور ان کے مثل کلمات کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے یانہیں اور اولیاء بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں، یانہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیشک انبیاء ومرسلین واولیاء وعلماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔[4]

دلیل نمبر ۳۱۲ :

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کو قنسرین کی تسخیر کے لیے روانہ کیا راستہ میں دشمنوں کے پانچ ہزار لشکر سے مڈبھیڑ ہوگئی ابھی مسلمان اس پر غلبہ بھی نہ پاسکے تھے کہ دشمن کی تازہ دم پانچ ہزار

---

[1] (الشھاب الثاقب ص ۲۵)
[2] (مسندامام اعظم ص ۱۰۳)
[3] (انوالانتباہ ص ۱۱، مشارق الانوار ص ۵۹)
[4] (نداءیارسول اللہ شیخ القرآن والحدیث مفتی شاہ احمد رضاخان رحمة اللہ علیہ افغانی قندھاری ص ۱۲)

فوج کا دستہ ان کی مدد کے لئے پہنچ گیا اور مسلمان بڑی مصیبت میں پھنس گئے۔ اس وقت نہایت بیقراری میں حضرت کعب ابن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے پکارا، "یا محمداہ ،یا محمداہ یا نصر اللہ انزل یا معشر المسلمین اثبتوا انما ھی الساعة وانتم الاعلون"۔

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ یارسول اللہ ﷺ اے اللہ کی مدد اتر آ اے مسلمانوں کے گروہ ثابت قدم رہو۔ یہ سختی کوئی دم بھر کی ہے پھر تم ہی غالب ہوگے۔[1]

دلیل نمبر ۳۱۳ :

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی دیوبندیوں کے پیر، مرشد اپنی تصنیف گلزارِ معرفت سے نعتیہ کلام پیش کرتے ہیں:

کر کے نثار آپ پہ گھر بار یارسول اللہ (ﷺ) — اب آ پڑا ہوں آپ کے دربار یارسول اللہ (ﷺ)

عالم نہ متقی ہوں نہ زاہد نہ پارسا — ہوں امتی تمہارا گنہگار یارسول اللہ (ﷺ)

کر روئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی — مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یارسول اللہ (ﷺ)

اٹھا کر زلف اقدس کو ذرا چہرہ مبارک سے — مجھے دیوانہ اور مجنوں بناؤ یارسول اللہ (ﷺ)

یہ غزل چھتیس ابیات پر مشتمل ہے۔ جو کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھی ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک (ﷺ) کے طفیل ہر مسلمان کو ان بے دینوں، خارجیوں، وھابی خبیثوں کے قول و فعل سے محفوظ رکھے اور مسلکِ اہلِ سنت و جماعت پر قائم و دائم رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے ۔ (آمین ثم آمین)

---

[1] (فتوح الشام ص ۲۹۸)

[2] (گلزار معرفت تصنیف حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)

(٦) باب نمبر چھ: آپ ﷺ پر امت کے اعمال کے پیش ہونے کا بیان

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ حضور ﷺ پر **العیاذ باللہ** امت کے اعمال پیش نہیں ہوتے۔

حالانکہ امام حارث بن ابی اسامۃ روایت کرتے ہیں:

حدثنا الحسن بن قتیبة ثنا جسر بن فرقد عن بکر بن عبداللہ المزنی قال قال رسول اللہ ﷺ ثم حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم و وفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیه و ما کان من سئ استغفرت اللہ لکم۔[1]

امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم و فیه قبض و فیه النفخة و فیه الصعقة فاکثر و اعلی من الصلاة فیه فان صلاتکم معروضة علی۔

ترجمہ: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اس دن آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس روز ان کی روح قبض کی گئی اور اسی روز صور پھونکا جائے گا پس اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف بھیجا کرو بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔[2]

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

عرضت علی امتی باعمالها حسنها و قبیحها۔

ترجمہ: میری ساری امت اپنے سب اعمال نیک وبد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی۔[3]

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عرضت علی امتی البارحة لدی هذه الحجرة حتی لانا اعرف بالرجل منهم من احدکم بصاحبه۔

---

[1] (مسند الحارث زوائد الهیثمی کتاب علامات النبوة باب فی حیاته ووفاته ج ۲ ص ۸۸۴ رقم الحدیث ۹۵۳ مطبوعه مرکز خدمة السنة والسیرة النبوية المدینة المنورة)

[2] (سنن ابی داؤد باب تفریع ابواب الجمعة باب و فضل یوم الجمعة ولیلة الجمعة ج ۱ ص ۲۷۵ رقم الحدیث ۱۰۴۷ مطبوعه دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجه کتاب اقامة الصلاة والسنة فیهما باب فی فضل الجمعة ج ۱ ص ۳۴۵ رقم الحدیث ۱۰۸۵ مطبوعه دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی کتاب الجمعه باب اکثار الصلاة علی النبی ﷺ یوم الجمعة ج ۳ ص ۹۱ رقم الحدیث ۱۳۷۵ مطبوعه مکتب المطبوعات الاسلامیة حلب)، (سنن الکبریٰ للنسائی باب الامر باکثار الصلاة علی النبی ﷺ یوم الجمعة ج ۱ ص ۵۱۹ رقم الحدیث ۱۶۶۶ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)، (سنن دارمی ج ۱ ص ۴۴۵ رقم الحدیث ۱۵۷۲ مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبه ج ۲ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۸۶۹۷ مطبوعه مکتبة الرشد الریاض)، (طبرانی کبیر ج ۱ ص ۲۱۶ رقم الحدیث ۵۸۹ مطبوعه مکتبة العلوم والحکم الموصل)، (سنن الکبریٰ للبیهقی ج ۳ ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۵۷۸۹ مطبوعه دار الباز مکة المکرمة)

[3] (صحیح مسلم کتاب المساجد باب النهی عن البصاق فی المسجد ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰ مطبوعه المکتب الاسلامی بیروت)، (دلائل النبوة للاصبهانی ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۲۸۰ مطبوعه دار طیبة الریاض)، (مسند ابو عرانه ج ۱ ص ۴۰۶ مطبوعہ دار المعرفة بیروت)، (سنن الکبری للبیهقی ج ۲ ص ۲۹۱ مطبوعه نشر السنة ملتان)

ترجمہ: گزشتہ رات مجھ پر میری امت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی بے شک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔[1]

امام احمد بن عمرو بن عبد الخالق عتیکی بزار رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثون و نحدث لکم و وفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیہ و ما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم۔

ترجمہ: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تم سے باتیں کرتے ہیں۔ اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے جب بھلائی دیکھوں گا حمد الٰہی بجالاؤں گا اور جب برائی دیکھوں گا تمہاری بخشش چاہوں گا۔[2]

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

رواہ البزار و رجالہ رجال الصحیح۔[3]

امام محمد بن سعد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثون و نحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیراً لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ و ان رأیت شرا ذلک استغفرت اللہ لکم۔

ترجمہ: میرا جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں اور جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔[4]

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان اعمال امتی تعرض علی فی کل یوم جمعۃ و اشتد غضب اللہ علی الزناۃ۔

ترجمہ: بے شک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر پیش ہوتے ہیں اور زانیوں پر خدا کا سخت غضب ہے۔[1]

---

[1] (طبرانی کبیر ج۳ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۳۰۵۴ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۰۸ رقم الحدیث ۳۱۹۱۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

[2] (البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۵ ص ۳۰۸۔ ۳۰۹ رقم الحدیث ۱۹۲۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم و الحکم المدینۃ المنورۃ)

[3] (مجمع الزوائد باب مایحصل لامتہ ﷺ استغفار بعد وفاتہ ج ۹ ص ۲۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[4] (طبقات الکبری ابن سعد ذکر ما قرب لرسول اللہ ﷺ من اجلہ ج ۲ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۰۷ رقم الحدیث ۳۱۹۰۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (جامع الصغیر ج ۱ ص ۲۲۹ رقم الحدیث ۳۷۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب السابع و الاربعون فی عرض اعمال امتہ علیہ ج ۲ ص ۸۰۹۔ ۸۱۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (المطالب العالیہ لابن حجر عسقلانی ج ۴ ص ۲۲۔ ۲۳ مطبوعہ مکہ مکرمہ)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ج ۴ ص ۴۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (البدایۃ و النہایۃ ج ۴ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ ص ۹۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ترمذی محمد بن علی والد عبد العزیز سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

تعرض الاعمال یوم الاثنین و یوم الخمیس علی اللہ تعالیٰ و تعرض علی الانبیاء و علی الاٰباء و الامھات یوم الجمعۃ فیفرحون بحسناتھم و تزداد وجوھھم بیضا و نزھۃ فاتقوا اللہ تعالیٰ و لا تؤذوا موتاکم۔

ترجمہ: ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء اور ماں باپ کے سامنے وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اپنی بداعمالیوں سے ایذا نہ دو۔[2]

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

لیس من یوم الا تعرض فیہ علی النبی اعمال امتہ غدوۃ و عشیۃ فیعرفھم بسیماھم و اعمالھم۔

ترجمہ: کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی ﷺ پر ان کی امت کے اعمال صبح و شام دو دفعہ پیش نہ ہوتے ہوں تو حضور ﷺ انھیں ان کی نشانی صورت سے بھی پہچانتے ہیں اور ان کے اعمال سے بھی ﷺ۔[3]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثون و یحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیراً لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ و ان رأیت شرا ذلک استغفرت اللہ لکم۔

ترجمہ: میرا جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں اور جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔[4]

علامہ عبد الرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ تیسیر شرح جامع صغیر امام سیوطی کی شرح میں لکھتے ہیں:

و ذلک کل یوم کما ذکرہ المؤلف و عدہ من خصوصیاتہ او تعرض علیہ ایضا مع الانبیاء و الاباء یوم الاثنین و الخمیس۔

---

[1] (حلیۃ الاولیاء ترجمۃ عمران القصیر ۳۵۸ ج ۶ ص ۱۷۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[2] (نوادر الاصول الاصل السابع و الستون و المائۃ الخ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۳۳۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نوادر الاصول فی احادیث الرسول ﷺ ج ۴ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الفردوس بماثور الخطاب ج ۱ ص ۱۸۳۔۱۸۴ رقم الحدیث ۶۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[3] (کتاب الزھد باب فی عرض عمل الاحیاء علی الاموات الجزء الرابع ص ۴۲ رقم الحدیث ۱۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[4] (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۲۲۹ رقم الحدیث ۳۷۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پیشی تو ہر روز ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا اور اسے حضور ﷺ کے خصائص سے شمار کیا ہے اور ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو بھی حضور ﷺ پر اعمال امت انبیاء اور آباء کے ساتھ پیش ہوتے ہیں۔[1]

نسیم الریاض میں ہے:

ذکر العراقی فی شرح المھذب انه اعرضت علیه الخلائق من لدن أدم علیه الصلوۃ و السلام الی قیام الساعة فعرفھم کلھم کما علم ادم الاسماء۔

ترجمہ: امام عراقی شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوقات الٰہی حضور ﷺ پر پیش کی گئیں تو حضور ﷺ نے ان سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے۔[2]

---

[1] (التیسیر شرح الجامع صغیر تحت الحدیث حیاتی خیر لکم الخ ج ۱ ص ۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض)

[2] (نسیم الریاض شرح الشفا للقاضی عیاض الباب الثالث فصل فیما ورد من ذکر مکانته ج ۲ ص ۲۰۸)

(۷) باب نمبر سات: نبی کریم ﷺ کا کسی کو نفع ونقصان دینے کا بیان

بعض علماء کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کسی کو کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

حالانکہ تفسیر صاوی میں علامہ العارف باللہ تعالیٰ الشیخ احمد الصاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، آیت لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ کے تحت لکھتے ہیں:

فمن زعم أن النبی کآحاد الناس لا یملک شیئاً أصلاً و لا نفع به لا ظاهراً و لا باطناً فهو کافر خاسر الدنیا و الآخرة، و استدلا له بهذه الآیة ضلال مبین۔[1]

"جو شخص یہ گمان رکھے کہ نبی اکرم ﷺ عام لوگوں کی طرح ہیں، نہ وہ کسی چیز کے مالک ہیں، اور نہ وہ کسی کو ظاہر اور باطن میں نفع دے سکتے ہیں، تو ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص کافر ہے، اس کی دنیا و آخرت برباد ہے۔"

نیز آگے آیت {وما محمد الاّ رسولٌ قد خلت من قبله الرّسل افائن مّات او قتل} کے تحت لکھتے ہیں:

فمن اعتقد أن النبی لا نفع به بعد الموت بل هو کآحاد الناس فهو الضال المضل۔

"جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی ﷺ وفات کے بعد کسی کو نفع نہیں پہنچا سکتے بلکہ وہ عام انسانوں کی طرح ہیں، تو ایسا شخص خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔"[2]

---

[1] (تفسیر صاوی علی الجلالین ج ۱ ص ۲۱۳ مکتبہ روضۃ القرآن، پشاور، و ص ۱۵۸ جز اول، مطبعة دار احیاء الکتب العربیة، المقاصد السنیة ص ۱۳۱ هکذا فی نور العقائد و تنویر الایمان و تحفة المؤمنین)

[2] (تفسیر صاوی، ص ۳۱۹، ج ۱ مکتبہ روضۃ القرآن، پشاور، و ص ۱۶۱، جز اول مطبعه دار احیاء الکتب العربیة)

(۸) باب نمبر آٹھ: نور محمدی ﷺ کا بیان

بعض علماء حضور ﷺ کی نورانیت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ مبارک بے مثل نور و بے مثل بشر ہیں اور یہ دونوں قرآن پاک سے ثابت ہیں۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: انّ المراد بالنّورِ محمدٌ ﷺ یعنی بیشک نور سے مراد محمد ﷺ ہیں۔[1]

سیّد المفسّرین سیّدنا عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَکُم مِّنَ اللّٰہِ نُورٌ رسول یعنی محمدٌ ﷺ۔

"بیشک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی رسول کریم ﷺ"۔[2]

علّامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَکُم مِّنَ اللّٰہِ نُورٌ ھو النّبیّ ﷺ۔

یعنی بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور وہ نور نبی پاک احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں۔[3]

امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَکُم مِّنَ اللّٰہِ نُورٌ یعنی بِالنّورِ محمّدًا ﷺ الّذی انار اللہ بہ الحقّ و اظھر بہ الاسلام و محق بہ الشّرک فھو نورٌ لمن استنار بہ یبیّن الحقّ۔

"بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن فرمایا اور جن کی طفیل اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور آپ کی جلوہ نمائی سے ہی اسلام غالب ہوا۔ آپ ﷺ کے صدقہ سے شرک کو مٹایا گیا۔ تو آپ ﷺ نور ہیں جن کے ساتھ روشنی ہوئی اور حق ظاہر ہوا۔"

امام علاؤ الدین علی بن محمد الخازن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَکُم مِّنَ اللّٰہِ نُورٌ یعنی محمدًا ﷺ انما سمّاہ اللہ نورًا لانہ یھتدیٰ بہ کما یھتدیٰ بِالنّورِ فی الظّلام۔

"بیشک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک ﷺ کا اسم مبارک نور اس لئے رکھا کیونکہ جس طرح نور سے اندھیروں میں ہدایت پائی جاتی ہے، اسی طرح آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات کی نورانیت سے راہ ہدایت پائی جاتی ہے۔[4]

---

[1] (تفسیر کبیر ص ۳۹۵ ج ۳ مطبوعہ مصر)

[2] (تفسیر ابن عباس ص ۷۲، مطبوعہ مصر)

[3] (تفسیر جلالین ص ۹۷)

[4] (تفسیر خازن ص ۴۴۷، ج ۱ مطبوعہ مصر)

امام عبد الرحمن بیضاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَکُم مِّنَ اللّٰہِ نُورٌ یرید باالنور محمّدًا ﷺ۔

یعنی "نور سے مراد سرکارِ دوعالم محمد رسول اللہ ﷺ ہیں"۔[1]

امام ابو محمد الحسین الفراء اللبغوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَکُم مِّنَ اللّٰہِ نُورٌ یعنی محمدً ﷺ۔

"بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی حضرت محمد مصطفی ﷺ"۔[2]

امام محمود آلوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَکُم مِّنَ اللّٰہِ نُورٌ ای عظیمٌ وھو نور الانوار والنبیّ المختار ﷺ۔

یعنی بیشک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور جو کہ عظیم نور ہے۔ اور وہ نور الانوار نبی مختار محمد مصطفی ﷺ کی ذات والا صفات ہے۔[3]

امام احمد الصاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَکُم مِّنَ اللّٰہِ نُورٌ وھو النبیّ ﷺ وسمّی نورًا لانّہ ینوّر البصائر ویھدیھا للارشاد ولانّہ اصل کلّ نورٍ حسّیٌ ومعنویٌ۔

یعنی بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور وہ نور نبی اکرم ﷺ ہی ہیں۔ آپ کا اسم شریف نور اس لئے رکھا گیا کہ آپ دلوں کو نورِ بصیرت بخشتے ہیں اور ان کو ارشاد فرما کر ہدایت دیتے ہیں کیونکہ آپ ہر حسّی اور معنوی نور کی اصل اور بنیاد ہیں۔[4]

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَکُم مِّنَ اللّٰہِ نُورٌ یعنی محمّدًا ﷺ او الاسلام۔

"بیشک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی محمد ﷺ یا اسلام"۔[5]

---

[1](تفسیر بیضاوی ص ۹۲)
[2](تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۳، بر حاشیہ تفسیر خازن)
[3](تفسیر روح المعانی ص ۹۷، ج ۱)
[4](تفسیر صاوی ج ۱ ص ۲۷۵)
[5](تفسیر مظھری ص ۶۷ ج ۳ مطبوعہ دھلی)

سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کا عقیدہ

سید المرسلین خاتم النبیّین محمدّ مصطفی علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا ہے:

اوّل ما خلق اللہ نوری۔

یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو شے پیدا فرمائی وہ میرا نور تھا۔ [1]

جلیل القدر صحابی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آقائے نامدار مدنی تاجدار ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے کس شے کو پیدا فرمایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یا جابرؓ انّ اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیآء نور نبیّک من نورہٖ۔

”اے جابر اللہ تعالیٰ نے بے شک سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی ﷺ کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔“ [2]

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے صوم وَصال سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضور! بیشک آپ ﷺ صوم وصال رکھتے ہیں۔ فرمایا: بیشک میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ بیشک میں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں۔ [3]

ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سنا نبی ﷺ سے آپ ﷺ نے فرمایا: وصلی روزہ نہ رکھو، تم سے جس کا ارادہ ہو وصلی روزہ رکھنے کا تو سحری تک رکھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ وصِلی روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں رات گزارتا ہوں، میرا کھلانے والا مجھے کھلا دیتا ہے اور مجھے پلانے والا مجھے پلا دیتا ہے۔ [4]

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وصِلی روزہ سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ وصِلی روزہ رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں کھلایا پلایا جاتا ہوں۔ [5]

---

[1] (تفسیر نیشاپوری ص ۵۵ ج۸، تفسیر عرائس البیان ص ۲۳۸، ج ۱، تفسیر روح البیان ص ۵۴۸ ج ۱، زرقانی شریف ص ۳۷ ج ۱ مدار النبوت فارسی ص ۲، جواھر البحار، بیان المیلاد النبوی ص ۲۴، مطالع المسرّات ص ۲۷، شرح قصیدہ امالی ص ۳۵، فتاویٰ رشیدیہ، اخبار اھلحدیث امرتسر ص ۲۶ ا اپریل ۱۹۰۹ء، عطر الوردہ ص ۲۴، تفسیر حسینی ص ۱۴)

[2] (مصنّف عبد الرزاق، مواھب اللدنیہ ص ۹، زرقانی شریف ص ۴۶ ج ۱، سیرت حلبیہ ص ۳۷ ج ۱، مطالع المسرات ص ۲۱۰، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۸، انوار المحمدیہ ص ۹، عقیدہ الشھدہ ص ۱۰۰، نشر الطیّب ص ۶، ۵، از اشرف علی تھانوی دیوبندی، فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۵ ا از ابن حجر مکّی)

[3] (بخاری شریف ص ۲۶۳ ج ۱)

[4] (بخاری شریف ۲۶۳ ج ۱)

[5] (ابو دائود ص ۳۲۹ ج ۱، ترمذی شریف ص ۹۷۱، مسند امام احمد ابن حنبل ص ۱۲۷، ج ۲)

(۸) باب نمبر آٹھ: نور محمدی ﷺ کا بیان

حدثنا محمد بن سلام قال انا عبدۃ عن ھشام عن ابیہ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ ﷺ امرھم من الاعمال بمایطیقون قالوا انّا لسنا کھیأتک یارسول اللہ ﷺ۔

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان اعمال کا ارشاد فرماتے ہیں جو لوگ طاقت رکھتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کی طرح نہیں ہیں۔ [1]

محمّدٌ بشرٌ لا کالبشر　　　　یاقوتٌ حجرٌ لا کالحجر

حضور ﷺ بشر ہیں مگر عام بشر نہیں　　　　یاقوت پتھر ہے مگر عام پتھر نہیں

احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے کہ مصطفی ﷺ پیدائشی ناف بریدہ اور مختون تھے۔

وقدتواترات الاخبار انّ رسول اللہ ﷺ ولد مختونًا ومسرورًا۔

اور تحقیق متواترات سے ثابت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ختنہ کیے گئے اور ناف بریدہ پیدا کیے گئے۔ [2]

ومنھا انّہ ولد مختونًا مقطوع السّرۃ فقدقال الحاکم بہ تواترت الاخبار۔

"اور ان احادیث متواترہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ ختنہ کیے ہوئے ناف بریدہ پیدا ہوئے۔ حاکم نے کہا ہے کہ اس بارے میں احادیث متواترہ ہیں۔"

وعن ابن جوزی لاشک انّہ ولد مختونًا۔

رواہ الطبرانی وابوالصحیح وابن عساکر اور ابن جوزی سے ہے کہ بلاشک آپ مختون پیدا ہوئے۔

عن انسٍ رفعہ من کرامتی علی ربّی انی ولدت مختونا۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ مصطفی ﷺ نے فرمایا میرے رب کی طرف سے میری کرامت ہے کہ میں پیدا کیا گیا ہوں ختنہ کیا ہوا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ختنہ کئے ہوئے ناف کٹے ہوئے پیدا ہوئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ ناف بریدہ اور ختنہ کئے ہوئے پیدا ہوئے۔

کیوں جناب نور مصطفی ﷺ کے منکرو! بتاؤ کوئی دنیا میں ایسا پیدا ہوا ہے جس کو ماں کے پیٹ میں ماں کے گندے خون سے خوراک نہ ملی ہو۔ صرف میرے پیارے مصطفی ﷺ ہیں جو والدہ ماجدہ کے شکم سے ہی ناف بریدہ پیدا ہوئے۔ جس سے ثابت ہوا کہ والدہ ماجدہ کے شکم مبارک میں بھی آپ ﷺ کی خوراک نور ہی رہی ہے۔ والدہ کے خون کی غذائیت سے آپ

---

[1] (بخاری شریف ج ۱ ص ۷)

[2] (مستدرک ج ۲ ص ۲۰۲)

ﷺ مبرّا تھے اور پیدا ہوئے۔ مؤمن کے لئے یہ آپ ﷺ کے وجود نوری ہونے کا یقینی ثبوت ہے اور جبلّت نوری ہونے کی واضح دلیل ہے اور مختون اس لئے کہ آپ ﷺ کے نوری جسم کا ٹکڑا کاٹ کر پھینکا نہ جاسکتا تھا۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ مصطفی ﷺ ظاہر و باطن میں حقیقتًا نور تھے۔

حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا۔

خصائص کبریٰ میں لکھا ہے:

اخرج الحکیم الترمذی عن زکوان انّ رسول اللہ ﷺ لم یکن یرا لہ ظلٌ فی شمسٍ و لا قمرٍ۔

بے شک رسول اللہ ﷺ کا سایہ سورج اور چاند میں نہیں دیکھا جاتا تھا۔

اور ابن سبع نے کہا ہے کہ مصطفی ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ زمین پر واقع نہ ہوتا تھا اور بیشک آپ ﷺ نور تھے اور جب سورج اور چاند کی روشنی میں آپ ﷺ چلتے تو آپ ﷺ کا سایہ نہ دیکھا جاتا تھا اور بعضوں نے کہا ہے کہ مصطفی ﷺ کا فرمان اس کی شہادت دیتا ہے۔ آپ ﷺ کی دعا میں کہ: ”اے اللہ مجھے نور بنادے۔“[1]

شرح شفاء لعلی قاری میں لکھا ہے:

کان من خصائصہ انّہ کان نورًا و کان اذا مشیٰ فی الشمس او القمر لا یظھر لہ ظلّ۔

یعنی مصطفی ﷺ کے خصائص سے ہے کہ آپ ﷺ نور تھے اور جب سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تو مصطفی ﷺ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔[2]

و قال عثمان رضی اللہ عنہ انّ اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسانٌ قدمہ علیٰ ذلک ظلّ۔

یعنی فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہ بیشک یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں ڈالا تاکہ اس سایہ پر کوئی انسان قدم نہ رکھے۔[3]

حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی السرہندی ص کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ مکتوبات شریف امام ربانی، دفتر سوم حصہ نہم، معرفت الحقائق ۷۵: ”جب سرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام عالم ممکنات میں نہ تھے بلکہ اس عالم سے وراء تھے۔ ضرور آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا اور عالمِ شہادت میں آدمی کا سایہ آدمی سے بہت لطیف ہوتا ہے اور جب مصطفی ﷺ سے زیادہ لطیف دنیا میں کوئی شے نہیں ہے تو مصطفی ﷺ کا سایہ کیسے ہو سکتا ہے۔“

---

[1] (خصائص کبریٰ ص ۲۸ ج ۱)

[2] (شرح شفاء لعلی قاری، ص ۵۰۵)

[3] (تفسیر النسفی ج ۳ ص ۱۰۳)

(۸) باب نمبر آٹھ: نور محمدی ﷺ کا بیان

حضور ﷺ احتلام سے مبرّا تھے۔[1]

خصائص کبریٰ میں لکھا ہے:

اخرج البخاری فی التّاریخ و ابن ابی شیبۃ فی المصنف و ابن سعد عن یزید ابن الاصم قال و ما تثاب النبی ﷺ قط۔

یعنی فرمایا نبی کریم ﷺ نے بالکل جمائی نہیں لی۔[2]

انوارِ مصطفی ﷺ سے قلب و نظر، بصر و بصیرت کو منور کرنے کے بعد سایۂ مصطفی کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے کیونکہ نور اور سایہ کا اتفاق نہیں ہو سکتا، قادرِ مطلق نے سیدِ عالم ﷺ کو جن بے شمار معجزات سے سر فراز فرمایا ہے، ان میں سے ایک عظیم الشان معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے جسمِ انور کا سایہ نہیں تھا۔ آج تک کسی ایک بھی مسلمان کا نام پڑھنے سننے میں نہیں آیا جس نے کسی بھی نبی کے کسی معجزہ کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہو تو پھر خیر البشر ﷺ کے کسی معجزہ سے ایماندار کے انکار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اکابرِ امت نے ملتِ اسلامیہ کو اس مسئلہ پر بے پناہ مواد عطا فرمایا ہے، اختصار کے پیشِ نظر یہاں چند تصریحاتِ احادیث اور محدثین و مفسرینِ کرام کے اقوال و ارشادات پیش کئے جاتے ہیں۔ ممکن ہے منکرین کے لئے خضرِ راہ ثابت ہوں۔

حضرت امام نسفی (م ۷۰۱ھ) فرماتے ہیں:

قال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علیٰ ظلک۔[3]

ترجمہ: ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا سایہ زمین پر نہ ڈالا تا کہ کوئی انسان اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔“

فرماتے ہیں:

لم یکن للنبی ﷺ ظل و لم یقم مع الشمس قط الاغلب ضوئہ ضوء الشمس و لم یقم مع سراج قط الاغلب ضوئہ ضوء السراج۔[4]

---

[1] (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۷۰، رواہ طبرانی مواہب و زرقانی ج۵ ص ۲۴۹، کشف الغمہ ج ۲ ص ۵۱، مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱۱۸، تفسیر عزیزی پ ۳۰، ص ۲۱۸، حیاۃ الحیوان لدمیری ج ۲ ص ۳۸۸، سیرت رسول عربی ا ص ۲۴۷)

[2] (ج ۱ ص ۶۵)

[3] (تفسیر مدارک التنزیل ج۳ ص ۱۰۳)

[4] (جمع الوسائل ((للقاری) ج ۱ ص ۱۷۶۔ زرقانی علی المواہب ج۴ ص ۲۲۰۔ شرح شمائل للمناوی ج ۱ ص ۴۷)

”حضور نبی کریم ﷺ کا سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ کہ آپ کا نور آفتاب کی روشنی پر غالب آگیا۔ نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیاء میں مگر یہ کہ آپ کے انوار نے اس کی چمک کو مغلوب کر دیا۔“

حضرت حکیم الترمذی حضرت ذکوان تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ لم یکن یریٰ لہ ظل فی شمس و لا قمر۔

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ دھوپ میں نظر آتا اور نہ ہی چاندنی میں۔“[1]

حافظ الحدیث علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ الخصائص الکبریٰ میں ایک مستقل باب مرتب فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

باب الاٰیۃ انہ ﷺ لم یکن لہ ظل فی شمس و لا قمر۔

اور پھر اس میں حکیم ترمذی سے حضرت ذکوان رحمہ اللہ کی حدیث نقل فرمانے کے بعد حضرتِ امام ابنِ سبع سے اس پر شہادت پیش فرماتے ہیں: قال ابن سبع من خصائصہ ﷺ ان ظلہ کان لا یقع علی الارض و انہ کان نورا فکان اذا مشیٰ فی الشمس او القمر لا ینظر لہ ظل۔[2]

”ابن سبع نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے خصائص کریمہ سے ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا کیونکہ آپ ﷺ نور تھے۔ جب آپ ﷺ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو سایہ نہیں دیکھا جاتا تھا۔“

حضرتِ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۴۴ھ) یوں ارقام پذیر ہیں:

و ما ذکر من انہ کان لا ظل لشخصہ فی شمس و لا قمر لانہ کان نورا و ان الذباب کان لا یقع علیٰ جسدہ و لا ثیاب۔[3]

”نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کی دلیلوں میں سے یہ دلیل بھی مذکور ہے کہ آپ ﷺ کے جسمِ انور کا سایہ آفتاب کی روشنی اور چاند کی چاندنی میں نہیں ہوتا تھا اس لئے کہ آپ ﷺ نور تھے اور بیشک آپ ﷺ کے جسمِ اقدس اور لباسِ اطہر پر کبھی مکھی نہ بیٹھتی تھی۔“

شارح بخاری حضرت امام احمد بن محمد قسطلانی علیہ الرحمہ (م ۹۲۳ھ) سے منقول ہے:

لم یکن لہ ﷺ ظل فی شمس و لا قمر۔[4]

---

[1] (ترمذی، نوادرالاصول، زرقانی، ج ۴ ص ۲۲۰)

[2] (الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۸)

[3] (شفاءشریف ج ۱ ص ۲۴۲)

[4] (زرقانی علی المواھب ج ۴ ص ۲۲۰)

امام محمد زرقانی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا شمس و قمر کی روشنی اور چاندنی میں سایہ کے نہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ **لانہ کان نورا** اس لئے کہ حضور ﷺ نور تھے۔

شیخ حسین بن محمد دیار الکبریٰ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

لم یقع ظله علی الارض و لا یریٰ له ظل فی شمس و لا قمر۔[1]

"آپ ﷺ کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوا اور نہ سورج اور چاند کی روشنی میں دیکھا گیا۔"

حضرت امام راغب اصفہانی علیہ الرحمہ (م ۴۵۰ھ) نے یوں رقم فرمایا:

روی ان النبی ﷺ کان اذا مشی لم یکن له ظل۔

"مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ چلتے تو آپ ﷺ کا سایہ نہ ہوتا۔"[2]

حضرت امام شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ) تحریر فرماتے ہیں:

لا ظل لشخصه ای جسده الشریف اللطیف۔

"حضورِ انور ﷺ کے سراپائے لطیف کا سایہ نہیں۔"

حضرتِ علامہ برہان الدین احمد حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

انه ﷺ اذا مشیٰ فی الشمس او فی القمر لا یکون له ظل لشخصه لانه کان نورًا۔

"بے شک نبی کریم ﷺ جب سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ ﷺ کے جسم انور کا سایہ نہیں ہوتا تھا اس لئے کہ آپ ﷺ نور ہیں۔"[3]

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

و مما یؤید انه ﷺ صار نورا انه کان اذا مشی فی الشمس و القمر لا یظهر له ظل لانه لا یظهر الا للکثیف و هو ﷺ قد خلصه اللہ من سائر الکثافات الجسمانیة و صیره نورا صرفا لا یظهر له ظل اصلا۔[4]

"نبی کریم ﷺ کے نوری ہونے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضور جب چاند، سورج کی روشنی میں چلتے تو آپ ﷺ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا اس لئے کہ سایہ کثیف کا ظاہر ہوتا ہے اور حضور ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے تمام کثافتوں سے پاک فرما کر آپ ﷺ کو نورِ خالص بنا دیا تھا۔ اس لئے حضور ﷺ کا سایہ بالکل ظاہر نہیں ہوتا تھا۔"[1]

---

[1] (کتاب الخمیس)
[2] (مفردات امام راغب ص ۳۱۷)
[3] (سیرت حلبیه، ج ۲ ص ۴۳۲)
[4] (افضل القریٰ، ص ۴۷)

میں اسی مضمون کو بالفاظِ متقاربہ علی الترتیب اس طرح لائے ہیں:

لا یظھر له ظل لم یکن له ﷺ ظل فی شمس و لا قمر لم یکن للنبی ﷺ عن ابن عباس رضی اللہ عنه لم یکن له ﷺ ظل۔

اسی طرح سیرت شامی میں صاحب شامی یہی مضمون ارقام فرماتے ہیں، یوں ہی امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر روح البیان میں اظہارِ خیال فرمایا ہے۔ سیرتِ حلبیہ ج ۲ ص ۹۴ پر امام تقی الدین سبکی کا یہ شعر بھی اسی عقیدہ پر شاہد ہے:

لقد نزہ الرحمٰن ظلک ان یریٰ — علی الارض ملقی فانطویٰ لمزیة

”رحمن نے آپ ﷺ کے سایہ کو زمین پر واقع ہونے سے پاک فرمادیا اور پائمالی سے محفوظ رکھنے کے لئے آپ ﷺ کی عظمت وفضیلت کی بناء پر اسے لپیٹ دیا۔“

صاحب الوفاء کی یہ حقیقت افروز رباعی بھی ملاحظہ فرمایئے:

ما جر لظل احمد اذیال — فی الارض کرامة کما قد قالوا

ھٰذا عجب و کم بمن عجب — و الناس لظله جمیعا قالوا

”حضور سیدِ عالم ﷺ کے سایہ کا دامن بہ سبب بزرگی زمین پر نہیں کھینچا گیا، یہ بات کس قدر تعجب خیز ہے کہ تمام لوگ آپ ﷺ کے زیر سایہ آرام بھی فرماتے ہیں۔“

اس روح پرور، ایمان افروز رباعی کو علامہ خفاجی علیہ الرحمہ نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۱۹ میں بھی لائے ہیں اور پھر نتیجہ کے طور پر تحریر فرماتے ہیں:

و قد نطق القراٰن بانه النور المبین و کونه بشرا لا ینافیه۔

”اس پر قرآن کریم شاہد و ناطق ہے کہ حضور ﷺ نورِ مبین ہیں اور حضور ﷺ کا جامۂ بشریت میں ہونا سایہ نہ ہونے کے منافی نہیں۔“

امام ربانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ یوں ارقام پذیر ہیں:

ناچار او را سایہ نبود۔۔۔۔ نیز در عالم شہادت سایۂ ہر شخص از شخص لطیف تراست و چوں لطیف تر از وے در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد۔[2]

---

[1](علامہ شیخ محمد طاہر مجمع البحار ج ۳ ص ۴۰۵، علامہ شیخ سلیمان جمل فتوحاتِ احمدیہ شرح ھمزیہ ص ۵، امام احمد مناوی شرح شمائل ج ۱ ص ۴۷، ملا علی قاری جمع الوسائل بشرح الشمائل ج ۱ ص ۱۷۶)

[2](مکتوبات شریف ج ۲ ص ۱۸۷)

"بے شک نبی کریم ﷺ کا سایہ نہیں تھا کیونکہ اس جہاں میں ہر شخص کا سایہ اس سے زیادہ لطیف ہے اور نبی کریم ﷺ سے زیادہ لطیف جہان میں کچھ بھی نہیں تو پھر آپ ﷺ کے لئے سایہ کس وجہ سے ہو سکتا ہے۔"

نیز ایک اور مقام پر فرمایا: ہر گاہ محمد رسول اللہ از لطافت ظل نبود خدائے محمد چگونہ ظل باشد۔ یعنی "جب محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے بسبب لطیف ہونے کے سایہ نہیں ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کے خدا کے لئے سایہ کیسے ہو سکتا ہے؟"[1]

لم یخلق الرحمٰن مثل محمد ﷺ ابدا و علمی انه لا یخلق

"اللہ تعالیٰ نے حضرتِ محمد مصطفی ﷺ کی مثل پیدا ہی نہیں کیا اور میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ پیدا ہی نہیں کرے گا۔"

حضرتِ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

"نبود مر آنحضرت را سایہ نہ در آفتاب و نہ در قمر رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول الیٰ ان قال و نور یکے از اسمائے آنحضرت است و نور را سایہ نباشد۔"[2]

نیز دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"و نمی افتاد آنحضرت را سایہ بر زمین کہ محل کثافت و نجاست است و دیدہ نہ شد او را سایہ در آفتاب (الیٰ ان قال) چوں آنحضرت ﷺ عین نور باشد نور را سایہ نباشد۔"

آنحضرت ﷺ کے لئے سایہ نہیں تھا اس لئے کہ آپ ﷺ نور ہیں اور نور کے لئے سایہ نہیں ہوتا۔[3]

اسی طرح مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۱ میں ہے:

"عثمان بن عفان گفت کہ سایہ شریف تو بر زمین نمی افتد کہ مبادا بر زمین نجس افتد"۔

"حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حضور ﷺ کا سایہ شریف زمین پر واقع نہیں ہوتا کہ کبھی پلید زمین پر واقع نہ ہو جائے۔"

نیز معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۱۰۰ میں حضرت ذی النورین رحمہ اللہ سے ہے:

"ذی النورین گفت بآں دلیل کہ خدائے تعالیٰ روا نمی دارد کہ سایۂ تو بر زمین افتد و سبب او آنست کہ مبادا زمین نجس باشد یا آنکہ کسے پائے قدم بر سایۂ تو نہد۔"

---

[1](مکتوبات شریف ج ۲ ص ۲۳۷)

[2](مدارج النبوہ ج ۱ ص ۲۱)

[3](مدارج النبوۃ، ص ۱۱۸)

(۸) باب نمبر آٹھ: نور محمدی ﷺ کا بیان

"حضرت ذوالنورین رحمہ اللہ نے عرض کی کہ خداوند تعالیٰ یہ جائز نہیں رکھتا کہ آپ ﷺ کا سایہ زمین پر واقع ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ زمین پلید ہو یا کوئی آپ ﷺ کے سایہ پر قدم رکھے۔"

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ اسی مضمون کو بایں الفاظ درج فرماتے ہیں:

"از خصوصیاتیکہ آنحضرت ﷺ را در بدنِ مبارکش دادہ بودند کہ سایۂ ایشاں بر زمین نمے افتاد۔"

"جو خصوصیتیں نبی کریم ﷺ کے بدن مبارک میں عطا کی گئی تھیں، ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔"[1]

شیخ المفسرین حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

می گویند کہ رسولِ خدا را سایہ نبود۔

"اولیائے امت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا سایہ نہ تھا۔"[2]

الفاضل الکامل ملا محمد معین الواعظ الکاشفی الہروی علیہ الرحمہ یوں رقم طراز ہیں:

قال العلماء قدس ارواحھم کان فی نفسہ علیہ السلام عشر معجزات یعلم بکل من لہ عقل انہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ والہٖ وسلّم۔

یعنی در ذاتِ بابرکاتِ آنحضرت ﷺ دہ چیز بود از معجزات وآیہ برسالت او، اول آنکہ ذاتِ بابرکاتِ مقدس نبوی ﷺ چند انکہ در آفتاب تردد کردے دور ماہتاب آمد و شد نمودی سایۂ وی بر زمین نمے افتاد زیرا کہ آنحضرت ﷺ اصلا سایہ نبود و دریں باب اشارت چند حکمت گفتہ اند یکے آنکہ چوں ذاتِ بابرکاتش نوری بود مجسم گشتہ و تمامی نیّرات از ذاتِ عالی صفات او استفاضۂ انوار صوری و معنوی نمودہ و ظل چوں از ظلمتے خالی نیست ملایم ذاتِ نورانی صفاتِ آں آفتابِ فلک سروری و خورشید سپہر پیغمبر ﷺ نبود:

ذاتِ تو خورشید سپہر صفاست	لا جرمش سایہ نہ اندر قفاست
سایہ حسپاں باتو کند ہمسری	رد کہ تو خود سایہ نور الٰہی

[1] (تفسیر عزیزی پ ۳۰، سورۃ عمّ، ص ۲۱۸)

[2] (تذکرہ الموتیٰ والقبور ص ۳۱)

(۸) باب نمبر آٹھ: نور محمدی ﷺ کا بیان

حکمت دیگر آنکہ نورِ آفتاب لمعہ بود از نورِ ذاتِ عالی صفات آنحضرت ﷺ دو رانارۂ نورِ او غالب بود بر نورِ آفتاب تا بمرتبہ کہ آفتاب عکسے بود از سایۂ وجود بوجودِ او:

اے خواجہ کہ عشقِ ازلی مایہ تست — بر ہفت فلک کمینہ یک پایہ تست

جسمت زلطافت چو ندارد سایہ — زانست کہ آفتاب درسایہ تست

حکمت دیگر آنکہ در ظل ہر چیزی مثل اوست چوں آنحضرت ﷺ را از زمان ایجاد خلق تا وقت افناءآں مثل و نظیر نبود لاجرم سایہ کہ مثل شخص است از ذاتِ آنحضرت ﷺ مختفی است:

سایہ چوں با شخص کند ہمسری — نیست ترا در خورد مہ ہمسری

چونکہ نظیرت نبود در جہاں — سایہ ترا نیست ازاں ہمعناں

حکمتِ دیگر آنست کہ زمین از آلائش خالی نیست حق تعالٰی نمیخواست کہ سایۂ ذاتِ پاک محمدی ﷺ بر خاک افتد نباید کہ بر جائے ناپاک افتد صیانت این معنٰی نمودہ بدیں خصیصہ اش مخصوص گردانید:

سایہ ندیدت بر زمیں ہیچ کس — نور بود سایۂ خورشید بس

جانت از آلائش تن پاک بود — سایہ نیند اخت بریں خاک بود

حکمتِ دیگر آنکہ ظل ظلیل و سایۂ نبیل آن پغامبر بالتجبیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بر زمین افتادی واقدام کافراں و منافقاں بر آں محل رسیدی مناسب علوِ مرتبت و رفعت و منزلت آنحضرت ﷺ نبودی لاجرم آنحضرت ﷺ جلال احدیت جل و علا سایہ گرا نمایہ آنحضرت محمدیہ ﷺ را ازیں نوع اہانت وضیانت فرمود کہ ولایقع ظلہ علی الارض:

من آں نیم کہ قدم بر قدم نہم لیکن — بہر زمین کہ تو می نہی سرم آنجاست

حکمتِ دیگر آنکہ چنانکہ در دنیا و عامی خود را از برائے شفاعتِ امت ذخیرہ ساخت چنانچہ فرمود لِكُلِّ نبيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ وإنّما اختَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَتِی لاھل الکبائر من امتی ہمچنیں سایہ خود را در دنیا ذخیرہ ساخت از برائے آفتاب قیامت گذاشت۔[1]

[1] (تتمۃمعراج النبوۃفی مدارج النبوۃ ص ۱۲-۱۳)

(۸) باب نمبر آٹھ: نور محمدی ﷺ کا بیان

حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ کس خوبصورت انداز سے ارشاد فرماتے ہیں :

چوں فنا ش از فقر پیرا یہ شود او محمد دار بے سایہ شود[1]

اس کی شرح میں مولانا بحر العلوم ارقام پذیر ہیں کہ:

"در مصرعہ ثانی اشارہ بہ معجزہ آں سرور ﷺ کہ آں سرور را سایہ نمی افتاد۔"

یعنی دوسرے مصرعہ میں سرورِ عالم ﷺ کے مشہور معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔

امام عاشقاں ، محقق دوراں ،علامۂ زماں ، فخر الاعیاں ، کثیر الاحسان، معتمد عالماں ، معلم فقیہاں ، مخدوم العلماء، تاج الفقہاء، صاحب فہم وزکاء، امام المشائخ والفقہاء، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، تاج الفحول، کشتۂ عشق رسول ﷺ، جامع المعقول والمنقول، محب اولاد بتول (رضی اللہ عنہم) فاضل جلیل، عالم نبیل، محدث عدیل، شمشیر بے نیام، رہنمائے ہر خاص وعام، سید العلماء الاعلام، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، حجۃ السالکین، پیشوائے کاملین، سلطان العاشقین، سند المحدثین، رہنمائے رجال دین، شیخ ارباب یقین، علم وحکمت کے بحر بیکراں ، امام اعظم کے تدبر کا نشاں ، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہل سنت ، کنز الکرامت ، جبل استقامت، آفتاب رشدو ہدایت، پیکر شرافت، مخزن علوم شریعت ومعرفت، وارث تاج مجددیت، فقیہ العصر، علامۃ الدھر، مجدد مائۃ حاضرۃ وسابقہ، مؤید ملت طاہرہ، صاحب حجت قاہرۃ، کاسر ہر فتنہ، مطلع انوار رحمانی، منبع اسرار صمدانی، کاشف رموز پنہانی، فانوس نور حقانی، نائب غوث جیلانی، جانشین امام ربانی، حق وصداقت کی نشانی، مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان قندھاری افغانی ثم بریلوی کی اس مسئلہ پر بڑی مؤثر اور مدلل تصانیف موجود ہیں جن میں بڑی وضاحت سے تحریر کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے جسم انور کا سایہ نہیں کیونکہ آپ ﷺ نورِ مبین ہیں اور نور کا سایہ نہیں۔ اسی طرح آپ نے نعتیہ کلام میں اس مشہور معجزہ کو نہایت ایمان پرور الفاظ میں منظوم فرمایا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے آپ کی گرانقدر تصانیف میں سے "قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام"، "نفی الغیبی عمن انار کل شئ"، "صلاۃ الصفاء"، "حدائق بخشش" وغیرہ۔ البتہ یہاں آپ کے والد ماجد امام الاصفیاء حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ کی ایک حسین وجمیل تحریر پیش کی جاتی ہے جس میں اس مسئلہ کو وہ ایسے رنگ میں لائے ہیں کہ سبحان اللہ! ذرا اندازِ بیان کی خوبی و لطافت دیکھئے اور اپنے عقیدہ کو جلا بخشیے "سایہ بلند پایہ اس قدِ زیبا کا عنقاء قاف نایاب ہے یا سرمہ چشم عدم، اور ظل ہمایوں اس سایۂ خدا کا عینِ نور یا نور عین نیر اعظم، ماہ نور کے قریب اندھیرا کسی نے دیکھا ہے؟ اور مہر انور کے پاس سایہ کب آسکتا ہے۔

فتادہ سایہ زاں خورشید رخ دور کہ باہم راست ناید ظلمت ونور

[1] (مثنوی شریف دفتر پنجم)

اگر جسمِ نورانی کے لئے سایہ فرض کیا جائے تو نور کے سوا کیا نظر آئے گا، اگر وہ سایہ دیدۂ اہلِ بصیرت میں نہ سماتا، نورِ معرفت انہیں نظر آتا؟ اور جو وہ ظل ہمایوں سراپا عظمت کا اس سے برتر اور اعلیٰ ہے کہ ہمسر اس کا پایا جائے اور مرتبہ اس جسم مبارک کا اس سے بہت بالا ہے کہ پیرو اس کا چاکر افتادہ نظر آئے۔

یا ایھا المشتاقون بجمالہٖ صلوا علیہ و آلہٖ اللھم صل علیٰ نور الھدیٰ و بدر الدجیٰ و سلم تسلیما۔ [1]

مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی یوں لکھتے ہیں:

وحق تعالیٰ آن جناب سلامہ علیہ رانور فرمود و بہ تواتر ثابت شد کہ آنحضرت عالی سایہ نداشتند وظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل می دارند۔

"اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو نور فرمایا نیز یہ تواتر سے ثابت ہے کہ آپ کا سایہ نہیں تھا کیونکہ آپ نور ہیں اور نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔"[2]

جناب مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کا بیان بھی ملاحظہ ہو:

"یہ جو مشہور ہے کہ سایہ نہ تھا حضور ﷺ کا تو یہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے گو وہ ضعیف ہیں مگر فضائل میں متمسک بہ ہو سکتی ہیں۔"[3]

دوسری جگہ یہ الفاظ ملتے ہیں:

"یہ بات مشہور ہے کہ ہمارے حضور ﷺ کے سایہ نہیں تھا (اس لئے کہ) ہمارے حضور ﷺ سر تاپا نور ہی نور تھے، حضور ﷺ میں ظلمت نام کو بھی نہ تھی، اس لئے آپ ﷺ کے سایہ نہ تھا کیونکہ سایہ کے لئے ظلمت لازمی ہے۔"[4]

لگے ہاتھوں مفتی دیوبند عزیز الرحمن کے قلم سے ایک فتویٰ بھی دیکھ لیجئے:

سوال: وہ حدیث کونسی ہے جس میں یہ ہے کہ رسولِ مقبول ﷺ کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا تھا؟

الجواب: امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں آنحضرت ﷺ کا سایہ زمین پر واقع نہ ہونے کے بارے میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ ﷺ لم یکن یریٰ لہ ظل فی الشمس و القمر الخ۔

---

[1] (سرور القلوب فی ذکر المحبوب، ص ۸۱)

[2] (امداد السلوک ص ۸۵)

[3] (میلاد النبی ج ۴ المریع فی الربیع ص ۵۷۲)

[4] (شکر النعمۃ بذکر الرحمہ ص ۳۹، بحوالہ ذکر جمیل از مفتی محمد شفیع اوکاڑوی)

اور تواریخِ حبیبِ الٰہ میں مفتی عنایت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ کا بدن نور تھا اسی وجہ سے آپ کا سایہ نہ تھا۔

مولوی جامی رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کے سایہ نہ ہونے کا خوب نکتہ لکھا ہے اس قطعہ میں:

پیغمبرِ ما نداشت سایہ — تا شک بدل یقیں نیفتد

یعنی ہر کس کہ پیرو است — پیداست کہ پاز میں نیفتد

فقط و اللہ تعالیٰ اعلم، کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔[1]

حافظ محمد لکھنوی وہابی یوں رقمطراز ہے:

خدائے تعالیٰ در آخر سورۂ انبیاء فرمود وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الانبیاء۱۰۷) یعنی نہ فرستادہ ایم ترا یا محمد مگر رحمت برائے جہانیاں ، پس گویا سایہ آنحضرت ﷺ ہمیں ست، ہر کہ قابل رحمت است زیرِ سایہ اُو در آید و مصنف سیزدہ وجہ بیان کردہ برائے عدم سایہ آں حضرت ﷺ در سیزدہ بیت کہ از قول او:

اس رحمتِ عالم سند اسایادھرتی مول نہ پوندا! — تا قولہ: بس کر، نور محمد کیونکر سایہ سرور کتھرا

یکے آنکہ تا کافرے یا منافقے براں پائے نہ نہند، دوم آنکہ سایہ خالی از ظلمت و تاریکی نباشد و جسمِ آنحضرت ﷺ نورانی است، سوم آنکہ سایہ خود را برائے شفاعت روزِ محشر ذخیرہ داشتہ چنانکہ دعائے خود را ذخیرہ داشتہ کہ در حدیث بخاری و مسلم مسطور است، چہارم آنکہ سایہ اور حمت ست، پنجم آنکہ آنحضرت ﷺ پیشوائے جہاں ست مبادا کہ سایہ پیشِ او شود، ششم آنکہ سایہ ہر چیز نزدیک او باشد و سایہ تاریک است و آں حضرت، روشن ترین جملہ اشیاء ست پس مناسب نیست کہ تاریکی نزدیک انوار آید، ہفتم آنکہ دلیل سایہ آفتاب و سایہ ہر چیز بہ بلند شدن آفتاب گم میگردد و مناسب نبود کہ آفتاب سایہ آنحضرت ﷺ را کم سازد، ہشتم آنکہ در علمِ الٰہی مردم دو گروہ اند قولہ تعالی: فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ (الشوریٰ۷) پس مناسب نبود کہ در سایہ آنحضرت ﷺ کسے در آید، نہم آنکہ سایہ ہر شخصے بہ سجدہ باشد بر زمین و اکثر شخصہا خود از سجدہ

---

[1] (عزیز الفتاوی، ج۶ ص ۲۰۲)

محروم می باشند و آنحضرت ﷺ سردارِ رکوع و سجود کنندگان بود پس حاجت سجود و سایہ نبود، دہم آنکہ خدائے تعالیٰ مومناں را از ظلمت برآوردہ بسوئے نور می آرد و اگر آنحضرت ﷺ را سایہ ظاہر بودے عکس ایں مرشد، یازدہم آنکہ بر جوہر صافی را سایہ روشن تر باشد و آنحضرت ﷺ انوارِ ہمہ بودند، دوازدہم آنکہ سایہ ہر کسے بر زمین بے سایہ دیگرے می آمیزد و مناسب نبود کہ سایہ دیگراں بیامیزد، سیزدہم آنکہ سایہ بر چیز صافی می نماید و بر چیز ناپاک ناپاک می نماید پس مناسب نبود کہ سایہ آنحضرت ﷺ ناپاک نماید (واللہ اعلم)۔"[1]

"مسئلہ سایہ میں حضرت فقیہ اعظم استاذی المکرم مولانا الحاج ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی دامت برکاتہم نے مذکورہ فارسی عبارت کا اردو میں ترجمہ فرمایا ہے، تبرکاً اسی کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے، آپ فرماتے ہیں: "مولانا نور محمد صاحب جوڑوی نے اپنی مشہور کتاب "شہباز شریعت" میں ۲۱۰، ۲۱۱ کے تیرہ شعروں میں سایہ نہ ہونے کی تیرہ دلیلیں بیان کی ہیں جن کی تفصیلی تقریر جناب حافظ محمد صاحب لکھی والے اس کے حاشیہ "شیر طریقت" میں بایں الفاظ ذکر فرماتے ہیں: خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۂ انبیاء کے آخر میں فرمایا ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الانبیاء ۱۰۷) یعنی اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت واسطے جہانوں کے، پس گویا سایہ آنحضرت ﷺ کا یہی ہے اس لئے کہ جو شخص قابلِ رحمت ہے وہ اس سایہ کے نیچے آجاتا ہے۔ مصنف نے آنحضرت ﷺ کے سایہ نہ ہونے کے بارے میں تیرہ وجوہ تیرہ بیتوں میں بیان کی ہیں، ابتداء ان تیرہ بیتوں کی اس مصرعہ سے ہے:

اس رحمتِ عالم سندا سایا دھرتی مول نہ پوندا!

اور آخری مصرعہ ان تیرہ بیتوں کا یہ ہے:

بس کر، نور محمدا کیونکر سایہ سرور کتھرا

پھر تیرہ وجوہ ایک ایک کر کے بیان کرتے ہیں: اول یہ کہ کافر یا منافق اس سایہ پر پاؤں نہ رکھے۔ دوسرے یہ کہ سایہ تاریکی اور سیاہی سے خالی نہیں ہوتا اور آنحضرت ﷺ کا جسم نورانی ہے، تیسرے یہ کہ اس نے اپنا سایہ واسطے آخرت کے ذخیرہ رکھا ہے جیسا کہ اپنی دعا کو شفاعت کے لئے ذخیرہ رکھا، چنانچہ حدیث بخاری و مسلم میں لکھا ہوا ہے۔ چوتھے یہ کہ سایہ اس کا رحمت ہے۔ پانچویں یہ کہ آنحضرت ﷺ جہاں کے پیشوا ہیں، ایسا نہ ہو کہ سایہ ان کے آگے ہو۔ چھٹے یہ کہ سایہ ہر چیز کا اس کے نزدیک ہوتا ہے، اور سایہ تاریک ہے اور آنحضرت ﷺ تمام چیزوں سے زیادہ روشن ہیں پس مناسب نہیں کہ

---

[1] (در شیرِ طریقت بر حاشیہ شہباز شریعت)

تاریکی اس کی اس کے نزدیک آئے جو بہت روشن ہے۔ ساتویں یہ کہ سایہ کی دلیل آفتاب ہے اور سایہ ہر چیز کا بسبب بلند ہونے کے آفتاب کے کم ہو جاتا ہے اور مناسب نہ تھا کہ آفتاب آنحضرت ﷺ کے سایہ کو کم کر دے۔ آٹھویں یہ کہ علم الٰہی میں لوگ دو گروہ ہیں، فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ (الشوریٰ ۷) یعنی ایک گروہ جنتی اور ایک گروہ دوزخی، پس مناسب نہ تھا کہ کوئی شخص اس کے سائے کے نیچے آئے اور پھر دوزخی ہو جائے۔ نویں یہ کہ سایہ ہر شخص کا زمین پر سجدہ میں ہوتا ہے اور اکثر لوگ آپ ہی سجدہ سے محروم ہوتے ہیں، اور آنحضرت ﷺ رکوع اور سجود کرنے والوں کے سردار تھے، پس حاجت سجود سایہ کی نہ تھی۔ دسویں یہ کہ خدا تعالیٰ مؤمنوں کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور اگر آنحضرت ﷺ کا سایہ ظاہر ہوتا تو اس کا عکس ہوتا۔ گیارہویں یہ کہ جوہر صافی کا سایہ بہت روشن ہو جاتا ہے اور انحضرت ﷺ سب سے زیادہ روشن تھے۔ بارہویں یہ کہ سایہ ہر ایک دوسرے کے سایہ سے مل جاتا ہے اور مناسب نہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کا سایہ دوسروں کے سایہ سے خلط ملط ہوتا۔ تیرہویں یہ کہ صاف چیز پر سایہ صاف دکھائی دیتا ہے اور ناپاک چیز پر سایہ بھی ناپاک نظر آتا ہے، پس مناسب نہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کا سایہ ناپاک دکھائی دیتا۔"

ان عبارات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ صحابہ کرام، تابعین، مجتہدین، ائمہ کرام، محدثین و مفسرینِ عظام، علماء و صوفیاء اور اولیاء اللہ کا مذہب و عقیدہ یہ ہے کہ حضور پُر نور کا جسم انور بے سایہ تھا۔

(۹) باب نمبر نو: آپ ﷺ کے علمِ ماکان ومایکون کابیان

بعض علماء حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علمِ ماکان ومایکون سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ شرک ہے(العیاذ باللہ)۔ حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو علم ماکان ومایکون عطافرمایا۔ دلائل ملاحظہ کیجئے :

آیت اولیٰ:

خَلَقَ الْإِنسَانَ (۳) عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (الرحمن ۴)

" اللہ نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان سکھایا"۔

۱)علامہ بغوی تفسیر معالم التنزیل میں تحت آیہ کریمہ فرماتے ہیں:

(خَلَقَ الْإِنسَانَ) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (علّمہ البیان) یعنی بیان ما کان و ما یکون لانہ کان یبین عن الاولین والاخرین۔[1]

۲)علامہ محی السنۃ علاء الدین علی ابن محمد بغدادی تفسیر خازن میں تحت آیہ کریمہ فرماتے ہیں:

ارادبالانسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم (علمہ البیان) یعنی بیان مایکون وما کان لانہ صلی اللہ علیہ وسلّم ینبئ عن خبر الاولین والاٰخرین وعن یوم الدّین۔

یعنی آیۃ میں انسان سے محمد ﷺ کو مراد لیا اور ان کو مایکون وماکان کا بیان سکھایا۔ کیونکہ حضور اوّلین وآخرین اور روزِ قیامت کی خبر دیتے ہیں۔[2]

۳)علامہ احمد تفسیر صاوی میں تحت آیت کریمہ فرماتے ہیں:

وقیل ھو محمد صلی اللہ علیہ وسلّم لانہ الانسان الکامل والمراد بالبیان علمہ ما کان ومایکون وماھو کائن۔

یعنی بعض نے کہا کہ انسان تو محمد ﷺ ہیں کہ وہی انسان کامل ہیں اور بیان سے علم ماکان ومایکون مراد ہے(یعنی جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے)۔[3]

۴)علامہ جمل تفسیر جمل میں تحت آیہ کریمہ فرماتے ہیں:

وقیل ارادبالانسان محمد صلی اللہ علیہ وسلّم (علمہ البیان) یعنی بیان مایکون وما کان لانہ صلی اللہ علیہ وسلم ینبئ عن خبر الاولین والاٰخرین وعن یوم الدین۔

---

[1](معالم مصری ص ۱ ج۷)

[2] (خازن مصری ص ۲ ج۷)

[3](ازتفسیر صاوی مصری ص ۱۲۹ ج۴)

یعنی آیت میں انسان سے محمد ﷺ مراد ہیں، اور بیان سے ماکان ومایکون کا بیان مراد لیا۔ اس لئے کہ حضور اولین و آخرین وروزِ قیامت کی خبر دیتے ہیں۔[1]

۵)علامہ حسین واعظ تفسیر حسینی میں تحت آیت کریمہ فرماتے ہیں:

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیاموزندے بیان آنچہ بودوھت وباشد چنانچہ مضمون فعلمت علمہ الاولین والآخرین از معنی خبر میدہد۔[2]

آیت ثانیہ:

وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا (النساء ۱۱۳)

"اور تمہیں سکھادیا جو تم نہیں جانتے تھے، اور اللہ کا فضل تم پر بہت بڑا ہے۔"

۶)(۱)امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ خدا نے حضور اکرم ﷺ کو احکام اور غیب کی تعلیم فرمائی۔[3]

(۲) نسفی، عبد اللہ بن احمد مدارک التنزیل جلد ا ص ۲۵۰ سطر ۲۳ دار احیاء الکتب العربی مصر: میں لکھتے ہیں:

من امور الدین والشرائع او من خفیّات الامور وضمائر القلوب۔

یعنی آپ ﷺ کو امور دین اور مخفی امور اور دلوں کے راز بتائے گئے۔

(۳) کاشفی، حسین واعظ تفسیر حسینی، ص ۱۵۵ سطر ۲۴ مطبع محمدی ممبئی: یہ ماکان اور مایکون کا علم ہے کہ خدائے ذوالجلال نے معراج کی رات میں نبی کریم ﷺ کو عطا فرمایا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے معراج کے واقعے میں ہے کہ میں عرش کے نیچے تھا ایک قطرہ میرے حلق میں ڈالا۔ پس میں نے تمام گزرے ہوئے اور ہونے والے واقعات معلوم کر لئے۔ پس میں گزشتہ کو بھی جانتا ہوں اور آئندہ کے سب امور کو بھی۔[4]

وعلمک مالم تکن تعلم من خبر الاولین والاخرین وما کان وما ھو کائن قبل ذلک من فضل اللہ علیک یا محمدمذ خلقک۔

---

[1] (تفسیر جمل مصری ص ۲۵۳ ج ۴)

[2] (تفسیر حسینی بر حاشیہ قرآن ص ۲۱۴)

[3] (تفسیر کبیر جلد ۱۱ ص ۴۰ سطر ۸ مصر)

[4] (طبری، ابن جریر جامع البیان جلد ۵ ص ۲۷۵ سطر آخر مصطفی البابی مصر ۱۹۵۴ء)

(۹) باب نمبر نو: آپ ﷺ کے علمِ ما کان وما یکون کا بیان

اور اللہ نے آپ کو ان چیزوں کی تعلیم دی جو آپ ﷺ نہ جانتے تھے اولین و آخرین کی تمام خبریں اور جو کچھ گزر گیا اور جو کچھ ہونے والا ہے۔ پہلے اس سے کہ آپ پر خدائے ذوالجلال کا بڑا فضل ہے۔ اے محمد ﷺ جب آپ کو خدائے ذوالجلال نے پیدا فرمایا۔[1]

وعلّمک مالم تکن تعلم ای علوم عواقب الخلق علم ما کان و ماسیکون۔

اور اللہ نے اس سب کی آپ کو تعلیم دے دی جو کہ آپ نہیں جانتے تھے یعنی تمام خلقت کے عواقب اور جو کچھ گزر چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے، سب کا علم مرحمت فرمادیا۔[2]

علمک مالم تکن تعلم من الاحکام والغیب۔

احکام اور غیب میں سے جو کچھ تم نہ جانتے تھے ان سب کی آپ ﷺ کو تعلیم دے دی۔[3]

وعلمک مالم تکن تعلم یعنی من احکام الشرع وامور الدین وقیل علمک من علم الغیب مالم تکن تعلم۔ وقیل معناہ وعلمک من خفیات الامور واطلعک علی ضمائر القلوب من احوال المنافقین وکیدھم۔

اے رسول ﷺ جو احکام شرع اور امور دین آپ ﷺ نہ جانتے تھے، ان کی آپ ﷺ کو تعلیم دی گئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ غیب میں سے جو آپ ﷺ نہ جانتے تھے ان کی تعلیم دی گئی۔ ایک قول کے مطابق یہ معنی ہیں کہ آپ کو چھپی ہوئی چیزیں سکھادیں اور دلوں کے رازوں کا علم عطا فرمایا اور منافقین کے مکر و فریب کا علم دیا گیا۔[4]

علم الانسان ما لم یعلم وقیل الانسان ھھنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وبیانہ علمک ما لم تکن تعلم۔ **علم الانسان مالم یعلم** میں کہا گیا ہے کہ یہاں انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں اور اس کا بیان آیت **علمک مالم تکن تعلم** میں ہے۔

خدائے ذوالجلال نے **مالم تکن تعلم** کی تعلیم فرمائی۔ لفظ ما عموم پر دلالت کرتا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ جتنے بھی علوم اور جتنے بھی مخلوق کے مسائل تھے وہ سب خدا نے اپنے نبی کو تعلیم فرمادیئے۔ اتنی وضاحت کے بعد یہ کہنا کہ فلاں چیز کا نبی اکرم ﷺ کو علم نہیں تھا یا فلاں کا، تو یہ قرآن کو نہ سمجھنے کی دلیل ہے، ورنہ آیت تو واضح ہے کہ خدا نے حضور اکرم ﷺ کو تمام امور کی تعلیم دے دی۔

---

[1] ابن روزبہان عرائس البیان جلد ۱ ص ۱۵۹ سطر ۵ منشی نولکشور لکھنؤ

[2] (سیوطی، محلی، جلالین ص ۸۷، سطر ۱۴ اصح المطابع کراچی)

[3] (خازن، علاؤ الدین، خازن جلد ۱ ص ۴۳۰ سطر ۱۹ المطبعۃ الخیریہ، مصر)

[4] (بغوی، ابو محمود معالم التنزیل ص ۲۵۳ سطر ۲۰ مطبع حیدری ممبئی)

(۸) مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب تفسیر نعیمی کی جلد ۵ کے ص۴۲۱ کی سطر ۸ پر رقمطراز ہیں کہ اس جملہ میں یا تو نئے انعام وفضل کا ذکر ہے یا انزل اللہ کے نتیجہ کا بیان۔ علم تفعیل کا ماضی مبالغہ کے لئے ہے یعنی تم کو خوب اور بہت سکھا دیا۔ جیسے آدم علیہ السلام کے لئے فرمایا وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا۔ ماسے مراد احکام شرع، امور دین، علوم غیبیہ چھپی ہوئی چیزیں، دلوں کے ارادے و بھید، سینوں کے اسرار۔ اگلے پچھلوں کی خبریں سب ہی کچھ ہیں (تفسیر خازن، بیضاوی، مدارک، تفسیر کبیر، تفسیر روح المعانی، روح البیان غرضیکہ اس میں کوئی قید نہیں۔ سارے علوم غیبیہ مراد ہیں لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ اس کا بیان ہے یعنی آپ نزول وحی یا نزول قرآن یا ہمارے بتانے سے پہلے جو کچھ نہ جانتے تھے، وہ سب کچھ آپ کو رب نے اچھی طرح خوب سکھا دیا۔ خیال رہے کہ سکھانے اور بتانے میں بڑا فرق ہے۔ واعظ لوگوں کو آدھ گھنٹے میں بہت سے مسائل سنا دیتا ہے، بتا دیتا ہے مگر سامعین اس وعظ سے عالم نہیں بن جاتے۔ مدرس طلبا کو برسوں میں علوم سکھاتا ہے۔ جس سے وہ عالم بن جاتے ہیں۔ یہاں عَلَّمَ فرمایا اور اَخۡبَرَ نہ فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ ہم نے سب کچھ سکھا دیا۔ تم نے سب کچھ سیکھ لیا۔

۹) تفسیر عرائس البیان میں تحت آیہ کریمہ ہے: وعلمک مالَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ ای علوم عواقب الخلق وعلم ما کان وما سیکون۔ یعنی اور تمہیں وہ کچھ سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے یعنی مخلوق کے عاقبتوں کے علوم اور ما کان ومایکون کا علم۔[1]

۱۰) تفسیر حسینی میں تحت آیۂ کریمہ ہے: در بحر الحقائق میفرماید کہ آں علم ما کان وما سیکون است۔ یعنی اور بحر الحقائق میں فرمایا کہ وہ علم ماکان ومایکون کا ہے۔[2]

آیت ثالثہ:

وَنَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتَابَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّهُدًی وَّرَحۡمَةً وَّبُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ (النحل ۸۹)

یعنی اور ہم نے تم پر کتاب اتاری جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور یہ ہدایت اور رحمت اور بشارت ایمان والوں کے لئے ہے۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں کل شئے یعنی ہر چیز کا بیان موجود ہے۔

۱۱) تفسیر عرائس البیان میں تحت آیۂ کریمہ ہے:

یخبر عما کان ومایکون من کل حدو کل علم ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم هو المبین لتبیان الکتاب۔

یعنی کتاب ماکان ومایکون کی ہر حد اور ہر علم کی خبر دیتی ہے، اور محمد ﷺ کتاب کے بیان کرنے والے ہیں[3]

---

[1] (عرائس البیان ص ۱۵۹ ج ۱)

[2] (از تفسیر حسینی بر حاشیہ قرآن ص ۱۰۸)

[3] (عرائس البیان ص ۵۳۶ جلد ۱)

آیت رابعہ:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (سورہ انعام ۲۸)

یعنی اور ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

۱۲) تفسیر جمل میں تحت آیہ کریمہ ہے:

فقیل اللوح المحفوظ وعلیٰ هذا فالعموم ظاهر لان الله تعالیٰ اثبت ما کان و مایکون فیه۔

یعنی کہا گیا کہ لوح محفوظ ہے اور اس بناء پر عموم ظاہر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ماکان ومایکون کو اس میں ثابت کیا ہے۔[1]

۱۱) تفسیر صاوی میں تحت آیہ کریمہ ہے:

ارید بالکتاب اللوح المحفوظ فالعموم ظاهر فان فیه تبیان کل شیء ما کان و مایکون و ماهو کائن۔

یعنی کتاب سے لوحِ محفوظ مراد ہے کہ عموم ظاہر ہے کہ تبیان کل شیء کو قید ما کان و مایکون کو شامل یعنی جو ہو گیا اور جو ہو گا اور جو ہونے والا ہے، یہ ما کان و مایکون کی مراد ہے۔[2]

آیت خامسہ:

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (اقراء ۵)

یعنی اور انسان کو سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

۱۲) تفسیر معالم میں تحت آیہ کریمہ ہے:

قیل الانسان ههنا محمد صلی الله علیه وسلم بیانه وعلّمک مالم تکن تعلم۔

یعنی کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور بیان سے وہ جو آیت وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ میں گزرا۔[3]

حتیٰ کہ اللہ رب العزت نے علوم خمسہ بھی حضور ﷺ عطا کیے۔ علوم خمسہ سے مراد ایک یہ ہے کہ قیامت کب ہو گی؟ دوسرا بارش کب ہو گی؟ تیسرا ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ چوتھا کل کیا کرے گا؟ پانچواں یہ کہ کہاں مرے گا؟ یہ علوم مراد ہے جو علوم غیب سے ہیں۔ وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جب یہ علوم غیبیہ ہیں تو ان کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو ان

---

[1] (تفسیر جمل ص ۲۷ ج ۲)
[2] (تفسیر صاوی ص ۱۳ ج ۲)
[3] (تفسیر معالم ص ۲۲۴ ج ۷)

پر مطلع ماننا شرک ہے۔ حالانکہ عقیدۂ اہل سنت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ پانچوں باتیں حضور ﷺ کو عطا فرمادی ہیں۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ان پانچوں کو جانتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (لقمان ۳۴)

ترجمہ: بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینھ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

تفسیر احمدی میں علامہ احمد جیون تحت آیۃ کریمۃ فرماتے ہیں:

ویجوز ان یعلمها من یشاء من محبیه و اولیاءه قوله تعالیٰ: إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ. علی ان یکون الخبیر بمعنی المخبر۔

ترجمہ: اور جائز ہے کہ اللہ انہیں جس کو چاہے تعلیم کردے اپنے محبوبوں اور اولیاؤں میں سے بسبب قرینہ اس کے قول کہ اللہ جاننے والا خبر دینے والا ہے بایں معنی کہ خبیر بمعنی مخبر کے ہو۔[1]

تفسیر عرائس البیان میں تحت آیۃ کریمۃ فرماتے ہیں:

وعلم خاص الخاص علم السروهوعلم الغيب ومن علم الغيب مايطلع عليه الانبياء والاولياء والملئكة بقوله: عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا (۲۶) إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ (الجن ۲۷)

ترجمہ: اور علم خاص الخاص علم سر ہے جو علم غیب ہے جس پر انبیاء اور اولیاء اور فرشتوں کو مطلع کرنا ہے اپنے اس قول کی بناء پر کہ غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر پسندیدہ رسولوں کو۔[2]

تفسیر صاوی میں تحت آیۃ کریمۃ میں ہے:

فلامانع من کون اللہ یطلع بعض عباده الصلحین علی بعضه المغیبات فتکون معجزة للنبی و کرامة الولی۔

یعنی تو یہ ممنوع نہیں ہے کہ اللہ اپنے بعض نیک بندوں کو اس غیب پر مطلع کردے تو وہ نبی کیلئے معجزہ اور ولی کیلئے کرامت ہو جائے۔[3]

وایضاًفی تفسیر الصاوی فلیس فی الآیات مایدل علی نفی کرامات الاولیاء المتعلقة بالکشف ولکن اطلاع الانبیاء علی الغیب اقویٰ من اطلاع الاولیاء۔

---

[1] (تفسیر احمدی مطبوعة دهلی ص ۳۳۷ ج ۲)
[2] (تفسیر عرائس البیان ص ۱۲۸ ج ۲)
[3] (تفسیر صاوی ص ۲۱۵ ج ۳)

ترجمہ: آیات میں اولیاء کی کرامات کی نفی نہیں ہے جو کشف کے طور پر ہو لیکن غیب پر نبیوں کا مطلع کرنا اولیاء کے مطلع کرنے سے زیادہ قوی ہے۔[1]

ای وقت وقوع القیمۃ من الغیب الذی لا یظھرہ اللہ لا حد فان قیل فاذا احملتم ذلک علی القیمۃ فکیف قال الا من ارتضی من رسول مع انہ لا یظھر ھذا الغیب لا حد قلنا بل یظھرہ عند قریب القیمۃ۔

ترجمہ: یعنی قیامت کے آنے کا وقت ان غیبوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی پر ظاہر نہیں فرماتا پس اگر کہا جاوے کہ جب تم نے اس غیب کو قیامت پر محمول کر لیا تو اب رب تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا مگر پسندیدہ رسولوں کو حالانکہ یہ غیب تو کسی پر بھی ظاہر نہیں کیا جاتا تو ہم کہیں گے کہ رب تعالیٰ قیامت کے قریب ظاہر فرماوے گا۔[2]

تفسیر صاوی میں ہے:

قال العلماء الحق انہ لم یخرج نبینا من الدنیا حتی اطلعہ علی تلک الخمس و لکنہ امر بکتمھا۔

علماء نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے ہیں یہاں تک آپ ﷺ ان پانچ باتوں پر مطلع کر دیا گیا مگر چھپانے کا حکم دیا گیا۔[3]

علامہ ابراہیم بیجوری شرح قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں کہ:

انہ ﷺ لم یخرج من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ تعالیٰ بھذا الامور۔

ترجمہ: حضور ﷺ دنیا سے تشریف نہیں لے گئے مگر بعد اس کے اللہ نے انہیں یہ امور تعلیم کر دیئے۔[4]

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

انہ ﷺ اوتی علم الخمس و ایضا و علم وقت الساعۃ و الروح و انہ امر بکتم ذلک۔

ترجمہ: حضور ﷺ کو ان پانچ کا علم دیدیا گیا اور علم قیامت اور علم روح بھی اور ان کے چھپانے کا حکم دیا گیا۔ اور اس کے بارے میں بے شمار دلائل ہیں۔

قال اللہ الرّحمان فی القراٰن: عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن ۲۶)

ترجمہ: غیب کا جاننے والا وہی ہے پس اپنے غیب پر وہ کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس شخص کے جس کو وہ رسول میں سے علم غیب کے لئے منتخب کرے۔

---

[1] (تفسیر ص ۲۰۸ ج۴)

[2] (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[3] (تفسیر ساوی ص ۲۱۵ ج۳)

[4] (شرح قصیدہ بردہ شریف ص ۷۶)

علم کسی چیز کو کما حقّہ جاننا۔ پہچاننا۔ حقیقت کا ادراک کرنا۔ یقین حاصل کرنا۔ محسوس کرنا۔ محکم طور پر معلوم کرنا۔ اس طرح ادراکِ حقیقت کرنے والے کو عالم کہتے ہیں۔ جس کی جمع عَالِمُوْن آتی ہے اور عَلِیْم کی جمع عُلَمَاء یعنی گہرا اور پختہ علم رکھنے والے۔ اس مادہ کے بنیادی معنی کسی چیز پر ایسے نشان کے ہیں جس سے وہ شے دیگر اشیاء سے متمیز ہو سکے۔

عربوں کے نزدیک علم کا درجہ معرفت اور شعور سے زیادہ بلند ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اللہ کے لئے علم کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ معرفت یا شعور کا نہیں۔ چنانچہ خدا کو عالم یا علیم کہہ سکتے ہیں عارف یا شاعر نہیں کہہ سکتے علم اور معرفۃ میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ معرفت کسی چیز کے آثار و قرائن میں غور و فکر کر کے اس کا ادراک کرنے کو کہتے ہیں لیکن علم کے لئے یہ ضروری نہیں۔ ثانیاً معرفت کا لفظ پیشتر اس موقع پر استعمال ہوتا ہے جب کوئی چیز ادراک کے بعد دھیان سے نکل جائے اور پھر دوبارہ اس کا ادراک ہو، لیکن علم میں یہ صورت نہیں ہوتی۔

قرآن کریم نے سمع، بصر اور قلب کو حصول علم کے ذرائع قرار دیا ہے، دوسرے مقام پر قَلْب کی جگہ فُوَادْ بھی کہا ہے۔ اس میں علم بذریعہ حواس اور بذریعہ تصورات دونوں آجاتے ہیں۔ اور فواد کی نسبت سے اس میں احساسات بھی آجاتے ہیں۔ لیکن چونکہ علم اس وقت علم کہلا سکتا ہے جب وہ یقین کے درجے تک پہنچ جائے۔ اس لئے قرآن کریم نے وحی کو علم کہا ہے اور اس کی ضد کو اھواء یعنی انسان کے خود ساختہ تصورات یا جذباتی عقیدت مندیاں جن کے لئے اس کے پاس کوئی دلیل و برھان نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم خارجی کائنات کے متعلق علم حاصل کرنے پر بڑا زور دیتا ہے۔ جذباتی عقیدت مندی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ وہ اپنے ہر دعوے کو دلیل و برھان کے زور پر پیش کرتا ہے اور ان دعاوی سے انکار کرنے والوں سے بھی دلائل و براہین طلب کرتا ہے۔ اسے اپنے دعاوی کی محکمیت پر اتنا یقین ہے کہ وہ ان دعاوی سے انکار کرنے والوں کے متعلق اعلانیہ کہہ دیتا ہے کہ وہ ان کی تردید میں کوئی برھان پیش نہیں کر سکتے اسی لئے قرآن کریم کی دعوت عَلٰی وَجْهِ الْبَصِيْرَت دعوت ہے۔

علماء نے علم کی مختلف قسمیں بیان فرمائی ہیں ان میں سے چند کا ذکر امام راغب نے المفردات میں یوں کیا ہے:

العلم: کسی چیز کی حقیقت کا ادراک کرنا اور یہ دو قسم پر ہے۔

اول: یہ کہ کسی چیز کی ذات کا ادراک کر لینا۔

دوم: ایک چیز پر کسی صفت کے ساتھ حکم لگانا جو (فی الواقع) اس کے لئے یا ایک چیز کی دوسری چیز سے نفی کرنا جو (فی الواقع) اس سے منفی ہو۔ پہلی صورت میں یہ لفظ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے لَا تَعْلَمُوْنَهُمُ اللهُ يَعْلَمُهُم جن کو تم نہیں جانتے اور خدا جانتا ہے۔

اور دوسری صورت میں دو مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے فرمایا **فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنَات** اگر تم کو معلوم ہو کہ مؤمن ہیں۔

ایک دوسری حیثیت سے علم کی دو قسمیں ہیں (۱) نظری اور (۲) عملی۔

علم نظری: وہ ہے جو حاصل ہونے کے ساتھ ہی مکمل ہو جائے جیسے وہ علم جس کا تعلق موجودات عالم سے ہے۔

علم عملی: اور علم عملی وہ ہے جو عمل کے بغیر تکمیل نہ پائے جیسے عبادات کا علم۔

ایک اور حیثیت سے بھی علم کی دو قسمیں ہیں: (۱) عقلی (۲) سمعی۔

علم عقلی: یعنی وہ علم جو صرف عقل سے حاصل ہو سکے۔

علم سمعی: یعنی وہ علم جو محض عقل سے حاصل نہ ہو بلکہ بذریعہ نقل و سماعت کے حاصل کیا جائے۔

منطقی حضرات نے علم کی تعریف اور تقسیم یوں فرمائی ہے۔

علم: کسی شے کی صورت کا تمہارے ذہن میں آنا۔

اور علم کی دو قسمیں ہیں۔ تصور اور تصدیق۔

تصدیق: جس میں اس بات کا علم ہو کہ فلاں شے فلاں شے سے ہے۔

تصور: جس میں اس بات کا علم نہ ہو۔

تصور کی بھی دو قسمیں ہیں اور تصدیق کی بھی۔

تصور بدیہی: جو بغیر تعریف (غور و فکر) کے سمجھ میں آجائے۔

تصور نظری: جو بغیر تعریف () کے سمجھ میں نہ آئے۔

تصدیق بدیہی: جو بغیر غور و فکر کے حاصل ہو۔

تصدیق نظری: جو غور و فکر کے بعد حاصل ہو۔

قرآن مجید میں علم کی ایک اور تقسیم بھی پیش کی گئی ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں، ایک علم غیب اور دوسری علم شہادت۔ غیب کے جاننے والے کو عالم الغیب اور شہادت کے جاننے والے کو عالم الشہادۃ کہتے ہیں (جس کا ذکر قرآن مجید کے سورہ انعام کی آیت ۷۳ میں یوں ہے:

عالم الغیب و الشھادۃ۔

اور اس کتاب میں عالم الغیب کے بارے میں بحث ہو گی کہ غیب کسے کہتے ہیں اور اس کا جاننے والا کون ہے۔

معنیٔ غیب

کسی بھی لفظ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس کے لفظی اور اصطلاحی معانی سمجھے جائیں اور اس کے استعمالات سے آگاہی حاصل کی جائے۔ لہٰذا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ پہلے ہم لفظ غیب کے لفظی اور اصطلاحی معانی کتب لغاتِ عرب سے معلوم کر لیں۔ اس کے بعد اس کے عالم پر بحث کریں گے کہ کوئی غیب کا جاننے والا ہے یا نہیں اور اگر کوئی جانتا ہے تو کیسے ؟[1]

الغیب مصدر غابت الشمس و غیرھا اذا استترت عن العین یقول غاب عنی کذا قال تعالیٰ: ام کان من الغائبین و استعمل فی کل غائب عن الحاسۃ وعما یغیب عن علم الانسان بمعنی الغائب قال: و ما من غائبۃ فی السماء و الارض الا فی کتاب مبین و یقال للشیء غیب و غائب باعتبار بالناس لا باللہ تعالیٰ فانہ لا یغیب عنہ شیء کما لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السمٰوات و لا فی الارض و قولہ عالم الغیب و الشھادۃ ای ما یغیب عنکم و ما تشھدونہ و الغیب فی قولہ یؤمنون بالغیب ما لا یقطع تحت الحواس و لا تقتضیہ بداھۃ العقل العقول و انما یعلم بخبر الانبیاء علیھم السلام و بدفعہ یقع علی الانسان اسم الحاد و من قال الغیب ھو القرآن و من قال ھو القدر فاشارۃ منھم الی بعض ما یقتضیہ لفظہ و قال بعضھم معناہ یؤمنون بالغیب اذا غابوا اعنکم و لیسوا کالمنافقین الذین قیل فیھم و اذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزؤن و علی ھذا قولہ الذین یخشون ربھم بالغیب من خشی الرحمٰن بالغیب و للہ غیب السمٰوات و الارض اطلع الغیب و لا یظھر علی غیبہ احدا لا یعلم من فی السمٰوات و الارض۔ الغیب الا اللہ۔

ترجمہ: الغیب۔ غابت الشمس و غیرھا کا مصدر ہے جس کے معنی کسی چیز کے نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کے ہیں۔ چنانچہ محاورہ ہے غاب عنی کذا۔ فلاں چیز میری نگاہ سے اوجھل ہو گئی۔ قرآن میں ہے۔ ام کان من الغائبین کیا کہیں غائب ہو گیا ہے۔ اور ہر وہ چیز جو انسان کے علم اور حواس سے پوشیدہ ہو اس پر غیب کا لفظ بولا جاتا ہے یعنی غیب بمعنی غائب ہے۔

قرآن میں ہے:

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (النمل ۷۵)

اور آسمانوں اور زمین میں کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے مگر وہ کتاب روشن میں ہے۔

اور کسی چیز کو غیب یا غائب لوگوں کے لحاظ سے کہا جاتا ہے ورنہ باری تعالیٰ سے تو کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

جیسے فرمایا:

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّکَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ (یونس ۶۱)

ذرہ بھر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں ۔

[1] (اصفھانی راغب ص ۳۷۲ سطر آخر، المطبعۃ المیمنۃ۔ مصطفی البابی الحلبی و اخویہ مصر)

(۹) باب نمبر نو: آپ ﷺ کے علمِ ما کان وما یکون کا بیان

لہٰذا آیت کریمہ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہی پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے میں الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ سے مراد وہ اشیاء ہیں جو انسان کے علم وہ حواس سے پوشیدہ ہیں اور جو اس کے سامنے موجود ہیں۔ اور آیۃ کریمہ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ غیب پر ایمان لاتے ہیں میں الغیب سے وہ تمام اشیاء اور حقائق مراد ہیں جو انسانی حواس سے ماوراء ہیں اور ہدایت عقل سے ان کا علم حاصل نہیں ہو سکتا، بلکہ انبیاء علیہم السلام کے خبر دینے سے ہی ان کا علم ہوتا ہے اور انہیں نہ ماننے سے انسان ملحد ہو جاتا ہے اور جن لوگوں نے غیب سے مراد قرآن یا تقدیر لی ہے تو انہوں نے اس کے جزوی مفہوم کی طرف اشارہ کیا ہے اور بعض نے يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ کے معنی یہ کئے ہیں کہ تم سے غائب ہونے کی حالت میں بھی وہ ایمان لاتے ہیں۔

یعنی وہ ان منافقوں کی طرح نہیں ہیں جن کے متعلق ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِؤُنَ (البقرة ۱۴)

چنانچہ مندرجہ ذیل آیات:

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ (ملک ۱۲) اور وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وغیرہا میں بھی غیب کے معنی خلوت اور تنہائی کے ہیں وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ اور اطَّلَعَ الْغَيْبَ اور فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ﴿الجن ۲۶﴾ اور لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ اور تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ یہ آیات من جملہ غیب کی خبروں کے متعلق ہیں۔[1]

[2](غاب يغيب غيبا وغيبة وغيابا وغيوبا ومغيبا) عنه: بعد عنه وباينه (غابت الشمس غيابا وغيوبة) غربت و استترت عن العين۔ الشيء عن فلان: استتر ضد حضر۔ عن بلاده: سافر۔

ترجمہ: (غاب يغيب غيبا وغيبة وغيابا وغيوبا ومغيبا) عنه: دور ہونا، جدا ہونا، غابت الشمس غيابا وغيوبة سورج کا ڈوبنا، چھپنا۔ الشيء عن فلان پوشیدہ ہونا۔ غیر حاضر ہونا۔ عن بلاده سفر کرنا۔[3]

غاب يغيب غيبا وغيبة وغيابا وغيوبا ومغيبا: عن: غائب ہونا، دور ہونا جدا ہونا۔ غیر حاضر ہونا۔ پوشیدہ ہونا، کسی جگہ کا فاصلہ بعید پر ہونا۔[4]

الغيب: الشک۔ كل ما غاب عنک (سمعت صوتاً من وراء الغيب) ای من موضع لا اراه۔ السر۔ ما اطمأن من الارض۔ ج: غياب وغيوب۔

---

[1](اردو ص ۶۸۱، کالم ۱ سطر ۱۳)

[2](لوبس معلوف المنجد ص ۲ ۵ ۹ کالم ۲ سطر آخر المطبعة الكاثوليكية بيروت)

[3] ازہری، اعظمی، محمد حسین، معجم الاعظمی ص ۱۴۵۳ سطر آخر کالم ۲ مکتبۂ غزالی کراچی۔

[4](الدکتور خلیل البحر لاروس ص ۸۸۸ کالم ۱ سطر ۱ مکتبہ لاروس فرانس ۱۹۷۳ء)

[1]الغیب ج: غیوب وغیاب (۱) مص۔ غاب (۲) کل ماغاب عن الانسان (ھو عالم بالغیب) (۳) السر (۴) الشک (۵) ماسھل وانخفض من الارض۔

[2]غاب یغیب غیبا وغیبۃ وغیابا وغیوبا ومغیبا۔

غیر حاضر ہونا، دور ہونا، کسی جگہ سے فاصلہ بعیدہ پر ہونا، پوشیدہ ہونا۔

[3] غاب عنه۔ یغیب غیبا وغیبة وغیابا وغیوبا ومغیبا۔ بعد عنه وبانیه الشمس وغیرھا من النجوم غیابا وغیوبة غربت واستترت عن العین وفلان ضد حضر وفلان عن بلادہ سافر۔

[4]الغیب الشک وجمعہ غیاب وغیوب۔ قال

انت نبی تعلم الغیابا لا قائلا افکا ولا مرتابا

والغیب کل ماغاب عنک[5]

الغیب ماغاب عنک الغائب خلاف الحاضر۔

ہر وہ شئ غیب ہے جو آپ سے غائب ہو، غائب کا لفظ حاضر کے خلاف استعمال ہوتا ہے۔ الحاضر۔[6]

الغیب ماغاب عن العیون وان کان محصلا فی القلوب او غیر محصل۔

غیب وہ ہے جو آنکھوں سے غائب ہو اگرچہ دلوں میں حاصل ہو یا نہ۔[7]

غ-ی-ب۔ ہر وہ چیز جو نگاہوں سے اوجھل ہو، غیب کہلاتی ہے۔ اگر وہ چیز تصور میں موجود ہے لیکن نگاہوں سے پوشیدہ ہے تو پھر غیب ہی کہلائے گی۔ غیب نشیبی زمین کو بھی کہتے ہیں غابۃ ایسی نشیبی زمین جس سے پہلے اونچی زمین آ جائے اور اس لئے وہ نگاہوں سے اوجھل ہو جائے۔ غابۃ گھنے جنگل کو بھی کہتے ہیں جس میں درختوں کی وجہ سے زمین نظر نہیں آتی۔ گڑھے اور کنویں کی ترائی اور گہرائی، نیز ہر چیز جو کسی کو چھپالے، اسی لئے غیایۃ کہلاتی ہے۔ غیبات الشجر۔ درختوں کی ان جڑوں کو کہتے ہیں جو زمین کے اندر پھیلی ہوئی ہوں اور نظر نہ آئیں۔

قرآن کریم نے غیب کے مقابلے میں شھادۃ کا لفظ لا کر اس کے معنی واضح کر دیئے ہیں۔ یعنی غائب وہ ہے جو مشاہدہ میں نہ آیا ہو۔ جو مشہود نہ ہو۔

---

[1]جبران مسعود الرائد ص ۱۰۹۲ کالم ۱ سطر ۲۵ دار العلم للملایین بیروت

[2]ولیم ٹامسن ورٹے باٹ ص ۷۱۷، کالم ۲، سطر ۳ پنجاب ایڈوایزری بورڈ، لاھور۔

[3]ابن خلف تبریزی برھان قاطع ص ۸۰۵ کالم ۱ موسسۃ مطبوعاتی امیر کبیر، ایران۔ عبارت: فیروز اللغات۔ البستانی اللبناتی، الشیخ عبداللہ، البستان ج ۲ ص ۱۷۶۱ کالم ۲ سطر ۲ المطبعۃ الامیر بیروت ۱۹۳۰

[4]ابن منظور لسان العرب ج ۲ ص ۱۴۶ سطر آخر المطبعۃ المیریہ بولاق مصر ۱۳۰۰ھ

[5]طریحی، شیخ فخر الدین مجمع البحرین ص ۱۱۰ طبع ایران

[6] ابن اثیر النھایہ ص ۱۷۷ ج ۳ المکتبۃ المنیریہ مصر

[7] پرویز، غلام محمد لغات القرآن ج ۳ ص ۱۲۴۹ سطر ۱۵ طلوع اسلام، لاھور ۱۹۶۱

فَرَسٌ غَائِبٌ اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو دوڑ میں اپنی کچھ قوت چھپا کر (reserve) رکھ لے اور **فَرَسٌ شَاهِدٌ** وہ جو ساری قوت کو نمایاں طور پر سامنے لے آئے۔

غیب کے لئے ضروری ہے کہ وہ کہیں موجود ضرور ہو لیکن آنکھوں سے اوجھل ہو۔جب غیب آنکھوں کے سامنے آجائے تو مشہود ہو جائے گا۔[1]

غیب : گمان، پوشیدگی۔پوشیدہ چیز[2]

غاب غیبا و غیابا و غیبۃ و غیوبا و مغیبا۔ کسی چیز سے غائب ہونا، پوشیدہ ہونا۔[3]

غیب۔ غیر حاضری، پوشیدگی، پوشیدہ، غیب دان: پوشیدہ حال جاننے والا، خدا تعالیٰ۔ غیب کی خبر: آئندہ واقعات کی خبر۔[4] **عالم الغیب،**

الغیب۔ شک۔ہر وہ چیز جو تم سے غائب ہو۔ بھید۔پست زمین۔[5]

غیب: ضد حضور، غیر موجودگی، غیر حاضری، غائب، پوشیدہ، پوشیدگی۔[6]

پوشیدہ ہونا، غیر حاضر ہونا، انسان کے علم و احساس سے بالاتر ہونا۔وہ چیزیں جو آدمی کی حسی اور عقلی رسائی سے خارج ہیں اور جن کا علم انبیاء کی اطلاع کے بغیر نہیں ہو سکتا، انبیاء پر آنے والی وحی، اندرون اور باطن غیب کا استعمال قرآن مجید میں ان تمام معانی میں ہوا ہے۔لفظ غیب پورے قرآن مجید میں بصورت نکرہ کہیں نہیں آیا، مضموم بھی آیا ہے مفتوح بھی اور مکسور بھی مگر ہر جگہ معرفہ ہے۔کل ۴۹ مقامات پر لفظ غیب آیا ہے۔ایک جگہ ضمیر کی طرف اضافت کی گئی ہے۔یعنی غیبہ فرمایا ہے، باقی ۴۸ مقامات میں یا الف لام کے ساتھ آیا ہے یا اسم ظاہر کی طرف اضافت کی شکل میں[7]

(المسئلۃ الرابعۃ) قیل (الغیب) مصدر اقیم مقام اسم الفاعل، کالصوم بمعنی الصائم، والزور بمعنی الزائر، ثم فی قولہ تعالیٰ (یُؤمِنُونَ بِالْغَیب) قولان (الاول) وھو اختیار ابی مسلم الاصفھانی ان قولہ (بالغیب) صفۃ المؤمنین معناہ انھم یؤمنون باللہ حال الغیب کما یؤمنون بہ حال الحضور، لا کالمنافقین الذین اذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا و اذا خلوا الی شیٰطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزؤن۔ و نظیرہ قولہ تعالیٰ (ذلک لیعلم انی لم اخنہ بالغیب) ویقول

---

[1] (عزیزی، ابو الفتح، مفتاح اللغات ص ۶۰۱، کالم ۱ سطر ۱۹ محمد سعید کراچی)

[2] (مجلس علماء، المعجم ص ۴۸۴ کالم ۱ دار الاشاعت کراچی عبارت فیروز اللغات۔فیروز دین فیروز اللغات ص ۵۰۹ کالم ۱ سطر ۱۰ فیروز سنز پاکستان ۱۹۷۹ء)

[3] (نسیم امروھوی و سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل۔نسیم اللغات ص ۶۵۸ کالم ۲ سطر ۱۴، شیخ غلام علی لاھور ۱۹۵۵ء)

[4] بلیاوی، عبد الحفیظ، مصباح اللغات ص ۶۱۳ کالم ۱ سطر ۳۰ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔

[5] دھلوی سید احمد فرھنگ آصفیہ ص ۳۱۸ کالم ۱ سطر ۲۲ جلد ۳ مکتبہ حسن سھیل لاھور۔

[6] نعمانی، محمد عبد الرشید۔لغات القرآن ص ۲۴ کالم ۲ سطر ۱ جلد ۵ دینی کتب خانہ لاھور۔

[7] رازی، فخر الدین ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۶۷ سطر ۱۴ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر

الرجل لغیرہ: نعم الصدیق لک فلان بظھر الغیب وکل ذلک مدح للمؤمنین یکون ظاھرھم موافقا لباطنھم ومباینتھم لحال المنافقین الذین یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم (والثانی) وھو قول جمھور المفسرین ان الغیب ھو الذی یکون غائبا عن الحاسة ثم ھذا الغیب ینقسم الی ماعلیه دلیل, والی مالیس علیه دلیل۔

ترجمہ: (چوتھا مسئلہ) ایک قول یہ ہے کہ "الغیب" مصدر ہے اور اسم فاعل کا قائم مقام ہے جس طرح "صوم" بمعنی "صائم" اور "الزور" بمعنی "الزائر" ۔ پھر فرمان خداوندی "بالغیب" مؤمنین کی صفت ہے بایں معنی کہ وہ حالت غیب میں بھی اللہ تعالیٰ پر اسی طرح ایمان رکھتے ہیں، جس طرح حالت حضور میں ایمان رکھتے ہیں۔ مؤمنین کا ایمان منافقین کی طرح نہیں ہے جو مؤمنین سے مل کر کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیاطین سے علیحدگی میں بیٹھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو مؤمنین سے استہزاء کرتے ہیں اور اس کی مثال قرآن مجید میں یہ بھی ہے کہ اسے معلوم ہو جائے کہ میں نے غیب میں اس سے خیانت نہیں کی۔ اور جیسے ایک آدمی دوسرے سے کہتا ہے۔ "کتنا اچھا ہے تیرا وہ دوست جو غیب میں تیری پشت پناہی کرتا ہے۔" یہ مؤمنین کی مدح ہے کہ ان کا ظاہر اور باطن ایک ہے، منافقوں کی طرح نہیں ہے جو منہ سے کچھ کہتے ہیں اور ان کے دلوں میں کچھ پنہاں ہوتا ہے۔ (قول دوم) جمہور مفسرین کا قول ہے کہ "غیب" وہ ہے جو حواس سے غیب ہو۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ کہ جس پر دلیل ہو اور دوسرا وہ جس پر دلیل نہ ہو۔[1]

يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

المراد به الخفی الذی لایدرکه الحس ولا تقتضیه بداھة العقل۔

یعنی غیب سے مراد وہ مخفی چیز ہے کہ جسے حواس نہ پاسکیں اور نہ بداھتاً اسے عقل چاہے۔[2]

وھو ماغاب عن الحس والعقل غیبة کاملة بحیث لا یدرک بواحد منھا ابتداء بطریق البداھة وھو قسمان قسم لا دلیل علیه وھو الذی ارید بقوله عنده مفاتح الغیب وقسم نصب علیه دلیل کالصانع وصفاته وھو المراد۔

ترجمہ: غیب وہ ہے جو حس اور عقل سے تمام تر چھپا ہوا ایسے کہ کسی بھی ذریعے سے بھی ابتداء کھلم کھلا معلوم نہ ہوسکے۔ غیب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ جس پر کوئی دلیل نہ ہو، وہی اس آیت سے مراد ہے کہ خدا کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ دوسری ہو کہ جس پر کوئی دلیل قائم ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات۔ وہی اس جگہ مراد ہیں۔[3]

---

[1] بیضاوی، عبداللہ بن عمر تفسیر انوار التنزیل جلد ۱ ص ۵۵ سطر ۱۹ مصطفیٰ البابی مصر

[2] حقی، شیخ اسماعیل، روح البیان ج ۱ ص ۳۲ سطر ۱۰ مطبعہ عثمانیہ مصر ۱۳۳۰ھ

[3] قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد۔ الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۶۳ سطر ۲ دار الکاتب العرب مصر ۱۹۶۷ء

(۹) باب نمبر نو: آپ ﷺ کے علمِ ما کان وما یکون کا بیان

قولہ تعالیٰ: (بالغیب) الغیب فی کلام العرب: کل ماغاب عنک، وھو من ذوات الیاء یقال منہ غابت الشمس تغیب، والغیبۃ وغیابۃ، ای ھبطۃ من الارض، والغیابۃ الاجمۃ۔ وھی جماع الشجر یغاب فیھا ویسمّی المطمئن من الارض: الغیب لانہ غاب عن البصر۔

کلام عرب میں غیب ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو آپ سے غائب ہو، لفظ غیب یائی ہے واوی نہیں۔ کہا جاتا ہے "غابت الشمس تغیب" اور غیبہ مشہور ہے۔ عرب "اغابۃ المراۃ" اس عورت کے بارے میں کہتے ہیں جس کا شوہر اس سے غائب ہو اور وقعنا فی غیبۃ وغیابۃ سے مراد زمین کی پست جگہ ہے اور "غیابہ" سے مراد اجمہ ہے یعنی درختوں کا جھنڈ جس میں چھپا جائے۔ زمین کی جائے اطمینان کو بھی غیب کہتے ہیں کیونکہ وہ جگہ آنکھوں سے غیب ہوتی ہے۔[1]

(بالغیب) بماغاب عنھم من البعث والجنۃ والنار۔[2]

(بالغیب) بماغّب عنھم مما انباھم بہ النبی علیہ السلام من امر البعث والنشور والحساب وغیرہ ذلک فھو بمعنی الغائب تسمیۃ بالمصدر من قولک غاب الشیء غیبا ھذا ان جعلتہ صلۃ للایمان وان جعلتہ حالا کان بمعنی الغیبۃ والخفاء ای یومنون غائبین عن المؤمن بہ۔

یعنی وہ ان امور پر ایمان رکھتے ہیں جن سے حضرت مصطفی ﷺ نے انہیں آگاہ کیا ہے اگرچہ وہ ان سے غائب ہیں مثلاً بعثت، یوم محشر و حساب وغیرہ لفظ "غائب" صیغہ اسم فاعل بمعنی مصدر ہے۔ "غاب الشئ غیباً" اکثر مستعمل ہے۔ اگر "غیب" کو "ایمان" کا صلہ یا حال قرار دیا جائے تو معنی غیبت اور "خفاء" ہوگا یعنی مومنین ایمان رکھتے ہیں اگرچہ غیب ہیں ان چیزوں سے جن پر ایمان رکھا جاتا ہے۔[3]

واصل الغیب: کل ماغاب عنک من شئ وھو من قولک: غاب فلان یغیب غیباً۔[4]

(بالغیب) اگرچہ بظاہر ترکیباً جار مجرور واقع ہوا ہے لیکن حقیقت میں یؤمنون کا مفعول بہ ہے۔ اور بازائد ہے یا یوں کہو مصدر فاعل کے معنی میں ہے اور یؤمنون کے فاعل سے حال واقع ہوا ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے یؤمنون غائبین عنکم اس بنا پر جملے کے معنی یہ ہوں گے کہ متقی وہ صاف باطن لوگ ہیں جو اے مسلمانوں تم سے غائب ہونے کی حالت میں بھی ویسے ہی ایمان کا دلی اعتراف کرتے ہیں جیسے منہ در منہ اور سامنے، وہ ان بدباطن اور دغاباز منافقوں جیسے نہیں ہیں جو مسلمانوں کے

---

[1] سیوطی، محلی، جلالین ص ۲ سطر ۱۰ مصطفی البابی مصر

[2] نسفی، عبداللہ بن احمد محمود، تفسیر النسفی ص ۱۳ سطر ۱۲ جلد ۱، عیسی البابی مصر

[3] طبری، ابو جعفر محمد بن جریر متوفی ۳۱۰ھ جامع البیان جلد ۱ ص ۱۰۲ سطر مصطفی البابی الحلبی۔ مصر ۱۹۵۴ء

[4] تفسیر مظہری اردو مطبع ندوۃ المصنفین دھلی ص ۲۹ سطر ۱۲ جلد ۱

سامنے تو ان کی رضاجوئی کے لئے ایمان کا اقرار کرتے ہیں مگر پیٹھ پیچھے صاف انکار کر جاتے ہیں۔ یا یوں کہیئے کہ **مؤمن به** (یعنی رسول اللہ ﷺ سے غائب ہونیکی حالت مراد ہے، اس وقت مفعول بہ سے حال ہو گا۔[1]

غیب مصدر ہے اور اس کا تعلق **یؤمنون** کے ساتھ مبالغۃً ہوا ہے جیسے شہادت کے لفظ کا **قال اللہ تعالیٰ: عالم الغیب والشهادة غیب** سے مراد وہ چیزیں ہیں جو آدمیوں کی آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ مثلا خدا کی ذات وصفات، فرشتے، آدمیوں کا مرے پیچھے زندہ اٹھ کھڑا ہونا، جنت ودوزخ، پل صراط، میزان، عذاب قبر وغیرہ۔[2]

والغيب مصدر وصف به للمبالغة كالشهادة قال الله تعالىٰ عالم الغيب والشهادة والمراد به ما غاب عن ابصارهم من ذات الله وصفاته والملائكة والبعث والجنة والنار والصراط والميزان وعذاب القبر وغير ذلك فهو واقع موقع المفعول به للايمان والباء صلة او بمعنى الفاعل وقع حالا من فاعل يؤمنون يعني يؤمنون غائبين عنكم لا كالمنافقين في حضور المؤمنين خاصة دون الغيبة۔[3]

(بالغيب) اي ماهو غائب كامور الاخرة والقدر ومحمد عليه الصلوة والسلام من غير رويته۔[4]

(بالغيب) الغيب في الاصل مصدر غاب، بمعنى استتر واحتجب وخفي وهو بمعنى الفاعل۔ كالزور للزائر۔ اطلق عليه مبالغة، ولامراد به مالا يقع تحت الحواس، ولا تقتضبه بداهة العقل، وانما يعلم بخبر الانبياء عليهم السلام۔

"**غیب**" دراصل "**غاب**" کا مصدر ہے بمعنی **استتر، احتجب** اور **خفی** (چھپنا) اور بمعنی "**فاعل**" ہے جیسے "**زور**" زائر کے لئے۔ مطلقاً اس کا تذکرہ مبالغہ کے لئے کیا گیا ہے۔ اور اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو حس کے تحت واقع نہ ہو اور عقلِ بدیہی جس کو نہ پاسکے اور انبیاء علیہم السلام کی اطلاع سے معلوم ہو۔[5]

الرابعة: يجوز ان يكون بالغيب صلة للايمان: اي يعترفون او يثقون به۔ وعلى هذا يكون الغيب بمعنى الغائب، اما تسمية بالمصدر كما سمي الشاهد بالشهادة قال الله تعالىٰ (عالم الغيب والشهادة) والعرب تسمى المطمئن من الارض غيبا، واما ان يكون مخفف فيعل ويجوز ان يكون بالغيب حالا والغيب، بمعنى الغيبة والخفاء اي يؤمنون غائبين عن المؤمن به۔

جائز ہے کہ لفظ غیب ایمان کا صلہ ہو۔ یعنی وہ اس کا اعتراف کرتے ہیں یا اس پر اعتماد کرتے ہیں تو اس صورت میں لفظ غیب کے معنی میں ہو گا۔ اور اس کا مصدر نام رکھنا ایسے ہے جیسے شاہد کا نام شہادت رکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**عالم**

---

[1] (طبع دھلی ص ۲۹ سطر ۱۲) (۲۸) ص ۲۹ سطر ۸)

[2] قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃاللہ علیہ۔ تفسیر مظھری جلد ۱ ص ۱۳ سطر ۱۳ مفبع الغزیب حصار (طبع قدیم)

[3] الایجی، معین الدین محمد بن عبد الرحمن م ۸۹۴ھ جامع البیان جلد ۱ ص ۷ سطر ۴ دار النشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ

[4] القسمی، محمد جمال الدین متوفی ۱۳۳۲ھ محاسن التاویل جلد ۱ ص ۳۵ سطر ۳ عیسیٰ البابی مصر ۱۹۵۷ء

[5] نیشاپوری، نظام الدین متوفی ۷۲۸ھ غرایب القرآن جلد ۱ ص ۱۴۹ سطر ۱۱ مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۹۶۲ء

الغیب والشھادۃ“ اور عرب اطمینان والی زمین کو بھی غیب کہتے ہیں اور غیب کا مخفف فیعل ہے۔ آگے تحریر فرماتے ہیں کہ جائز ہے کہ لفظ غیب کو حال تسلیم کیا جائے اور غیب غیبۃ اور خفاء کے معنی میں سمجھا جائے یعنی وہ ایمان رکھتے ہیں اس حال میں کہ وہ اس چیز سے غائب ہیں جس پر ایمان رکھا جاتا ہے۔[1]

ماغاب عن الابصار منکشفا بنعت الانوار لعیون الاسرار۔

جو آنکھوں سے غائب ہو لیکن اسرار سے آگاہ بصارت پر صفت انوار سے منکشف ہو۔[2]

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ وعن ناس من اصحاب النبی ﷺ اما الغیب فما غاب عن العباد من امر الجنّۃ وامر النار وما ذکر فی القرآن۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر اصحابِ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ غیب سے مراد وہ پوشیدہ چیزیں ہیں جو نظروں سے اوجھل ہیں جیسے جنت دوزخ وغیرہ وہ امور جو قرآن میں مذکور ہیں۔[3]

قول ابو مسلم اصفہانی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔[4]

والغیب مصدر اقیم مقام الوصف وھو غائب للمبالغۃ بجعلہ کانہ ھو وجعلہ بمعنی المفعول یردہ کما فی البحر ان الغیب مصدر غاب وھو لازم لا یبنی منہ اسم مفعول وجعلہ تفسیرا بالمعنی لان الغائب یغیب بنفسہ تکلف من غیر داع او فیعل خفف کقیل ومیت وفی البحر لا ینبغی ان یدعی ذلک الا فیما سمع مخففا ومثقلا وفسرہ جمع ھنا بمالا یقع تحت الحواس ولا تقتضیہ بداھۃ العقل فمنہ مالم ینصب علیہ دلیل وتفرد بعلمہ اللطیف الخبیر سبحانہ وتعالیٰ کعلم القدر مثلا ومنہ ما نصب علیہ دلیل کالحق تعالیٰ وصفاتہ العلا فانہ غیب یعلمہ من اعطاہ اللہ نوراً علی حسب ذلک النور۔[5]

والغیب فی کلام العرب: کل ماغاب عنک۔

کلام عرب میں ”غیب“ ہر اس چیز کے لئے مستعمل ہے جو آپ سے غائب ہو۔[6]

واصل الغیب: المکان المطمئن الذی یستتر فیہ لنزولہ عما حولہ، فسمی کل مستتر: غیبا۔

اصل میں ”غیب“ اس جائے اطمینان کو کہتے ہیں جس میں اردگرد سے چھپا جائے، اسی لئے ہر پوشیدہ کو ”غیب“ کہتے ہیں۔[1]

---

[1] ابن روزبھان، تفسیر عرائس البیان جلد ۱ ص ۱۳ سطر ۵ منشی نولکشور لکھنؤ

[2] ابن کثیر، تفسیر جلد ۱ ص ۴۱ سطر ۸ عیسیٰ البابی مصر

[3] آلوسی، سید محمود، روح المعانی جلد ۱ ص ۹۸ سطر ۱۴ المطبعۃ الکبری المیریہ بولاق مصر

[4] سطر ۸ قول ابن مسعود حسب سابق عبارت تفسیر ابن کثیر۔ آلوسی، سید محمود، تفسیر روح المعانی جلد ۱ ص ۹۷ سطر ۲۰ المطبعۃ الکبری المیریہ بولاق مصر

[5] شوکانی، محمد بن علی ۱۲۵۰ ھ فتح القدیر جلد ۱ ص ۳۴، سطر ۱۲ مصطفی البابی مصر ۱۹۶۴ء

[6] جمل، شخ سلیمان، تفسیر جمل جلد ۱ ص ۱۴ سطر ۱۰ مطبع مرتضوی انڈیا۔ عبارت تفسیر مظہری بعینہ۔ ابن جوزی ۶۵۶ ھ تفسیر زاد المسیر جلد ۱ ص ۲۴ سطر ۱۱ المکتبۃ الاسلامی بیروت ۱۹۶۴ء

ان جعلته صلة كان بمعنى الغائب اما تسمية بالمصدر من قولك غاب الشيء غيبا كما سمى الشاهد بالشهادة قال الله تعالىٰ عالم الغيب و الشهادة و العرب تسمى المطمئن من الارض غيبا۔

اگر اس کو صلہ قرار دیں تو معنی ”غائب“ ہو گا اور اس کو غاب الشئ غيبا سے مصدر قرار دیا جاسکتا ہے، جس طرح فرمان خداوندی ”عالم الغيب و الشهادة“ میں ”شاهد“ کو شهادة کہا گیا ہے، اور عرب جائے اطمینان زمین کو غیب کہتے ہیں۔[2]

الغيب مصدر غاب يغيب اذا توارى و سمى المطمئن من الارض غيبا لذلك او فيعل من غاب فاعله غيب۔

”غيب“ باب غاب يغيب سے مصدر ہے جس کا معنی ہے ”چھپنا“۔ اسی لئے پست زمین کو غیب کہتے ہیں یا اس کا وزن فیعل ہے، باب غاب جس کا فاعل ”غيب“ ہو گا۔[3]

قوله بالغيب و حقيقة ما غاب عن الحواس مما لا يوصل اليه الا بالخبر دون النظر۔

فرمان باری تعالیٰ ”بالغيب“ حقیقت میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اس سے غائب ہو اور بغیر خبر دون النظر اس تک پہنچنا محال ہو۔[4]

(يؤمنون بالغيب) اى يصدقون بما غاب عنهم من البعث و الجزاء و الجنة و النار الخ۔

یعنی وہ مؤمنین بعث، جزا، جنت دوزخ وغیرہ کی تصدیق کرتے ہیں جبکہ یہ چیزیں ان سے غائب ہیں۔[5]

الغيب مصدر وضع موضع الاسم فقيل للغائب غيب كما قيل للعادل عدل و للزائر زور و الغيب ما كان مغيبا من العيون۔

”الغيب“ مصدر ہے جس کو اسم کی جگہ پر رکھا گیا ہے جس طرح عادل کو عدل، زائر کو زور کہتے ہیں اسی طرح ”غائب“ کو غیب کہتے ہیں۔ اور جو کچھ آنکھوں سے غائب ہو اسے غیب کہا جاتا ہے۔[6]

ابو اسحاق يؤمنون بالغيب اى يؤمنون بما غاب عنهم مما اخبرهم به النبى ﷺ من امر البعث و الجنة و النار و كل ما غاب عنهم مما انبأهم به فهو غيب۔[7]

(الذين يؤمنون بالغيب) اى يصدقون بما غاب عنهم من الجنة و النار و الصراط و الميزان۔[1]

---

[1] زمخشری، جار اللہ ۵۳۸ھ تفسیر کشاف جلد ا ص ا ۲ سطر آخر طبع قدیم مطبع لیسی کلکتہ ۱۸۵۶ء

[2] اندلسی، ابن حیان البحر المحیط جلد ا ص ۳۸ ص ۱۵ مطبعة السادة مصر ۱۳۲۸ھ

[3] ابن عربی متوفی ۵۴۲ھ احکام القرآن جلد ا ص ۵ سطر ۶ مطبعة السعادة مصر ۱۳۳۱ھ

[4] شربینی، محمد، سراج المنیر جلد ا ص ۱۵ سطر آخر منشی نولکشور لکھنؤ۔

[5] بغوی، ابو محمود حسین بن مسعود معالم التنزیل، ص ۱۳ سطر ۱۲ المطبع الحیدر ممبئی ۱۲۸۳ھ۔

[6] ابن منظور لسان العرب جلد ۲ ص ۱۴۷ سطر ۱۱ المطبعة المیریه بولاق مصر ۱۳۰۰ھ

[7] سطر ۱۳ عبارت ابن عربی۔ نووی، شیخ محمد، التفسیر المنیر ج ا ص ۴ سطر ۳ مصطفی البابی مصر ۱۳۷۴ھ

(الغیب) ماغاب عنھم من حساب و جزاء و جنۃ و نار و غیر ذلک۔[2]

الغیب۔ ماغاب علمہ عنھم۔[3]

(الذین یؤمنون بالغیب) یصدقون بماغاب عنھم کامر البعث و الحساب۔

وہ ان تمام امور کی تصدیق کرتے ہیں جو ان سے غائب ہیں، مثلاً بعث و حساب و غیرہ۔[4]

یؤمنون ایمان لاتے ہیں بالغیب ساتھ بے دیکھے ہوئے کے کہ حق تعالیٰ ہے اور فرشتے اور قیامت یا اس کے متعلقات یا ساتھ چھپی ہوئی چیز کے کہ وحی ہے۔

(۵۳) دہلوی، محمد رحیم بخش، اعظم التفاسیر ج ا ص ۴۷، سطر ۵ مطبع نامی دہلی فیضی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

بالغیب ما اعلمھم الرسول و ما ادرکہ حواسھم کالاسلام للہ الاحد مع ما امرہ اللہ و ماھو محسوسھم کامر المعاد واحوالہ وھو مصدر ورد محل الاسم اطراء وورد المراد ھو الروع والحاصل ھم رھط اسلموا روعا ومر الاکرھط اسلموا امسحلالا روعا۔

غیب اس چیز کو کہتے ہیں جس کی اطلاع لوگوں کو پیغمبر نے دی ہو اور ان کے حواس وہاں تک نہ پہنچیں ہوں جیسے خدائے واحد کے ساتھ ایمان لانا اور جس چیز کا حکم اس نے پیغمبر کو فرمایا ہے اور جو چیزیں آدمیوں کے ادراک سے باہر ہیں ان کی تصدیق کرنا جیسے قیامت اور اس کے احوال اور غیب مصدر ہے اسم فاعل کی جگہ مبالغہ واقع ہو گیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ غیب سے مراد دل ہے اور معنی یہ ہیں کہ پرہیزگار وہ لوگ ہیں جو دل سے تصدیق کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں نہ ان لوگوں کی طرح جو زبان سے اسلام لاتے ہیں اور دل سے اعتقاد نہیں کرتے۔[5]

غیب اس چیز کو بولتے ہیں جو تیری نظر سے غائب ہو اور یہ بات بلحاظ آدمیوں کے مختلف ہوتی ہے چنانچہ امت کے واسطے اللہ تعالیٰ و ملائکہ و کتابوں و رسولوں و روز قیامت و تقدیرِ الٰہی و عذابِ قبر و دوزخ و جنت و بعث و حشر و صراط و میزان ان سب پر ایمان بالغیب ہے اور آنحضرت ﷺ نے جب معراج شریف میں دوزخ و جنت و طوبیٰ و حور و قصور و غیرہ کو دیکھ لیا تو اس وقت

[1] واحدی، ابو الحسن، تفسیر الوجیز ج ا ص ۴ سطر ۲ بر حاشیہ تفسیر منیر عبارت مذکورہ۔ حجازی، محمد محود، التفسیر الواضح ج ا ص ۱۴ سطر ۷ مطبعۃ الاستقلال مصر ۱۹۶۴ء۔

[2] رشید، تفسیر المنار جلد ا دار المنار مصر ۱۳۷۳ھ

[3] طنطاوی، جوھری شیخ الجواھر ج ا ص ۲۷ سطر آخر مصطفی البابی مصر ۱۳۵۰ء

[4] کاشفی، کمال الدین حسین واعظ، تفسیر حسینی ص ۳ سطر ۱۲ بندرہ معمور ممبئی ۱۲۷۸ھ عبارد مدرجہ ذیل۔ قادری ترجمہ تفسیر حسینی جلد ا ص ۳ سطر ۱۹ ملک دین محمد لاہور۔

[5] ملیح آباد، مواھب الرحمن ج ا ص ۴۹ سطر ۵ مکتبۂ رشیدیہ لاہور۔

(۹) باب نمبر نو: آپ ﷺ کے علمِ ما کان وما یکون کا بیان

آپ کے واسطے یہ غیب نہیں رہا۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو انکشاف عطا فرمایا اور آپ نے اس کی خبر دی تو وہ آپ کے واسطے معائنہ ہے اور ہم لوگوں کے واسطے غیب ہے۔[1]

والغیب ما غاب عنهم علمه کذات الله وملائکته والدار الاخرة وما فیها من البعث والنشور والحساب۔[2]

(قوله بما غاب) اشار بذلک الی اطلاق المصدر وارادة اسم الفاعل وما غاب عنا قسمان ما دل علیه دلیل عقلی او سمعی کالجنة والنار والملائکة والعرش والکرسی واللوح والقلم والمولی سبحانه وتعالیٰ وصفاته وما لم یدل علیه دلیل کالساعة ووقت نزول المطر وما فی الارحام وباقی الخمسة المذکورة۔[3]

والغیب فی کلام العرب کل ما غاب عنک۔[4]

ان الغیب ما غاب من العباد علمه من امر الجنة والنار والارزاق والاعمال وغیر ذلک۔[5]

قرآن میں لفظ غیب سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ہے اور ان کا علم بداہت عقل اور حواس خمسہ کے ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات بھی آجاتی ہیں، تقدیری امور، جنت ودوزخ کے حالات، قیامت اور اس میں پیش آنے والے واقعات بھی، فرشتے، تمام آسمانی کتابیں، اور تمام انبیاء سابقین بھی۔[6]

غیب کے معنی ہیں غائب یعنی چھپی ہوئی چیز۔ اصطلاح میں غیب وہ چیز کہلاتی ہے جو کہ ظاہری وباطنی حواس اور عقل سے چھپی ہو۔ یعنی نہ تو آنکھ ناک کان وغیرہ سے معلوم ہو سکے اور نہ غور وفکر سے عقل میں آسکے۔ غیب دو طرح کا ہے ایک وہ جس پر کوئی دلیل بھی قائم نہ ہو۔ جیسے کسی کی موت کا وقت قیامت کے آنے کی تاریخ۔ پیٹ کے بچے کی تحقیق کہ یہ چیزیں دلائل سے بھی نہیں معلوم ہو سکتیں۔ اسی کا نام ہے مفاتیح الغیب اسی کے متعلق قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ یعنی غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں اسے کوئی بھی اپنے پاس معلوم نہیں کر سکتا۔ جس کو رب بتائے جیسے انبیاء کرام اور خالص اولیاء اللہ اس تک پہنچ سکتے ہیں۔ دوسرا وہ غیب جس پر دلیل قائم ہو۔ یعنی دلائل سے اس کا پتہ لگ جائے۔ جیسے حق تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات انبیاء کی نبوت اور ان کے متعلق احکام وغیرہ۔ یہ غیب وہ ہے کہ غور وفکر سے معلوم ہو جاتا ہے۔ رب کو ہم نے نہ دیکھا لیکن دنیا کا ذرہ ذرہ اس کے ہونے کا پتہ دے رہا ہے۔ یہاں غیب سے مراد یہی ہے۔ اب اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ متقی وہ ہیں جو ان غیبوں پر ایمان رکھتے ہوں جو دلائل سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اللہ کی ذات اس کے صفات انبیاء کرام

---

[1] المراغی، احمد مصطفی، تفسیر المراغی ج ۱ ص ۴۱ سطر ۱۰ مصطفی البابی مصر ۱۳۷۳ھ

[2] الصاوی، شیخ احمد، الصاوی علی الجلالین ج ۱ ص ۷ سطر آخر عیسی البابی مصر

[3] صدیق حسن خان، فتح البیان ج ۱ ص ۴۸ سطر ۱۰، بولاق مصر

[4] سطر ۱۱ عبارت تفسیر قرطبی۔ طوسی، شیخ ابو جعفر متوفی ۴۶۰ھ تفسیر التبیان، ص ۲۰ سطر ۲۵ ایران

[5] سطر ۱۱ عبارت تفسیر قرطبی۔ طوسی، شیخ ابو جعفر متوفی ۴۶۰ھ تفسیر التبیان، ص ۲۰ سطر ۲۵ ایران

[6] کاندھلوی، محمد علی صدیقی، معالم القرآن ج ۱ ص ۱۰۷ سطر آخر طبع سیالکوٹ، عبارت لغات القرآن۔ مناظر اہل سنت جناب مولانا الحاج مفتی احمد یار خان صاحب بدایونی اپنی مایۂ ناز تفسیر اشرف التفاسیر (تفسیر نعیمی) کی پہلی جلد کے ص ۱۲۴ کی سطر ۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔

کی نبوت، قیامت، حساب، سزا و جزا، جنت و دوزخ یہ سب اسی غیب میں داخل ہیں جو شخص ان میں سے کسی چیز کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

تفسیر روح البیان میں فرمایا: کہ غیب دو قسم کے ہیں ایک تو وہ جو تجھ سے غائب ہو جیسے کہ عالمِ ارواح کہ پہلے تو وہاں موجود تھا اور جب تو یہاں آگیا تو وہ تجھ سے غائب ہو گیا۔ دوسرا وہ جس سے تو غائب یعنی وہ تیرے پاس اور حواس سے دور جیسے حق تعالیٰ کہ وہ ہم سے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے لیکن ہم اس سے دور ہیں۔

یار نزدیک تر از من بمن ست — ویں عجب تر کہ من ازوے دورم

اس آیت کے تین معنی ہیں ایک یہ کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں یعنی حق تعالیٰ کو اور جنت دوزخ وغیرہ کو بغیر دیکھے مانتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ غیب یعنی دل سے ایمان لاتے ہیں، زبان ظاہر ہے اور دل چھپا ہوا ہے۔ زبان سے تو منافقین بھی ایمان لے آئے تھے مگر وہ قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ غیب یعنی دل سے ایمان نہ تھا۔ تیسرے یہ کہ غیب میں یعنی مسلمانوں کے پیٹھ پیچھے بھی ایمان لاتے ہیں۔ منافقین مسلمانوں کے سامنے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے مگر آپس میں کافروں سے ملتے تھے تو کہتے تھے کہ انّا معکم ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تو اس میں یہ فرمایا گیا کہ مؤمن وہ ہے جو کہ ہر حال میں یعنی مسلمانوں کے سامنے بھی اور مسلمانوں کے پیٹھ پیچھے بھی ایماندار رہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ غائب چیز پر ایمان لانا معتبر ہے نہ کہ ظاہر پر قرآن پاک کے ظاہری حروف کو مان لینا کہ یہ ایک کتاب ہے۔ عربی زبان کی ہے۔ لاہور میں چھپی ہے۔ فلاں کاغذ پر لکھی گئی ہے۔ یہ ایمان نہیں کیونکہ یہ باتیں بالکل ظاہر ہیں بلکہ قرآن پاک کے چھپے ہوئے وصف پر ایمان لانا ضروری ہے، وہ یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام لائے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر آیا ہے۔ کیونکہ اوصاف ظاہراً محسوس نہیں ہوتے اسی طرح حضور علیہ السلام کی ظاہری صفات کو مان لینا ایمان نہیں کہ وہ بشر تھے، مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ کھاتے پیتے تھے، سیدنا عبد اللہ کے فرزند تھے۔ آمنہ خاتون کے لختِ جگر نورِ نظر تھے۔ کیونکہ یہ تو ان کے ظاہری اوصاف ہیں، ان کے کفار بھی قائل ہیں۔ بلکہ حضور پاک ﷺ کے چھپے ہوئے اوصاف کو ماننے کا نام ایمان ہے۔ یعنی کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اس کے پیارے ہیں، تخت و تاج والے ہیں، شفیع المذنبین ہیں، رحمۃ اللعالمین ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ اوصاف ظاہر میں محسوس نہیں اس لئے ان کو ماننا ہی ایمان بالغیب ہو گا۔ وہابیہ اور دیوبندیہ کا حضور علیہ السلام کی بشریت کے پیچھے پڑ جانا محض بے دینی ہے، ان کو بشر ماننا ایمان نہیں، بلکہ ان کو مصطفی ماننا، رحمۃ اللعالمین ماننا ایمان ہے۔ اسی لئے کلمہ میں پڑھا جاتا ہے "محمد رسول اللہ" نہ کہ "محمد بشرٌ" بلکہ حق تو یہ ہے کہ اللہ کو صرف خالق عالم ماننے کا نام بھی ایمان نہیں ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ

هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (الاخلاص ۱) جس سے معلوم ہوا مصطفی ﷺ کے ذریعہ لائی ہوئی توحید ایمان ہے اور فرمایا وَإِذْأَخَذَرَبُّكَ مِنۢ بَنِيٓ آدَمَ مِنۢ ظُهُورِهِمۡ (الاعراف ۱۷۲) جس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے میثاق کے دن ساری اولاد آدم کو اپنی پہچان ہی اس طرح کرائی، کہ ہم ربِّ محمد ہیں۔ سب باتیں ایمان بالغیب میں داخل ہیں۔ رب نے اپنی مخلوقات میں غیب و شہادت رکھے ہیں۔ ہمارا بدن شہادت ہے، قلب و روح غیب۔ درخت اور اس کی سبزی شہادت ہے۔ جڑ اور درخت کا وہ رس جس کے سوکھ جانے سے درخت خشک ہو جاتا ہے، یہ غیب ہے۔ ایسے ہی ایمانیات کے لئے غیب و شہادت ہے۔ ابلیس نے آدم علیہ السلام کا ظاہر شہادت کی چیز دیکھی یعنی ان کا جسم اور جسم کی ساخت مگر ان اندرونی وصفِ خلافت الٰہیہ نہ دیکھی جو غیب تھی، اسی لئے مارا گیا۔ اب بھی جن کی نظر حضور ﷺ کی بشریت پر ہے وہ ابلیس کی طرح بدنصیب ہیں۔ اس لئے یہاں پر ارشاد ہوا: يُؤۡمِنُونَ بِالۡغَيۡبِ۔

حاصل نظر

قارئین کرام! آپ نے مذکورہ صفات میں کتب لغات و تفاسیر سے ملاحظہ فرمایا کہ غیب کے معنی ہیں کسی چیز کا نگاہوں سے اوجھل ہونا، کسی چیز کا انسان کے علم و حواس سے پوشیدہ ہونا، دور ہونا، جدا ہونا، پوشیدہ ہونا، غیر حاضر ہونا، فاصلۂ بعید پر ہونا، آنکھوں سے غائب ہونا، اگرچہ دلوں میں موجود ہو وغیرہ وغیرہ۔

اقسامِ غیب

علماء کرام نے غیب کی متعدد اقسام تحریر فرمائی ہیں۔ ان میں سے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیرِ کبیر کی جلد ۲ صفحہ ۲۷ کی سطر ۲۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ "غیب" کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: علم غیب کی پہلی قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل ہو (جیسے خدا کی ذات وغیرہ، یہ وہ غائب ہیں کہ غور و فکر سے معلوم ہو جاتے ہیں)

دوسری قسم: علمِ غیب کی دوسری قسم وہ ہے کہ جس پر کوئی دلیل نہ ہو۔ (جیسے قیامت کب آئے گی، وغیرہ۔ یہ چیزیں دلائل سے بھی معلوم نہیں ہوتیں۔)[1]

قسم اول: وہ جو تجھ سے غائب ہو۔ جیسے تم سے عالم ارواح غائب ہے حالانکہ ایک ایسا زمانہ تھا کہ تم وہاں تھے۔

---

[1] تفسیر روح المعانی جلد ۱ ص ۹۷، سطر ۲۵ الصاوی جلد ۱ ص ۷ سطر آخر پر بھی مذکورہ تقسیم تحریر ھے۔ علامہ حقی نے تفسیر روح البیان کی جلد ۱ کے ص ۳۲ پر یہ تقسیم تحریر کی ھے۔

قسم دوم: وہ جس سے تم غائب ہو، یعنی وہ تیرے پاس ہے اور تو اس سے پھر بھی دور ہے، جیسے خدا کی ذات شہ رگ سے بھی قریب ہے لیکن تم اس سے پھر بھی دور ہو۔

مولانا عبد الباسط محمد عبد السلام علمِ غیب کی یوں تقسیم فرماتے ہیں کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں، ایک علمِ غیبِ ذاتی اور ایک علمِ غیبِ عطائی۔

علمِ غیبِ ذاتی: قدیم بالذات ازلی جو تمام کلیات و جزئیات ممکن الوجود کو حاوی ہو، صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم ذاتی کو غیر خدا کا علم حاوی نہیں ہو سکتا۔

تمام اولین و آخرین، انبیاء مرسلین اور ملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر بھی علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑھا سمندروں سے ایک ذرہ بھی بوند کے کروڑویں حصہ کو ہے کیونکہ وہ تمام سمندر اور اس بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں۔ علومِ الٰہیہ غیر متناہی ہیں (یعنی خدا کے علم کی کوئی انتہا نہیں) مخلوق کے علم اگرچہ عرش و فرش، شرق و غرب، جملہ کائنات از روز اول تا روز آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں۔ جملہ علومِ خلق کو علمِ الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔

علمِ غیبِ عطائی: جو اللہ تعالیٰ کے اعلام اور سکھانے سے حاصل ہو۔ یہی علم انبیاء کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوۃ والسلام کا ہے اور بعض خواص اولیاء کرام کو حضور ﷺ کے فیض و عطا سے حاصل ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کو کثیر غیبوں کا علم ہے مگر اس فضل جلیل میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا حصہ تمام انبیاء کرام و تمام جہاں سے اتم و اعظم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ کائنات ﷺ کو جمیع اشیاء جملہ کائنات یعنی تمام ممکنات حاضرہ و غائبہ کا علم مرحمت فرمایا۔

تمام کائنات انبیاء و مرسلین اور تمام ملائکہ مقربین کے علم کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے وہی نسبت ہے جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصے کو کروڑہا سمندروں سے ہے۔ یعنی آپ ﷺ اپنی صفتِ علم میں لا مثال ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کو علمِ الٰہی سے کوئی نسبت نہیں، نہ ہم مماثلت و مساوات کے قائل اور نہ عطائے خداوندی کے منکر، اللہ و نبی کی مماثلت کسی صورت میں نہیں ہو سکتی۔ مساوات تو جب لازم آئے کہ اللہ کے لئے اتنا علم ثابت کیا جائے۔ ذرات عالم متناہی ہیں اور اس کا علم لامتناہی ورنہ جہل لازم آئے گا۔ اور یہ محال ہے کہ خدا جہل سے پاک ہے نیز ذاتی و عطائی کا فرق بیان کرنے پر بھی مساوات کا الزام دینا صراحۃً ایمان و اسلام کے خلاف ہے۔

اس فرق کے ہوتے ہوئے مساوات ہو جایا کرے تو لازم آتا ہے کہ ممکن اور واجب وجود میں معاذ اللہ مساوی ہو جائیں کہ ممکن بھی موجود ہے اور واجب بھی موجود ہے اور وجود میں مساوی کہنا صریح کفر و کھلا شرک ہے۔

آپ ﷺ کا دلوں کے حال جاننے کا بیان

بعض علماء حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا لوگوں کے دلوں کا حال جاننے سے انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ حضور ﷺ کو دل کی باتیں بعطائے الٰہی معلوم ہو جاتی تھیں۔

حدیث مبارک میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کا ارادہ رکھتا تھا۔ مجھے میری کنیز نے کہا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کیجئے۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن ہیبت سے کچھ نہ بول سکا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: "اے علی، کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہو"۔ لیکن میں بدستور خاموش رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے لئے میرے پاس آئے ہو؟" میں نے عرض کی: "یہی ارادہ ہے۔" اس حدیث میں حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دل کی بات بتادی۔

جمہور علماء محققین بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات اور وفات میں کوئی فرق نہیں۔ رسول اللہ ﷺ اب بھی اپنی امّت کو دیکھ رہے ہیں۔ اور ان کی حالتوں اور ان کی نیّتوں اور ان کے ارادوں اور ان کے دل کے خیالوں سے اللہ ربّ العزّت نے آپ ﷺ کو باخبر کیا ہے۔ اور یہ سب امور آپ ﷺ پر اس طرح روشن اور واضح فرمائے کہ ان میں کوئی پوشیدگی باقی نہیں رہی۔[1]

غزوہ بدر میں جب مشرکین مکہ کو شکست فاش ہوئی اور وہ مکہ پہنچ گئے۔ عمیر بن وہب مقام حجر میں صفوان بن امیہ کے پاس آکر بیٹھا۔ صفوان نے کہا مقتولین بدر کے بعد عیش حرام ہے۔ عمیر نے کہا واللہ! ان کے قتل ہو جانے کے بعد زندگی میں خیر نہیں اگر میرے ذمہ قرض نہ ہوتا اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے نہ ہوتے تو میں ضرور مدینہ جاکر محمد ﷺ کو قتل کر ڈالتا۔ اگر وہاں پہنچ کر مجھے حالات ناساز گار پیش آئیں تو میں یہ بہانہ کر سکتا ہوں کہ میں اپنے فرزند کے پاس آیا ہوں جو اسیر ہے۔ صفوان عمیر کے اس قول سے خوش ہوا اور اس سے کہا تیرا قرض میرے ذمہ ہے اور تیرے عیال کے نان و نفقہ اور کفالت کا میں ذمہ دار ہوں، صفوان نے عمیر کو سواری دی اس کے لئے سامان مہیا کیا اور عمیر کی تلوار پر صیقل کرایا گیا اور اس کو زہر کا بجھاؤ دیا گیا۔ عمیر نے صفوان سے کہا چند روز تک تو مجھے چھپادے پھر عمیر مدینہ طیبہ پہنچا اور مسجد نبوی کے دروازے پر اترا اور اپنی سواری کو باندھ دیا اور تلوار ہاتھ میں لے کر رسول اکرم ﷺ کا قصد کیا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب عمیر کو اس قبیح ارادے سے آتے دیکھا تو اس کو پکڑ کر بارگاہ نبوت ﷺ میں پیش کر دیا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے عمیر سے پوچھا تو کس

---

[1] (تجلّیاتِ مدینہ از الحاج مولوی محمد احتشام الحسن دیوبندی کاندھلوی، ص ۱۹، اثبات الاغراض ص ۶۲، مقامِ رسول ﷺ ص ۲۶۷، مواہب اللدنیہ ص ۳۸۷، زرقانی ص ۳۰۵، ج۸، جاء الحق ص ۱۴۸)

ارادے سے آیا ہے، عمیر نے کہا میں اپنے قیدی فرزند کے پاس آیا ہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ بتا تو کس نیت سے آیا ہے؟ عمیر نے کہا میں اپنے قیدی کے بارے میں آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے مقام حجر کے پاس صفوان کے ساتھ کیا شرط طے کی تھی۔ عمیر سن کر ڈر گیا اور اس نے پوچھا میں نے صفوان سے کیا شرط طے کی تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے صفوان کو اس شرط سے میرے قتل پر برانگیختہ کیا تھا کہ وہ تیری اولاد کا متکفل رہے اور تیرا قرض ادا کر دے لیکن خدا تعالیٰ نے تمہارے ان ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا، عمیر نے یہ سن کر کہا **اشھد انک رسول اللہ**، تحقیق گفتگو میرے اور صفوان کے درمیان حجر میں ہوئی اور اس گفتگو کو میرے اور صفوان کے سوا تیسرا کوئی نہ جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس گفتگو کی خبر دے دی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔ پھر مکہ کی طرف پلٹ کر گیا اور اس نے لوگوں کو دعوت اسلام دی اس کے ہاتھ پر بہت سے آدمی مسلمان ہوئے۔ پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے صحابہ کرام کو فرمایا اسے دین کی باتیں سکھاؤ اور اس کے قیدی چھوڑ دو۔[1]

لأن روحه (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شاهد على جميع الأرواح والقلوب والنفوس لقوله (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (أول ما خلق الله روحي۔

یعنی اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک تمام روحوں اور دلوں اور نفسوں کو دیکھنے والی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میری روح کو خلق فرمایا۔[2]

(۲) حقی، شیخ محمد اسماعیل، روح البیان، جلد ۲ ص ۲۱۱ سطر ۱۱، مصر: واعلم انه يعرض على النبى عليه السلام اعمال امته غدوة وعشية فيعرفهم بسيماهم اعمالهم فلذلك يشهد عليهم۔

اور تم جان لو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی امت کے اعمال صبح اور شام پیش کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو ان کی علامات سے جانتے ہیں اور ان کے اعمال کو بھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر گواہی دیں گے۔

(۳) نسفی، تفسیر مدارک التنزیل میں آیہ مذکورہ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

اى شاهدا على من أمن بالايمان وعلى من كفر بالكفر وعلى من نافق بالنفاق۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنوں کے ایمان، کافروں کے کفر، اور منافقوں کے نفاق پر گواہ ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ ختم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم یوم اوّل سے لے کر یوم قیامت تک تمام لوگوں کے ایمان و اعمال سے واقف ہیں، اسی لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے۔

---

[1] (رواہ البیهقی والطبرانی، بحوالہ فتاویٰ اویسیہ ج ۱ ص ۱۲۵، ۱۲۴)

[2] (تفسیر نیشاپوری ص ۳۰۴ ج ۴ دار الکتب العلمیہ - بیروت)

مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "چوتھی توجیہہ قولی ہے کیونکہ قرآن کریم کی دوسری آیت اس کی تائید کررہی ہے، رب العالمین فرماتا ہے:

لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔[1]

پہلا فائدہ: تمام انبیاء کرام اپنی امت کے ظاہری وباطنی اعمال پر مطلع و خبردار ہوتے ہیں۔ بغیر علم کے گواہی کیسی، یہ فائدہ "بشهيد" سے حاصل ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا:

وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ (ال عمران ۴۹)

میں تمہیں بتاسکتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھاتے بچاتے ہو۔

دوسرا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی گواہ ہے جیسا کہ یہاں تفسیر سے اور دوسری جگہ آیت قرآنی سے ثابت ہوا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ اور مدعی کو گواہ پیارا ہوتا ہے، کہ اس کے مقدمہ کا فیصلہ گواہ پر ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ امت محبوب الانبیاء ہے ہم کو چاہیئے کہ اچھے اعمال اختیار کریں تاکہ کل حضرات انبیاء علیہم السلام کی گواہی دے سکیں، فاسق قابل گواہی نہیں ہوتے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا (النور ۴)

تیسرا فائدہ: اس امت کی گواہی ان انبیاء کرام کے حق میں سن کر ہوگی نہ کہ دیکھ کر جیسا کہ ان امتوں کے اعتراض سے معلوم ہوا۔

چوتھا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نے تمام انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے حالات تفصیل وار اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی اپنی امت کی طرح سمعی نہ ہوگی، بلکہ عینی ہوگی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی بھی محض سنی سنائی ہوتی تو جو اعتراض امت کی گواہی پر ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی پر بھی ہوتا۔

پانچواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری امت کے ہر ایک حال کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں اپنی امت کی تائید کے ساتھ اس کی توثیق بھی فرمائیں گے جیسا کہ علی هؤلاء سے معلوم ہوا۔

چھٹا فائدہ: قیامت میں کفار بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب و حاضر و ناظر کے قائل ہوں گے۔ اس لئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی پر یہ جراح نہ کرسکیں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر مشاہدہ کے گواہی کیسے دے رہے ہیں۔

[1] (تفسیر نعیمی ج ۵ ص ۸۵، سطر آخر)